وراثتِ اسلامی

حضرۃ العلام حافظ عبداللہ روپڑی

مکتبہ تنظیم متصل چوک دالگراں لاہور

وراثتِ اسلامی

حضرۃ العلام حافظ عبداللہ روپڑی

مکتبہ تنظیم متصل چوک دالگراں لاہور

www.KitaboSunnat.com

مصنف :- العلام حافظ عبداللہ روپڑی
ناشر :- مکتبہ تنظیم چوک دالگراں لاہور
مطبع :- نامی پریس
تعداد :- ایک ہزار
بار :- اوّل
قیمت :- پانچ روپیے

فہرست مضامین حصہ اوّل

حصّہ اوّل

فہرست مضامین حصہ دوم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَتْبَاعِھِمْ اَجْمَعِیْنَ الَّذِیْنَ وَرِثُوْا عِلْمَ الدِّیْنِ وَالْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ النَّبِیِّیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

ترکۂ میّت

میت نے جو مال چھوڑا ہے۔ اس کو ترکہ میت کہتے ہیں۔ وہ جائداد منقولہ ہو یا غیر منقولہ موجود ہو یا کسی کے ذمہ قرض۔ اس قرض میں عورت کا مہر بھی شامل ہے۔ جو خاوند نے ادا نہ کیا ہو۔ مہر کے علاوہ عورت کو خاوند کی طرف سے بطور ہبہ وغیرہ یا ماں باپ کی طرف سے جہیز وغیرہ میں کچھ ملا ہو۔ اس سے جو موجود ہو۔ وہ بھی عورت کے ترکہ میں شامل ہے۔

ترکہ کے متعلقہ حقوق

میت کے ترکہ سے جو حقوق متعلق ہیں۔ ان کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) تجہیز و تکفین

(۲) قرض کی ادائیگی

(۳) وصیت کا اجراء

(۴) تقسیم ترکہ ورثاء میں

سب سے پہلے میت کے ترکہ سے اس کی تجہیز و تکفین کی جائے۔ اس سے بچے۔ تو میت

کا قرض ادا کیا جائے۔ ادائے قرض کے بعد کچھ بچے تو اس کے تیسرے حصہ سے میت کی وصیت (اگر اس نے کی ہو) پوری کی جائے۔ اور اگر میت نے وصیت تیسرے حصہ سے زیادہ کی ہو تو بھی تیسرا حصہ ہی دیا جائے گا کیونکہ اس سے زیادہ وصیت منع ہے۔

وصیت کی حسب ذیل صورتیں منع ہیں

(۱) ناجائز کاموں میں
(۲) تیسرے حصہ سے زیادہ جبکہ وارث موجود ہوں۔ اور وہ رضا مند نہ ہوں۔
(۳) وارث کے لئے جبکہ دوسرے وارث راضی نہ ہوں۔
وصیت کے بعد باقی ترکہ وارثوں میں تقسیم کیا جائے۔

ورثاء کا بیان

وارثوں کی تین قسمیں ہیں
(۱) اصحاب الفروض
(۲) عصبہ
(۳) ذوی الارحام

اصحاب الفروض | فروض فرض کی جمع ہے۔ فرض مقرر حصہ کو کہتے ہیں۔ جیسے نصف۔ تہائی چوتھائی وغیرہ اور اصحاب الفروض سے مراد وہ وارث ہیں۔ جن کے حصے کتاب وسنت میں مقرر ہیں جیسے خاوند بیوی وغیرہ۔

عصبہ | کے لفظی معنی مضبوطی کے ہیں۔ اور مراد اس سے وہ وارث ہے جو اصحاب الفروض سے بچا

ہوا لے۔ یا سارے ترکہ کا وارث ہو جبکہ اصحاب الفروض سے کوئی نہ ہو۔

ذوی الارحام | کا معنی "رشتہ دار" اور مراد اس سے وہ رشتہ دار ہیں۔ جو اصحاب الفروض اور عصبہ کے علاوہ ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

(۱) میت کی بیٹیوں کی اولاد نیچے تک (۲) میت کی بہنوں کی اولاد نیچے تک (۳) میت کی بھتیجیاں اور ان کی اولاد نیچے تک میت کے بھتیجے کی بیٹیاں اور ان کی اولاد نیچے تک۔ (۴) میت کے اخیافی (ماں کی طرف سے) بھائی بہنوں کی اولاد نیچے تک (۵) میت کی پھوپھیاں (۶) چچا جو میت کے باپ کا اخیافی (ماں کی طرف سے) بھائی ہے (۷) میت کا ماموں (۸) میت کی خالہ (۹) میت کے چچوں کی بیٹیاں (۱۰) میت کا جد فاسد یعنی ماں یا دادی کا باپ (۱۱) میت کی جدہ فاسدہ یعنی جد فاسد کی ماں۔

عصبہ کی قسمیں

میت کے عصبہ کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) نسبی (۲) سببی
نسبی کی تین قسمیں ہیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) **عصبہ بنفسہ** | میت کا رشتہ دار وہ مرد ہے کہ اس کے اور میت کے درمیان عورت کا واسطہ نہ ہو۔ جیسے بیٹا، پوتا وغیرہ۔

اور اگر عورت کا واسطہ ہو۔ تو وہ عصبہ نہیں ہوگا۔ جیسے میت کا اخیافی یعنی ماں کی طرف سے بھائی اور دادی کا والد وغیرہ

(۲) **عصبہ بالغیر** | میت کی رشتہ دار وہ عورت ہے جس کو غیر (عصبہ بنفسہ) عصبہ بنا دیتا ہے۔ جیسے میت کی بیٹی اور میت کی بہن اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر عصبہ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح

پوتی پڑپوتی (نیچے تک) اپنے اپنے بھائیوں بھتیجوں اور بھتیجوں کی نرینہ اولاد (نیچے تک) کے ساتھ مل کر عصبہ بن جاتی ہیں بشرطیکہ ان کو بحیثیت اصحاب الفروض ہونے کے کچھ نہ ملا ہو۔

نوٹ:۔ چونکہ اخیافی بہن بھائی کسی صورت عصبہ نہیں بنتے اس لئے یہاں بہن بھائی سے مراد عینی اور علاتی ہیں۔ عینی بہن اپنے عینی بھائی اور علاتی بہن اپنے علاتی بھائی کے ساتھ مل کر عصبہ بنتی ہے۔ اگر عینی بہن کے ساتھ علاتی بھائی ہو یا علاتی بہن کے ساتھ عینی بھائی ہو تو پھر پہلی صورت میں عینی بہن اصحاب الفروض سے ہو گی۔ اور علاتی بھائی عصبہ ہو گا۔ اور دوسری صورت میں عینی بھائی عصبہ ہو گا اور علاتی بہن محروم۔

(۳) **عصبہ مع الغیر** | میت کی رشتہ دار وہ عورت ہے جس کو غیر عصبہ نہیں بناتا مگر غیر کی معیت (موجودگی) سے اس کا حکم عصبہ کا ہو جاتا ہے۔ جیسے میت کی بیٹی، بیٹیوں یا پوتی۔ پڑپوتیوں (نیچے تک) کی موجودگی میں میت کی بہن یا بہنیں عصبہ ہو جاتی ہیں۔ مگر ان کو بیٹی، بیٹیاں یا پوتی پڑپوتیاں (نیچے تک) عصبہ نہیں بناتیں۔ کیونکہ بیٹی بیٹیاں، پوتی پوتیاں نیچے تک خود اکیلی عصبہ نہیں ہوتیں۔ تو دوسرے کو کس طرح عصبہ بنا سکتی ہیں۔ ہاں۔ ان کی موجودگی میں بہن۔ بہنوں کا حکم عصبہ کا ہو جاتا ہے۔

نوٹ:۔ یہاں بھی بہن سے مراد عینی یا علاتی ہے۔ کیونکہ اخیافی بہن بھائی کسی صورت عصبہ نہیں ہے

عصبہ سببی کا بیان

مولی العتاقہ | عصبہ سببی "مولی العتاقہ" کو کہتے ہیں۔ عتاقہ کا معنی ہے "آزاد کرنا" مولی "ولی" سے ہے۔ مولی کا معنی والی۔ وارث۔ دوست۔ مددگار وغیرہ ہے۔ اس لئے غلام آزاد کرنیوالے کا نام مولی العتاقہ ہے۔

غلام آزاد کرنے سے آقا اور اس کے غلام کے درمیان رشتہ داری کی طرح ایک تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کو عربی میں "ولاء" کہتے ہیں۔ اس تعلق کی وجہ سے بھی آزاد کنندہ آزاد کردہ کا بطریق عصبہ وارث ہوتا ہے۔ اسی سبب سے اس کو عصبہ سببی کہتے ہیں۔

عصبہ بنفسہ کی قسمیں

عصبہ بنفسہ کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) میت کی جز جیسے میت کا بیٹا پوتا نیچے تک

(۲) میت کا اصل جیسے باپ دادا اوپر تک

(۳) میت کے باپ کی جز جیسے میت کے بھائی اور ان کی نرینہ اولاد نیچے تک

(۴) میت کے دادا کی جز جیسے میت کے چچے تائے اور ان کی نرینہ اولاد نیچے تک

ترتیب تقسیم

سب سے پہلے ترکہ اصحاب الفروض میں تقسیم ہو گا ان سے کچھ بچے تو وہ یا اصحاب الفروض سے کوئی نہ ہو تو تمام ترکہ عصبہ کی قسموں کو نمبروار دیا جائے گا۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے

۱۔ (ا) سب سے پہلے عصبہ بنفسہ کی پہلی قسم جز میت بقیہ یا سارے کی حقدار ہے۔ جیسے بیٹا اگر بیٹا نہ ہو تو پوتا اسی طرح نیچے تک۔

(ب) پہلی قسم سے کوئی نہ ہو تو عصبہ بنفسہ کی دوسری قسم یعنی میت کی اصل بقیہ یا تمام ترکہ کی حقدار ہے۔ جیسے باپ اگر باپ نہ ہو تو دادا اسی طرح اوپر تک۔

(ج) دوسری قسم سے کوئی نہ ہو۔ تو عصبہ بنفسہ کی تیسری قسم یعنی میت کے باپ کی جز بقیہ یا

تمام ترکہ کی حقدار ہے ۔جیسے میت کا بھائی ۔میت کا بھائی نہ ہو تو بھائی کا لڑکا اسی طرح نیچے تک

اگر متعدد بھائیوں کی نرینہ اولاد مختلف درجوں کی ہو مثلاً ایک میت کے بھائی کا بیٹا ہے۔ اور دوسرے بھائی کا پوتا تو بقیہ یا تمام ترکہ بھائی کا بیٹا لے جائے گا۔

نوٹ:۔ عینی بھائی کی موجودگی میں علاتی بھائی عصبہ نہیں ہوں گے ۔اسی طرح عینی چچے تائے کی موجودگی میں علاتی چچا تایا عصبہ نہیں نہیں ہوگا۔ الغرض عینی کی موجودگی میں علاتی کسی وقت بھی عصبہ نہیں ہوں گے ۔

(د) اگر تیسری قسم سے کوئی نہ ہو۔ تو عصبہ بنفسہ کی چوتھی قسم یعنی میت کے دادا کی جزء بقیہ یا تمام ترکہ کی حقدار ہے۔ جیسے چچا اور تایا۔ اگر یہ نہ ہو تو چچا اور تایا کی نرینہ اولاد اسی طرح نیچے تک یہاں بھی اگر چچا تایا کی نرینہ اولاد مختلف درجوں کی ہو۔ مثلاً ایک کا بیٹا۔ اور دوسرے کا پوتا ہو تو بقیہ یا تمام ترکہ بیٹا لے جائے گا۔

نوٹ:۔ عصبہ بالغیر عصبہ بنفسہ کے تابع ہے جہاں عصبہ بالغیر ہوگا۔ وہاں عصبہ بنفسہ کا ہونا ضروری ہے اس لیے عصبہ بالغیر وہاں ہوگا جہاں عصبہ بنفسہ ہے۔

۲۔ اگر پہلی اور دوسری قسم نہ ہو۔ تو تیسری قسم عصبہ مع الغیر بقیہ یا تمام ترکہ کی حقدار ہے۔ اگر بیٹی پوتی نیچے تک کے ساتھ عینی اور علاتی بہنیں ہوں تو صرف عینی بہنیں عصبہ ہوں گی۔ علاتی نہیں ہوں گی۔ اسی طرح عینی بہنوں کی موجودگی میں علاتی بھائی بھی عصبہ نہیں ہونگے۔

۳۔ اگر عصبہ نسبی کی تینوں قسموں سے کوئی نہ ہو۔ تو پھر عصبہ سببی یعنی مولی العتاقہ بقیہ یا تمام ترکہ کا حقدار ہے۔

۴۔ اگر مولی العتاقہ نہ ہو تو پھر مولی العتاقہ کے عصبہ نسبی حقدار ہوں گے ۔لیکن عصبہ نسبی کی صرف

پہلی قسم (عصبہ بنفسہ) وارث ہو گی ان میں مذکورہ بالا ترتیب کے مطابق ترکہ تقسیم ہوگا۔ عصبہ بالغیر اور عصبہ مع الغیر وارث نہ ہوں گے۔ یعنی عورتوں کو کچھ نہیں ملے گا۔ بلکہ اصحاب الفروض مردوں کو بھی کچھ نہیں ملیگا۔ جیسے بیٹا موجود ہو۔ تو باپ[1] اصحاب الفروض سے ہے۔ اسکو کچھ نہیں ملیگا۔

نوٹ:۔ اگر ایک درجہ کے کئی عصبے ہوں جیسے کئی بیٹے یا کئی پوتے[2] یا کئی بھائی یا کئی چچے تائے وغیرہ تو وہ بقیہ یا تمام ترکہ آپس میں برابر تقسیم کریں گے۔ اگر ایک درجہ میں مرد اور عورتیں دونوں ہوں۔ تو مرد کو عورت سے دوگنا حصہ ملیگا۔ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ ط بشرطیکہ عورت مرد کے ساتھ مل کر عصبہ بننے کے قابل ہو۔ جیسے لڑکے کے ساتھ لڑکی اور پوتے کے ساتھ پوتی اور بھائی کے ساتھ بہن۔ اگر میت کے چچے کے ساتھ میت کی پھوپھی ہو یا میت کے بھتیجے کے ساتھ میت کی بھتیجی ہو تو وہ عصبہ نہیں ہو گی بلکہ محروم ہے۔ کیونکہ وہ ذوی الارحام سے ہیں۔

۵۔ اگر عصبہ کی کوئی قسم نہ ہو تو اصحاب الفروض کو ان کے مقررہ حصے دیکر باقی حصے انہی اصحاب الفروض پر سوائے خاوند اور بیوی کے لوٹا دیئے جائیں گے۔

۶۔ اگر اصحاب الفروض اور عصبہ سے کوئی نہ ہو۔ تو پھر ذوی الارحام کو عصبہ بنفسہ کی مذکورہ بالا چار

---

[1] لیکن امام ابو یوسف فرماتے ہیں۔ باپ کو چھٹا حصہ ملے گا۔ لیکن اگر باپ کی جگہ دادا ہو۔ تو دادا بالاتفاق محروم ہے۔

[2] پوتے خواہ ایک لڑکے کی اولاد ہوں یا زیادہ کی اور خواہ ایک لڑکے سے ایک پوتا اور دوسرے سے زیادہ۔ ترکہ سب پوتوں میں بحصہ برابر تقسیم ہوگا۔

قسموں کی ترتیب[1] کے مطابق دیا جائے گا۔ اگر ذوی الارحام سے کوئی نہ ہو۔ تو وارث تو کوئی نہیں۔ صرف کسی تعلق کی بنا پر ترکہ دیا جا سکتا ہے۔ ایسے تعلق والے کو مولی الموالاۃ کہتے ہیں مثلاً متبنّیٰ بنایا ہو۔ یا اس قسم کا تعلق کسی کے ساتھ ہو۔ اگر یہ بھی نہ ہو۔ تو جس کو تمام ترکہ کی وصیت کی ہو اسے دیدیا جائے گا۔ اگر یہ بھی نہ ہو۔ تو برادری میں جو سب سے عمر رسیدہ ہو اسکو دیا جائے ورنہ شرعی بیت المال میں داخل کر دیا جائے۔

تشریح:۔ عصبہ نہ ہونے کے وقت اصحاب الفروض پر لوٹانے کے مسئلہ میں خاوند۔ بیوی داخل نہیں۔ یعنی خاوند۔ بیوی کے سوا اصحاب الفروض سے کوئی اور نہ ہو۔ تو خاوند بیوی کو ان کا حصہ دیکر بقیہ ترکہ ذوی الارحام کو دیا جائے گا۔ ہاں اگر ذوی الارحام سے کوئی نہ ہو۔ تو پھر ان پر لوٹایا جا سکتا ہے۔

مانع وراثت

تین امر وراثت سے مانع ہیں۔

(۱) **غلامی**:۔ یعنی غلام اپنے ماں۔ باپ وغیرہ کا وارث نہیں ہو سکتا۔

(۲) **قتل ناحق**:۔ اگر کسی شخص نے اپنے رشتہ دار کو ناحق قتل کر دیا۔ مثلاً باپ نے بیٹے کو تو یہ مقتول

[1] بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ ذوی الارحام صرف امام ابو حنیفہؒ کے مذہب پر ہی وارث ہوتے ہیں۔ حالانکہ اہلحدیث خصوصاً امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک بھی ذوی الارحام وارث ہوتے ہیں صرف ترتیب میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ مذکورہ بالا ترتیب کے قائل ہیں۔ اور امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں۔ کہ ذوی الارحام کو ان کے اصلی وارث کا حصہ دیا جائیگا۔ مثلاً میت کی نواسی جو ذوی الارحام سے ہے۔ وہ اپنی ماں (میت کی بیٹی) والا حصہ لیگی۔ اور میت کی خالہ بمنزلہ ماں کے ہے۔ اسلئے وہ میت کی ماں والا حصہ لیگی۔ اور پھوپھی بمنزلہ باپ کے ہے لہذا وہ باپ والا حصہ لیگی۔ وغیرہ وغیرہ (مغنی ابن قدامہ ج ۶ جلد ۷)

کا وارث نہیں ہوگا۔ ہاں اگر قتل حق ہو۔ تو اس صورت میں وارث ہوگا۔ جیسے زنا۔ کی وجہ سے سنگسار کیا۔ یا قاتل کو قصاص (بدلہ) کی بنا پر قتل کیا۔

(۳) **اختلاف دین**۔ ایک کافر ہو۔ دوسرا مسلمان۔ تو ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔

نوٹ:۔ بعض کے نزدیک اختلاف دارین بھی وراثت سے مانع ہے۔ جیسے ایک شخص دارالاسلام میں ہو۔ اور ایک دارالحرب میں تو وہ ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔

اصحاب الفروض اور اُن کے حصوں کا بیان

اصحاب الفروض کی کل تعداد بارہ۱۲ ہے۔ چار مرد (۱) باپ (۲) دادا (۳) اخیافی (ماں کی طرف سے) بھائی (۴) خاوند

اور آٹھ عورتیں (۱) بیوی (۲) بیٹی (۳) پوتی (۴) عینی (حقیقی) بہن (۵) علاتی (باپ کیطرف سے) بہن (۶) اخیافی (ماں کی طرف سے) بہن (۷) والدہ (۸) جدہ صحیحہ یعنی نانی، دادی۔

حصے ان کے حصے کل چھ ہیں۔

(۱) نصف (۲) ربع (چوتھائی) (۳) ثمن (آٹھواں حصہ) (۴) ثلثان (دو تہائی) (۵) ثلث (ایک تہائی) (۶) سدس (چھٹا حصہ) یہ چھ حصے ان بارہ ورثاء سے کس کس کو ملتے ہیں۔ اور کن حالات میں ملتے ہیں۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

مردوں کا بیان

(۱) **باپ** اس کی تین حالتیں ہیں کبھی وہ صرف اصحاب الفروض سے ہوتا ہے۔ کبھی صرف عصبہ اور کبھی دونوں

صرف اصحاب الفروض سے اس وقت ہوگا۔ جبکہ میت کا بیٹا یا پوتا نیچے تک کوئی موجود ہو۔ اس حالت میں اُس کو چھٹا حصہ ملیگا۔ باقی عصبہ (بیٹے، پوتے) کا۔

صرف عصبہ اس وقت ہوگا جبکہ میت کی اولاد نہ ہو۔ اس حالت میں اصحاب الفروض سے بچا ہوا۔ اور اگر اصحاب الفروض نہ ہوں تو سارا ترکہ اس کو ملے گا۔

اصحاب الفروض اور عصبہ دونوں اس وقت ہوگا۔ جبکہ میت کی بیٹی یا پوتی نیچے تک کوئی موجود ہو۔ اس حالت میں اصحاب الفروض ہونے کی حیثیت سے اس کو ترکہ کا چھٹا حصہ ملیگا۔ اور عصبہ ہونے کی حیثیت سے بیٹی یا پوتی سے جو ترکہ بچے گا۔ وہ ملے گا۔

دادا | میت کے باپ کی موجودگی میں میت کا دادا وراثت سے محروم ہے۔ جب باپ نہ ہو۔ تو دادا اس کے قائم مقام ہے۔ اور اس کی بھی وہی تین حالتیں ہیں۔ جو باپ کی بیان ہوئی ہیں مگر چار مسائل میں باپ دادا میں فرق ہے۔

(۱) باپ کی موجودگی میں دادا کی طرح دادی بھی وارث نہیں ہوگی۔ مگر دادا کی موجودگی میں دادی وارث ہوگی۔

(۲) جب خاوند مر جائے۔ اور اس کے تین وارث ہوں۔ ماں[۱]۔ باپ[۲]۔ بیوی[۳]،
یا بیوی مر جائے اور اس کے تین وارث ہوں۔ خاوند[۱]، ماں[۲]، باپ[۳]
تو ان دونوں صورتوں میں خاوند۔ بیوی کو ان کا حصہ[۱] دیکر بقیہ مال کی تہائی ماں کو ملیگی۔ اور باقی باپ کو۔ اور ان دونوں صورتوں میں اگر باپ کی جگہ دادا ہو۔ تو پھر ماں کو کل ترکہ کی تہائی ملیگی۔ لیکن امام ابو یوسفؒ باپ اور دادا میں کوئی فرق نہیں کرتے۔

(۳) میت کے باپ کی موجودگی میں میت کے تمام بھائی بالاتفاق محروم ہیں اور دادا کی موجودگی

[۱] یہاں خاوند کا حصہ نصف اور بیوی کا حصہ چوتھا ہے۔

میں بھی اخیافی تو بالاتفاق محروم ہیں۔ لیکن عینی (حقیقی) اور علاتی (باپ کی طرف سے) بھائیوں کے متعلق اختلاف ہے۔ اکثر علماء کہتے ہیں۔ کہ یہ وارث ہوں گے۔ مگر امام ابو حنیفہؒ وغیرہ کا مذہب ہے کہ وارث نہیں ہوں گے۔

(۴) چوتھا مسئلہ چونکہ مولی العتاقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کا پاکستان میں وجود نہیں۔ اس لئے یہاں اُس کے بیان کی ضرورت نہیں۔

اخیافی بھائی | جو ماں کیطرف سے بھائی ہوں۔ ان کو اخیافی بھائی کہتے ہیں۔ ان کی تین حالتیں ہیں۔

(۱) اگر اکیلا بھائی یا اکیلی بہن ہو۔ تو اس کو ترکہ سے چھٹا حصہ ملیگا۔

(۲) اگر دو یا دو سے زیادہ ہوں۔ خواہ صرف بھائی یا صرف بہنیں یا مخلوط تو ان کو ترکہ کی دو تہائی ملیگی۔ اور مرد عورت آپس میں برابر تقسیم کرینگے۔ یہاں مرد کو عورت سے دوگنا نہیں ملیگا

(۳) میت کی اولاد ہو یا پوتے پوتیاں، پڑپوتے، پڑپوتیاں، پڑپوتے، پڑپوتیاں ہوں تو اخیافی بھائی بہن محروم ہیں اسی طرح باپ، دادا کی موجودگی میں بھی محروم ہیں۔

نوٹ:۔ اگر میت کی اولاد اور باپ دادا نہ ہو تو پھر اخیافی بھائی بہن وارث ہوں گے۔ عینی اور علاتی بھائی ہوں یا نہ ہوں۔

خاوند | اس کی دو حالتیں ہیں۔ اگر بیوی کی اولاد نہ ہو تو خاوند کو بیوی کے ترکہ سے نصف ملتا ہے اور اگر بیوی کی اولاد ہو خواہ اس خاوند سے یا کسی دوسرے خاوند سے تو پھر خاوند کو بیوی کے ترکہ سے چوتھائی ملتی ہے۔

نوٹ:۔ یاد رہے کہ یہاں بیوی کی اولاد سے ذوی الارحام اولاد مراد نہیں جیسے نواسے نواسیاں وغیرہ کیونکہ یہ ہوں یا نہ ہوں دونوں صورتوں میں خاوند کو بیوی کے ترکہ سے نصف ہی ملیگا۔

عورتوں کا بیان

عورتیں آٹھ ہیں۔

۱۔ بیوی۔ اس کی دو حالتیں ہیں۔

(الف) خاوند کی اولاد نہ ہو۔ تو بیوی کو خاوند کے ترکہ سے چوتھا حصہ ملیگا۔

(ب) اور اگر خاوند کی اولاد ہو خواہ موجودہ بیوی سے یا کسی اور بیوی سے تو بیوی کو آٹھواں حصہ ملیگا۔

اگر ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو اسی چوتھائی یا آٹھویں حصہ کو آپس میں بحصہ برابر تقسیم کریں گی۔

نوٹ۔ یہاں بھی خاوند کی اولاد نرینہ سے ذوی الارحام اولاد مراد نہیں، جیسے نواسے نواسیاں وغیرہ کیونکہ یہ ہوں یا نہ ہوں دونوں صورتوں میں بیوی کو چوتھا حصہ ملیگا۔

(۲) بیٹی۔ میت کی صلبی (بلا واسطہ) بیٹی ——— اس کی تین حالتیں ہیں۔

(الف) لڑکی ایک ہو۔ تو اس کو ترکہ سے نصف حصہ ملیگا۔

(ب) لڑکیاں دو یا دو سے زیادہ ہوں۔ تو ان کو ترکہ سے دو تہائی حصہ ملیگا۔

(ج) لڑکیوں کے ساتھ اگر لڑکا بھی ہو۔ تو اس وقت لڑکی کا کوئی حصہ مقرر نہیں۔ بلکہ وہ لڑکے کے ساتھ ملکر عصبہ بالغیر ہو گی۔ اور لڑکے لڑکیوں کے درمیان اصحاب الفروض سے بچا ہوا ترکہ لڑکے اور لڑکیوں میں لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ کے اصول پر تقسیم ہوگا۔ یعنی لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ ملیگا۔ اس اصول کی تشریح یہ ہے۔ کہ

لڑکا اور لڑکی ایک ایک ہو۔ یا زیادہ ہوں۔ لڑکے اور لڑکیوں کی تعداد برابر ہو۔ یا کم و بیش ہر صورت میں لڑکوں کو دو دو لڑکیاں سمجھ کر اس تعداد کو لڑکیوں کی تعداد کے ساتھ جمع کر دیا جائے۔ پھر کل تعداد کے برابر ترکہ کے حصے کرکے ہر ایک لڑکی کو ایک ایک حصہ اور ہر ایک لڑکے

کو دو۔ دو حصے دیئے جائیں۔ مثلاً ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہو تو ترکہ کے تین حصے کرکے ایک لڑکی کو اور دو لڑکے کو دیئے جائیں۔

اگر ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہوں۔ تو ترکہ کے چار حصے کرکے ایک ایک حصہ دونوں لڑکیوں کو اور دو حصے لڑکے کو دیئے جائیں۔

اگر ایک لڑکی اور دو لڑکے ہوں۔ تو ترکہ کے پانچ حصے کرکے ایک لڑکی کو اور دو دو لڑکوں کو دیئے جائیں۔

اگر دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہوں۔ تو ترکہ کے چھ حصے کرکے ایک ایک حصہ دونوں لڑکیوں کو اور دو دو حصے دونوں لڑکوں کو دیئے جائیں۔ علیٰ ھذا القیاس لڑکے لڑکیوں کے درمیان ترکہ تقسیم ہو گا۔

(۳) پوتی

(۱) اگر میت کی لڑکی نہ ہو۔ صرف ایک پوتی ہو۔ تو اس کو ترکہ کا نصف حصہ ملیگا۔

(۲) اگر میت کی لڑکی نہ ہو۔ اور دو یا دو سے زیادہ پوتیاں ہوں تو ان کو ترکہ کی دو تہائی ملیگی۔

(۳) اگر میت کی ایک لڑکی اور ایک پوتی یا زیادہ ہوں۔ تو لڑکی کو نصف اور پوتی کو چھٹا حصہ ملیگا۔ اگر پوتیاں ایک سے زیادہ ہوں۔ تو وہ اسی چھٹے حصہ کو آپس میں برابر تقسیم کریں گی۔

(۴) اگر میت کی دو لڑکیاں ہوں۔ تو اس صورت میں پوتیاں محروم ہیں۔ اور اگر میت کی ایک لڑکی اور ایک پوتی یا کئی پوتیاں ہوں۔ تو اس صورت میں بھی نیچے درجے کی پوتیاں محروم ہوں گی۔ بشرطیکہ ان کے ساتھ ان کے درجہ میں کوئی پوتا یا ان سے نیچے کوئی پڑپوتا نہ ہو۔

(۵) اگر ان کے درجہ میں کوئی پوتا یا ان سے نیچے کوئی پڑپوتا ہو۔ تو اس صورت میں پوتیاں عصبہ بالغیر ہو جائیں گی اور اصحاب الفروض سے بچا ہوا ترکہ پوتوں اور پوتیوں میں اس طرح تقسیم ہو گا۔

جس طرح بیٹے بیٹیوں میں لِلذَّکَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَیَیۡنِ کے اصول پر تقسیم ہوتا ہے۔

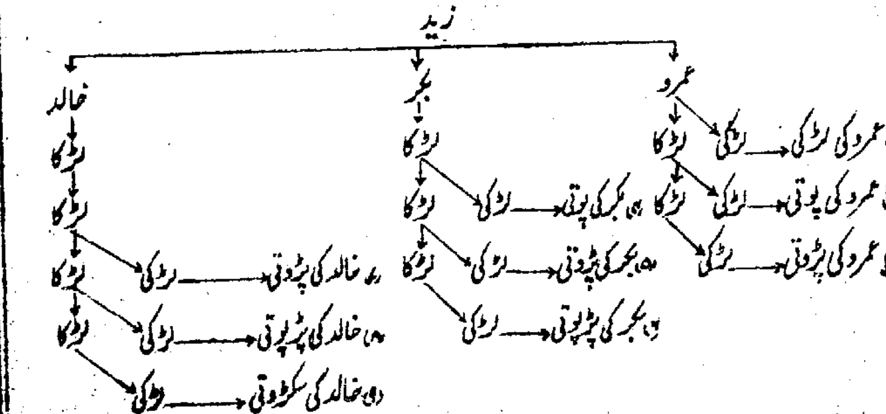
۹۔ میت کا بیٹا ہو۔ تو پوتیاں محروم ہیں۔

مسئلہ تشبیب

تشبیب کا معنی روشن کرنا ہے۔ چونکہ اس مسئلہ سے پوتیوں کے مسئلہ کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس کا نام مسئلہ تشبیب ہے۔ اور وہ حسب ذیل ہے۔

زید کے تین لڑکے عمرو۔ بکر۔ خالد ہیں۔ زید مرگیا اور وہ ۹ لڑکیاں چھوڑ گیا۔ تین عمرو کی اولاد سے تین بکر کی اولاد سے اور تین خالد کی اولاد سے۔ لیکن یہ ۹ لڑکیاں ایک درجہ میں نہیں۔ بلکہ اوپر نیچے ہیں۔ یعنی

۱۔ عمرو کی ایک لڑکی۔ دوسری پوتی۔ تیسری پڑوتی ہے۔
۲۔ بکر کی ایک پوتی، دوسری پڑوتی، تیسری پڑپوتی ہے۔
۳۔ خالد کی ایک پڑوتی دوسری پڑپوتی تیسری سکڑوتی ہے۔ جنکا نقشہ یہ ہے۔



عمرو کی لڑکی کے درجے میں بکر اور خالد کی کوئی لڑکی نہیں۔ اس لئے پوتی کی مذکورہ بالا چھ حالتوں سے حالت ۱ کے مطابق عمرو کی لڑکی کو زید کے ترکہ سے نصف حصہ ملیگا۔

عمرو کی پوتی کے درجہ میں صرف بکر کی پوتی ہے۔ اس لئے مذکورہ بالا چھ حالتوں سے حالت ۲ کے مطابق دونوں پوتیوں کو چھٹا حصہ ملیگا اور حالت ۴ کے مطابق نو سے باقی چھ محروم[1] ہوں گی۔

البتہ اگر ان چھ لڑکیوں سے کسی کے درجہ میں یا اس سے نیچے کے درجہ میں کوئی لڑکا زندہ ہو۔ تو وہ اپنے اور اپنے سے اوپر درجہ والی لڑکیوں کو عصبہ بالغیر بنا دے گا۔ اور بقیہ ترکہ ان میں للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر تقسیم ہو گا۔ مثلاً

بکر کا پڑوتا زندہ ہو۔ تو چھ میں سے تین لڑکیاں ایک بکر کی پڑوتی دوسری عمرو کی پڑوتی تیسری خالد کی پڑوتی عصبہ بن جائے گی۔ کیونکہ یہ تینوں اس کے برابر کے درجہ میں ہیں۔

اگر خالد کا پڑپوتا زندہ ہو۔ تو چھ سے پانچ لڑکیاں عصبہ ہوں گی۔ تین مذکورہ بالا۔ کیونکہ وہ اس سے اوپر کے درجہ میں ہیں۔ اور ایک بکر کی پڑپوتی اور ایک خالد کی پڑپوتی۔ کیونکہ یہ دونوں اس کے درجہ میں ہیں۔ چھٹی لڑکی جو خالد کی سکڑوتی ہے وہ محروم ہو گی۔ کیونکہ وہ خالد کے پڑپوتے سے نیچے درجہ میں ہے۔

نوٹ:۔ یاد رہے کہ لڑکا اپنے سے اوپر درجہ والی ان لڑکیوں کو عصبہ بنائے گا۔ جنکو بحیثیت اصحاب الفروض حصہ نہ ملا ہو۔ چنانچہ خالد کا پڑپوتا زندہ ہونے کی صورت میں پانچ لڑکیوں میں سے تین اوپر کے درجہ کی لڑکیوں (عمر۔ بکر۔ خالد کی پڑوتیوں) کو بحیثیت اصحاب الفروض کچھ نہیں ملا۔ اس لئے وہ عصبہ بن گئیں۔ اور عمرو کی لڑکی اور پوتی اور بکر کی پوتی بحیثیت اصحاب الفروض حصہ

[1] بقیہ تہائی اگر کوئی عصبہ ہو تو وہ لے جائے گا۔ ورنہ انہی تین لڑکیوں (عمرو کی لڑکی اور پوتی اور بکر کی پوتی) پر لوٹا دیا جائے گا۔ جس کی تفصیل رد کے بیان میں آئے گی۔

لے چکی ہیں۔ اس لئے وہ عصبہ نہیں بنیں گی۔ بلکہ وہ اصحاب الفروض ہی رہیں گی۔ البتہ اگر اُن کے درجہ میں کوئی لڑکا زندہ ہو۔ تو پھر وہ عصبہ بن جائیں گی۔ اور اصحاب الفروض نہیں رہیں گی۔

نوٹ ۲۔ یہ بھی یاد رہے۔ کہ جس درجہ میں لڑکا زندہ ہوگا۔ اس سے نیچے سب اولاد لڑکے لڑکیاں محروم رہیں گی۔

۴۔ **عینی بہن**:۔ عینی (حقیقی) بہن جن کے ماں باپ ایک ہوں۔ اس کی پانچ حالتیں ہیں۔

(۱) میت کے باپ دادا اور اولاد نہ ہو۔ صرف ایک بہن ہو۔ تو اس کو نصف حصہ ملیگا۔

(۲) بہنیں دو یا دو سے زیادہ ہوں۔ تو ان کو ترکہ کی دو تہائی حصہ ملیگا۔

(۳) جب ان کے ساتھ بھائی ہو۔ تو یہ عصبہ ہوں گی۔ جیسے بیٹیاں بیٹوں کے ساتھ عصبہ ہوتی ہیں۔ اور ترکہ ان کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر تقسیم ہوگا۔

(۴) اگر میت کی بیٹی بیٹیاں یا پوتی پوتیاں نیچے تک ہوں۔ تو پھر بھی بہنیں عصبہ ہیں۔ بیٹیوں سے پوتیوں سے جو کچھ بچیگا وہ ان کو ملیگا۔ حدیث میں ہے اِجْعَلُوا الاَخْوَاتِ مَعَ الْبَنَاتِ عَصَبَۃً یعنی بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ بناؤ۔

(۵) بیٹے۔ پوتے۔ پڑوتے نیچے تک۔ ان کی موجودگی میں بہنیں محروم ہیں۔ اور باپ کی موجودگی میں بھی محروم ہیں۔ لیکن ماں کی موجودگی میں محروم نہیں

دادا کے ساتھ محروم ہونے میں اختلاف ہے اکثر علماء کہتے ہیں۔ وارث ہونگی۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک محروم ہیں۔

۵۔ **علاتی بہن**:۔ علاتی بہنیں جن کا باپ ایک ہو اور مائیں جدا ہوں۔ پانچ حالتوں میں یہ عینی بہنوں کی طرح ہیں۔ اور دو حالتیں ان کی زیادہ ہیں۔ کل سات حالتیں ہیں۔

(۱) اگر عینی بہن بھائی نہ ہوں۔ تو ایک کے لئے نصف ہے۔

(۲) اور دو یا دو سے زیادہ کیلئے دو تہائی ہے۔

(۳) ایک عینی بہن کے ساتھ علاتی بہن ایک ہو یا زیادہ۔ ان کے لئے ترکہ کا چھٹا حصہ ہے۔ جیسے پوتی کو بیٹی کے ساتھ چھٹا حصہ ملتا ہے۔ نصف عینی کا اور چھٹا حصہ ان کا۔ اور یہ ترکہ کی دو تہائی ہوتی ہے۔

(۴) اگر عینی بہنیں دو ہوں تو علاتی محروم ہیں۔ جیسے دو بیٹیوں کے ساتھ پوتی محروم ہے۔

(۵) اگر دو یا دو سے زیادہ عینی بہنوں کے ساتھ علاتی بہنیں بھی ہوں اور علاتی بہنوں کا بھائی بھی ہے۔ تو اس صورت میں علاتی بہنوں کا بھائی ان کو عصبہ بنا دیگا۔ اور عینی بہنوں کو ترکہ کا دو تہائی دیکر باقی علاتی بہن بھائیوں میں للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر تقسیم ہوگا۔

(۶) بیٹیوں اور پوتیوں کے ساتھ بھی علاتی بہن عصبہ ہو جائیگی۔ جیسے عینی بہن بیٹیوں اور پوتیوں کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہے

(۷) بیٹوں۔ پوتوں۔ پڑوتوں نیچے تک ان کی موجودگی میں علاتی بہن محروم ہے۔ باپ کی موجودگی میں بھی محروم ہے لیکن ماں کی موجودگی میں محروم نہیں۔ اور امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر دادا کی موجودگی میں بھی محروم ہے۔ لیکن کئی علماء کے نزدیک دادا کی موجودگی میں وارث ہوتی ہے اور عینی بھائی کے ساتھ علاتی بہن محروم ہے۔ اور عینی بہن جب عصبہ بن جائے۔ تو علاتی بہن اس صورت میں بھی محروم ہے۔

۶۔ **اخیافی بہن**:۔ اخیافی بہنیں جن کی ماں ایک اور باپ جدا ہوں ان کا بیان اخیافی بھائیوں کے بیان میں صلا پر گزر چکا ہے۔

۷۔ **ماں**:۔ ماں کی تین حالتیں ہیں۔

(۱) میت کی اولاد ہو۔ خواہ لڑکا ہو یا لڑکی یا پوتا یا پڑوتا۔ پوتی یا پڑوتی نیچے تک اس حالت میں ماں کو چھٹا حصہ ملے گا۔

میت کی اولاد نہ ہو۔ لیکن دو یا دو سے زیادہ بہن بھائی ہوں۔ تو بھی ماں کو چھٹا حصہ ملتا ہے خواہ صرف دو بھائی ہوں۔ یا صرف دو بہنیں یا مخلوط اور خواہ عینی ہوں یا علاتی یا اخیافی یا مخلوط۔

(۲) اگر میت کی اولاد نہ ہو۔ نہ بھائی بہن ہوں۔ اگر ہو۔ تو صرف ایک بھائی یا صرف ایک بہن ہو تو پھر ماں کو تمام ترکہ کی تہائی ملتی ہے۔

(۳) اگر میت کے تین وارث ماں باپ اور بیوی یا ماں باپ اور خاوند ہوں تو اس حالت میں بیوی کا یا خاوند کا حصہ ترکہ سے علیحدہ کرکے باقی کی تہائی ماں کو ملے گی۔ مثلاً وارث ماں باپ اور بیوی ہوں۔ تو کل ترکہ کے چار حصہ کرکے چوتھائی یعنی ایک حصہ بیوی کا اور باقی تین میں سے ایک حصہ ماں کا اور دو باپ کے۔ اگر وارث ماں باپ اور خاوند ہوں تو کل ترکہ کے چھ حصے کرکے نصف یعنی تین حصہ خاوند کے اور باقی تین میں سے ایک ماں کا اور دو باپ کے لیکن اگر باپ کی جگہ دادا ہو تو پھر بیوی کا یا خاوند کا حصہ علیحدہ کئے بغیر ماں کو تمام ترکہ کی تہائی ملیگی۔ حضرت امام ابو یوسفؒ اس کے خلاف ہیں وہ کہتے ہیں۔ باپ ہو یا دادا ہو۔ بہر صورت ماں کو باقی کی تہائی ملے گی۔

نانی دادی

عربی زبان میں نانی دادی کو جدہ اور نانے، دادے کو جد کہتے ہیں۔

جد کی دو قسمیں ہیں۔ صحیح اور فاسد ـــــــ اسی طرح جدہ کی دو قسمیں ہیں۔ صحیحہ اور فاسدہ

جد صحیح وہ ہے کہ اس کے اور میت کے درمیان عورت کا واسطہ نہ ہو۔ جیسے دادا پڑدادا سکڑدادا اوپر تک

جد فاسد وہ ہے کہ اس کے اور میت کے درمیان عورت کا واسطہ ہو۔ جیسے نانا پڑنانا اوپر تک اسی طرح دادی، پڑدادی کا باپ اوپر تک

جدہ صحیحہ وہ ہے کہ اس کے اور میت کے درمیان جد فاسد کا واسطہ نہ ہو۔ جیسے نانی پڑنانی اوپر تک اور دادی پڑدادی اوپر تک

جدہ فاسدہ وہ ہے کہ اس کے اور میت کے درمیان جد فاسد کا واسطہ ہے۔ جیسے نانا کی ماں یا دادی کے باپ کی ماں

جد فاسد اور جدہ فاسدہ ذوی الارحام سے ہیں۔ ان کا ذکر ذوی الارحام میں آئے گا۔ انشاءاللہ

جد صحیح کا بیان مردوں کے بیان میں گذر چکا ہے۔ یہاں جدہ صحیحہ کا بیان ہوتا ہے جدہ صحیحہ کی تین حالتیں ہیں۔

(۱) نانی ہو یا دادی اس کے لئے ترکہ کا چھٹا حصہ ہے۔ ایک ہو تو وہ اکیلی چھٹے حصہ کی وارث ہوگی اگر زیادہ ہوں خواہ باپ کی طرف سے ہوں یا ایک ماں کی طرف سے ہو اور ایک یا زیادہ باپ کی طرف سے ہوں تو اسی چھٹے کو آپس میں برابر تقسیم کرلیں گی۔ مگر شرط یہ ہے۔ کہ وہ درجہ میں برابر ہوں۔

(۲) اگر درجہ میں برابر نہ ہوں۔ تو دور والی محروم ہوگی۔ جیسے دادی کی موجودگی میں پڑدادی اور پڑنانی محروم ہوگی۔ اسی طرح نانی کی موجودگی میں دونوں محروم ہوں گی۔

(۳) ماں کی موجودگی میں کوئی وارث نہیں ہوگی۔ نانی ہو یا دادی

اسی طرح باپ کی موجودگی میں دادی پڑدادی وارث نہیں ہوگی۔ کیونکہ یہ اصول ہے۔ کہ جس کا تعلق میت سے بالواسطہ ہو۔ وہ اس واسطہ کی موجودگی میں وارث نہیں ہوتا چنانچہ اس کی تفصیل حجب کے بیان میں ہوگی۔ انشاءاللہ

البتہ نانی باپ کی موجودگی میں وارث ہوگی۔ کیونکہ نانی کا رشتہ میت کے باپ کے واسطہ سے نہیں اور حضرت عمرؓ عبداللہ بن مسعودؓ۔ اور ابو موسیٰ اشعریؓ وغیرہم سے منقول ہے کہ دادی بھی باپ کی

(۱) جدہ صحیحہ ماں کی طرف سے ایک درجہ میں ایک ہی ہوتی ہے جیسے نانی، پڑنانی اور باپ کی طرف سے متعدد ہو سکتی ہیں۔ جیسے دادے کی ماں اور باپ کی نانی۔

(۲) مغنی ابن قدامہ مع شرح کبیر وغیرہ

موجودگی میں وارث ہوگی اور شریحؒ قاضی حسن بصریؒ اور محمد بن سیرینؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔ ایک ضعیف حدیث بھی اس کی مؤید ہے مگر یہ مذہب کچھ کمزور ہے۔ جس کی دو وجہ ہیں ایک تو اصول مذکورہ کے خلاف ہے۔ دوسرے اکثر علماء اس کے قائل نہیں۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور زید بن ثابتؓ وغیرھم کا یہ مذہب ہے۔ کہ باپ کی موجودگی میں دادی وارث نہیں۔ اور امام مالکؒ امام شافعیؒ۔ امام ابوحنیفہؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ پس ترجیح اسی کو ہے۔ کہ باپ کی موجودگی میں دادی وارث نہیں ہوگی۔ اسی طرح دادے کی موجودگی میں پڑدادی سکڑدادی وارث نہیں ہوگی۔ البتہ دادی اور دادی کی ماں اوپر تک دادے کی موجودگی میں وارث ہوں گی کیونکہ دادی دادے کی بیوی ہے۔ دادی کا رشتہ میت کے ساتھ دادے کے واسطہ سے نہیں بلکہ باپ کے واسطہ سے ہے۔

نوٹ:۔ جدہ جب متعدد ہوں۔ اور ایک جدہ کا میت سے ایک رشتہ ہو۔ اور ایک کے دو یا زیادہ رشتے ہوں۔ جیسے ایک جدہ نانی کی ماں بھی ہے اور دادے کی ماں بھی اور ایک صرف دادی کی ماں ہے یا ایک نانی کی ماں کی ماں بھی ہے۔ اور دادی کی ماں کی ماں بھی ہے۔ اور دادے کے باپ کی ماں بھی ہے یعنی میت سے تین رشتے ہیں۔ اور ایک صرف دادے کی ماں کی ماں ہے ——— ایسی صورت میں چھٹا حصہ جو ان کو ملے گا۔ اس کی تقسیم میں اختلاف ہے۔ امام ابویوسفؒ وغیرہ فرماتے ہیں۔ چھٹا حصہ ابدان پر تقسیم ہوگا۔ یعنی جتنے افراد ہیں۔ اتنے حصے ہوں گے دو جدہ ہیں تو دو حصے ہوں گے۔ زیادہ ہیں تو زیادہ

امام احمد بن حنبلؒ اور امام محمدؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ وہ چھٹا حصہ جہات پر تقسیم ہوگا۔ یعنی جتنے رشتہ ہوں گے اتنے حصے ہوں گے۔ جس کے دو یا تین رشتے ہوں گے۔ اس کو دو یا تین حصے اور جس کا ایک رشتہ ہوگا۔ اس کو ایک حصہ ملیگا۔

حجب

حجب کا معنی روک اور پردہ کے ہیں۔ علم وراثت میں حجب سے مراد میت کے وارثوں کا آپس میں ایک دوسرے کے لئے رکاوٹ ہونا یا ایک دوسرے کے حصہ میں کمی بیشی کا باعث بننا ہے۔

حجب کی دو قسمیں ہیں۔ حجب نقصان اور حجب حرمان

حجب نقصان یہ ہے۔ کہ وارث کے حصہ میں کچھ کمی ہو جائے۔

حجب حرمان یہ ہے کہ بالکل محروم ہو جائے۔

حجب نقصان پانچ شخصوں کیلئے ہے (۱) خاوند (۲) بیوی (۳) ماں (۴) پوتی (۵) علاتی بہن ان کی تفصیل اصحاب الفروض کے بیان میں متفرق طور پر ہو چکی ہے۔ لیکن یہاں اختصار کے ساتھ ان سب کا ذکر ایک جگہ کیا جاتا ہے۔

(۱) خاوند کا حصہ بیوی کے ترکہ سے نصف ہے۔ اگر میت کی اولاد ہو۔ تو نصف سے چوتھائی ہو جاتا ہے۔

(۲) بیوی کا خاوند کے ترکہ سے چوتھائی ہے۔ اگر اولاد ہو۔ تو آٹھواں حصہ ہو جاتا ہے۔

(۳) میت کی اولاد نہ ہو۔ تو ماں کا میت کے ترکہ سے تہائی ہے اگر میت کے دو بھائی بہن ہوں تو تہائی سے چھٹا ہو جاتا ہے۔ جیساکہ اولاد ہونے کی صورت میں چھٹا ہو جاتا ہے۔

(۴) پوتی بیٹی ہی ہوتی ہے۔ اس کا بیٹی کی طرح نصف ہے۔ لیکن پوتی کے ساتھ جب بیٹی ہو۔ تو پوتی کا چھٹا حصہ ہے۔

(۵) علاتی بہن عینی بہن کی طرح ہے۔ اولاد نہ ہونے کی صورت میں نصف کی حقدار ہے لیکن عینی بہن کی موجودگی میں علاتی بہن کا چھٹا حصہ ہے۔

حجب حرمان اس کی بنا دو قاعدوں پر ہے۔ پہلا قاعدہ یہ ہے کہ جس کا تعلق میت سے دوسرے

شخص کے واسطہ سے ہو۔ تو وہ اس واسطہ کی موجودگی میں وارث نہیں ہوگا۔ بشرطیکہ یہ واسطہ عصبہ ہو۔ یا دونوں کے وارث ہونے کا سبب ایک ہو۔

واسطہ کے عصبہ ہونے کی مثال

میت کے ساتھ پوتے کا تعلق لڑکے کے واسطہ سے ہے۔ اور لڑکا عصبہ ہے۔ اسی طرح دادے کا تعلق باپ کے واسطہ سے ہے اور باپ عصبہ ہے۔ اسلئے لڑکے کی موجودگی میں پوتا اور باپ کی موجودگی میں دادا محروم ہوگا۔

سبب ایک ہونے کی مثال

میت کے ساتھ نانی کا تعلق ماں کے واسطہ سے ہے۔ اور ماں عصبہ نہیں ہے۔ لیکن ماں اور نانی کے وارث ہونے کا سبب ایک (ماں ہونا) ہے اس لئے ماں کی موجودگی میں نانی محروم ہے۔ اگر واسطہ عصبہ بھی نہ ہو۔ اور دونوں کا سبب بھی ایک نہ ہو۔ تو یہ واسطہ محرومی کا سبب نہ ہوگا۔ جیسے

میت کے ساتھ اخیافی بہن بھائی کا تعلق ماں کے واسطہ سے ہے۔ لیکن ماں کے وارث ہونے کا سبب ماں ہونا ہے۔ اور اخیافی بہن بھائی کے وارث ہونے کا سبب بہن بھائی ہونا ہے۔ اس لئے ماں کی موجودگی میں اخیافی بہن بھائی محروم نہیں بلکہ وارث ہوں گے۔

دوسرا قاعدہ

اَلْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ یعنی ایک وارث دوسرے وارث کی نسبت میت کے زیادہ قریب ہو تو اس کی موجودگی میں دور والا محروم[1] ہوگا۔ خواہ دونوں کے وارث ہونے کا سبب ایک ہو یا ایک نہ ہو۔

سبب ایک ہونے کی مثال

لہ لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ دور والے کی لائن الگ نہ ہو اور اگر لائن الگ ہو تو وراثت کا سبب ایک نہ ہو اگر لائن بھی علیحدہ ہو اور وراثت کا سبب بھی علیحدہ ہو تو پھر وہ محروم نہیں جیسے باپ کی موجودگی میں نانی وارث ہے حالانکہ باپ سے دور ہے وجہ اسکی یہی ہے کہ اسکا تعلق میت سے بواسطہ ماں میت سے ہے نہ بواسطہ باپ اور وراثت کا سبب نانی کا ماں ہونا ہے اور باپ کا باپ ہونا۔ برخلاف پوتے کے کہ جس کا باپ مرچکا ہے اس کی لائن دادے کے زندہ بیٹے سے بے شک الگ ہے لیکن بیٹے اور پوتے کی وراثت کا سبب ایک ہی ہے۔ اور وہ بیٹا ہونا ہے اس لئے پوتا محروم ہے۔ اسی طرح ماں کی موجودگی میں دادیاں پڑدادیاں سب محروم ہیں اگرچہ دادی ان کی ماں سے الگ ہے۔ مگر وراثت کا سبب ایک ہے۔ اور وہ ماں ہونا ہے۔ اور [illegible] الگ ہونے سے مراد یہ ہے کہ واسطہ والا جس واسطہ سے میت سے ملتا ہے اقریب والے کا اصل نہ ہو [illegible] الگ نہ ہوگی جیسے میت کا بیٹا اور بھائی۔

جیسے بیٹا پوتے کی نسبت میت کے زیادہ قریب ہے۔ اور دونوں کے وارث ہونے کا سبب بھی ایک (بیٹا ہونا) ہے۔ اسی طرح باپ دادے کی نسبت میت کے زیادہ قریب ہے اور دونوں کے وارث ہونے کا سبب بھی ایک (باپ ہونا) ہے۔ اسلئے بیٹے کی موجودگی میں پوتا اور باپ کی موجودگی میں دادا وارث نہیں ہوگا۔ اور یہ دو مثالیں پہلے قاعدہ کے تحت بھی ذکر[1] ہو چکی ہیں۔

سبب ایک نہ ہونے کی مثال جیسے بیٹا اور بھائی بیٹے کے وارث ہونے کا سبب بیٹا ہونا ہے، اور بھائی کے وارث ہونے کا سبب بھائی ہونا ہے۔ چونکہ بیٹا بھائی کی نسبت میت کے زیادہ قریب ہے اس لئے بیٹے کی موجودگی میں بھائی محروم ہوگا۔

جو شخص وراثت کا اہل نہیں جیسے کافر میت کا قاتل اور میت کا غلام یہ حجب حرمان کا سبب نہیں ہوں گے۔ مثلاً بیٹا کافر ہو۔ تو اس سے پوتا یا اخیافی بہن بھائی محروم نہیں ہوں گے۔ اور اگر لڑکی کافرہ ہو تو بھی اخیافی بہن بھائی محروم نہیں ہوں گے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے۔ البتہ حاجب نقصان ہونے میں اختلاف ہے جمہور کا مذہب ہے کہ حاجب نقصان نہیں۔ لیکن حضرت عبداللہؓ بن مسعود کہتے ہیں کہ حاجب نقصان ہے۔ مثلاً بیٹا کافر ہو۔ تو ماں کا تہائی کی بجائے چھٹا حصہ ہوگا۔ اور خاوند کا نصف کی بجائے چوتھائی اور بیوی کا چوتھائی کی بجائے آٹھواں حصہ ہوگا۔

طریقہ تقسیم اور مخارج فروض

آپ پڑھ چکے ہیں کہ فروض فرض کی جمع ہے، علم وراثت میں فرض مقرر حصے کو کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں اصحاب الفروض کے کل چھ حصے مقرر ہیں جو یہ ہیں۔

(۱) نصف ($\frac{1}{2}$) (۲) ربع (چوتھائی) $\frac{1}{4}$ (۳) ثمن (آٹھواں) $\frac{1}{8}$

لہ لیکن پہلی مثال اس صورت میں پہلے قاعدہ کے تحت آئے گی کہ پوتا زندہ بیٹے کا بیٹا ہو۔ اور اگر مرے ہوئے بیٹے کا بیٹا ہو تو پھر یہ صرف دوسرے قاعدہ کی مثال ہوگی۔ پہلے قاعدہ کے تحت نہیں آسکتی۔

(۱) ثلثان (دو تہائی) ۲/۳ (۲) ثلث (تہائی) ۱/۳ (۳) سُدس چھٹا (۱/۶)

چونکہ پہلے تین حصوں میں نصف ربع کا دوگنا ہے اور ربع ثمن کا دوگنا ہے اس لئے یہ تینوں ایک قسم کے ہیں۔ اور دوسرے تینوں میں ثلثان ثلث کا دوگنا اور ثلث سدس کا دوگنا ہے۔ اس لئے یہ دوسری قسم کے ہیں۔

مخرج

مخرج اس عدد کو کہتے ہیں جس سے کوئی حصہ نکالا جاسکے مذکورہ بالا چھ حصوں کے پانچ مخارج ہیں نصف حصہ نکالنے کے لئے شئی کے دو حصے کئے جاتے ہیں۔ اس لئے "دو" نصف کا مخرج ہے۔ ربع (چوتھائی) حصہ نکالنے کے لئے شئی کے چار حصے کئے جاتے ہیں۔ اس لئے ربع کا مخرج "چار" ہے۔ ثمن (آٹھواں) نکالنے کے لئے شئی کے آٹھ حصے کئے جاتے ہیں۔ اس لئے ثمن کا مخرج آٹھ ہے۔ ثلثان (دو تہائی) نکالنے کے لئے شئی کے تین حصے کئے جاتے ہیں اس لئے ثلثان کا مخرج "تین" ہے۔ اسی طرح ثلث (تہائی) نکالنے کے لئے بھی شئی کے "تین" حصے کئے جاتے ہیں اس لئے اس کا مخرج بھی تین ہے۔ سدس (چھٹا حصہ) نکالنے کے لئے شئی کے چھ حصے کئے جاتے ہیں۔ اس لئے سدس کا مخرج چھ ہے۔ پس مذکورہ بالا چھ حصوں کے (دو۔ چار۔ آٹھ۔ تین۔ چھ) کل پانچ مخرج ہوئے اور یہ ہر حصہ کے انفرادی یعنی علیحدہ علیحدہ مخرج ہیں۔

اگر پہلی قسم کے حصے آپس میں یا دوسری قسم کے حصے آپس میں جمع ہوں تو ان کا مخرج بھی مذکورہ پانچ مخارج سے کوئی ہوگا۔ مثلاً پہلی قسم سے نصف اور ربع جمع ہوں تو مخرج چار ہوگا اگر نصف اور ثمن یا ربع اور ثمن یا نصف اور ربع اور ثمن تینوں جمع ہوں تو مخرج آٹھ ہوگا۔ اسی طرح دوسری قسم سے ثلثان اور ثلث جمع ہوں تو مخرج تین ہوگا۔ اگر ثلثان اور سُدس یا ثلث اور سُدس یا ثلثان اور

ثلث اور سدس تینوں جمع ہوں تو مخرج چھ ہوگا۔

اور اگر پہلی قسم سے نصف دوسری قسم کے کسی ایک یا دو یا تینوں کے ساتھ جمع ہو تو بھی مخرج چھ ہوگا۔ ہاں اگر پہلی قسم سے ربع دوسری قسم کے کسی ایک یا دو یا تینوں کے ساتھ جمع ہو تو مخرج بارہ ہوگا اور اگر پہلی قسم سے ثمن دوسری قسم کے کسی ایک یا دو یا تینوں کے ساتھ جمع ہو تو مخرج چوبیس ہوگا۔ یہ دونوں (بارہ اور چوبیس) مخرج پہلے پانچ مخارج سے ملا کر کل سات مخارج ہوئے۔ ان کو مخارج فروض اور اصول فروض بھی کہتے ہیں۔

ان سات مخارج کو اچھی طرح محفوظ کر لینا چاہیئے کیونکہ تقسیم ترکہ کا دارومدار انہی پر ہے وراثت کا جو مسئلہ پیش آئے گا وہ انہی سات مخارج سے حل ہوگا ——— مثلاً میت کے وارث ایک بیوی ایک لڑکی اور ماں باپ ہیں۔ اس حالت میں بیوی کا ثمن (آٹھواں) لڑکی کا نصف اور ماں باپ دونوں میں سے ہر ایک کا سُدس ہے۔ اس مسئلہ میں ثمن نصف اور سدس جمع ہوگئے ان کا مخرج چوبیس ہے اب ترکہ کے چوبیس ۲۴ حصے کرکے تین بیوی کے بارہ لڑکی کے اور چار چار ماں باپ کے کل تئیس ۲۳ حصے ہوئے باقی ایک حصہ بچا وہ باپ کو دیا جائیگا۔ کیونکہ وہ عصبہ ہے باپ کو چار حصے بحیثیت اصحاب الفروض ہونے کے اور ایک بحیثیت عصبہ ہونے کے۔ کل پانچ دیئے جائیں گے۔

تقسیم ترکہ کے وقت کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اصحاب الفروض پر پورا ترکہ تقسیم ہوجاتا ہے باقی کچھ نہیں بچتا مثلاً میت کے وارث ایک لڑکی، ایک پوتی اور ماں باپ ہیں۔ اس حالت میں لڑکی کا نصف۔ پوتی کا سدس اور ماں باپ دونوں میں سے ہر ایک کا سُدس ہے اس مسئلہ میں نصف اور سدس جمع ہوگئے ان کا مخرج چھ ہے اب کل ترکہ کے چھ حصے کرکے تین لڑکی کے۔ ایک پوتی کا اور ایک ایک ماں باپ کا کل چھ حصے پورے ہوگئے

عول

عول کا لغوی معنی جھکاؤ اور زیادتی ہے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مخرج کے مطابق ترکہ کے جو حصے کئے جاتے ہیں وہ وارثوں کو پورے نہیں آتے اس صورت میں ہر حصہ سے تھوڑا تھوڑا کم کر کے حصوں کی تعداد بڑھادی جاتی ہے اس بڑھانے کا نام علم میراث کی اصطلاح میں "عول" ہے۔ مثلاً میت کے وارث خاوند، ایک لڑکی اور ماں باپ ہیں اس حالت میں خاوند کا ربع۔ لڑکی کا نصف اور ماں باپ دونوں میں سے ہر ایک کا سُدس ہے اس مسئلہ میں ربع۔ نصف اور سُدس جمع ہوگئے ان کا مخرج بارہ ہے اب ترکہ بارہ حصے کر کے تین خاوند کے۔ چھ لڑکی کے اور دو دو ماں باپ کے کل تیرہ حصے ہوگئے چونکہ مخرج کے مطابق ترکہ کے بارہ حصے ہیں جو وارثوں کو پورے نہیں آتے۔ اس لئے ہر حصہ سے تھوڑا تھوڑا کم کر کے ایک حصہ بڑھا کر بارہ حصوں کے تیرہ کر دیئے تاکہ تقسیم مذکورہ کا حساب درست ہو جائے۔

نوٹ:۔ سات مخرج سے صرف تین میں عول ہوتا ہے جو یہ ہیں۔ چھ۔ بارہ۔ چوبیس باقی میں عول کی ضرورت پیش نہیں آتی۔

ردّ

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مخرج کے مطابق جو حصے کئے جاتے ہیں۔ اصحاب الفروض کو دینے کے بعد ان سے کچھ بچ جاتے ہیں اور عصبہ کوئی نہیں ہوتا اس لئے یہ بچے ہوئے حصے خاوند، بیوی کے سوا پھر انہی اصحاب الفروض میں ان کے حصوں کے تناسب سے تقسیم کر دیئے جاتے ہیں۔ ردّ کے اصل معنی لوٹانے کے ہیں چونکہ بچے ہوئے حصے اصحاب الفروض پر لوٹائے گئے ہیں اس لئے علم میراث کی اصطلاح میں اس کو "ردّ" کہا جاتا ہے اور یہ عول کا الٹ ہے عول میں حصے بڑھائے جاتے ہیں اور اس میں حصے گھٹائے جاتے ہیں ——— مثلاً میت کے وارث ایک بیوی ایک لڑکی اور ایک پوتی ہے

اس حالت میں بیوی کا آٹھواں، لڑکی کا نصف اور پوتی کا سُدس ہے۔ اس مسئلہ میں نصف اور سُدس اور ثمن جمع ہو گئے ان کا مخرج چوبیس ہے۔ ترکہ کے چوبیس حصے کر کے تین بیوی کے بارہ لڑکی کے، چار پوتی کے کل انیس ہوئے پانچ حصے باقی بچے چونکہ عصبہ کوئی نہیں اس لئے یہ پانچوں حصے بیوی کو چھوڑ کر لڑکی اور پوتی پر ان کے حصوں کے تناسب سے لوٹا دیئے جائیں گے۔

لڑکی کو نصف اور پوتی کا چھٹا ہے۔ نصف چھٹے کا تین گنا ہے ان میں ایک اور تین کی نسبت ہے اس لئے یہ پانچوں حصے ایک اور تین کی نسبت سے تقسیم ہوں گے یعنی پانچ کے چار حصے کر کے تین لڑکی کو اور ایک پوتی کو دے دیا جائے گا۔

چونکہ اس میں حصوں کی تعداد کم کی جاتی ہے اس لئے "ردّ" "عول" کا الٹ ہوا

مسائل کی صورتیں

آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ قرآن مجید میں اصحاب الفروض کے کل چھ حصے مقرر ہیں۔ مسائل میں کبھی یہ انفرادی یعنی علیحدہ علیحدہ آتے ہیں اور کبھی دو یا دو سے زیادہ جمع ہو جاتے ہیں اس طرح مسائل کی کل عقلی صورتیں تریسٹھ بن سکتی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

نمبر شمار	حصہ		نمبر شمار	حصہ	
	انفرادی صورتیں		۴	سدس	
۱	نصف		۵	ثلث	
۲	ربع		۶	ثلثان	
۳	ثمن			اجتماعی صورتیں	

نمبر شمار	حصے		نمبر شمار	حصے	
۷	نصف و ربع		۲۵	نصف و ثلثان و ثلث و سدس	
۸	نصف و ثمن		۲۶	نصف و ثلث و سدس	
۹	ربع و ثمن	ناممکن	۲۷	ربع و ثلثان و ثلث	
۱۰	نصف و ربع و ثمن	ناممکن	۲۸	ربع و ثلثان و سدس	
۱۱	ثلثان و ثلث		۲۹	ربع و ثلث و سدس	
۱۲	ثلثان و سدس		۳۰	ثمن و ثلثان و ثلث	
۱۳	ثلث و سدس		۳۱	ثمن و ثلثان و سدس	
۱۴	ثلثان و ثلث و سدس		۳۲	ثمن و ثلث و سدس	اختلافی
۱۵	نصف و ثلثان		۳۳	ثلثان و نصف و ربع	ناممکن
۱۶	نصف و ثلث		۳۴	ثلث و نصف و ربع	
۱۷	نصف و سدس		۳۵	سدس و نصف و ربع	
۱۸	ربع و ثلثان		۳۶	ثلثان و نصف و ثمن	ناممکن
۱۹	ربع و ثلث		۳۷	ثلث و نصف و ثمن	ناممکن
۲۰	ربع و سدس		۳۸	سدس و نصف و ثمن	
۲۱	ثمن و ثلثان		۳۹	ثلثان و ربع و ثمن	ناممکن
۲۲	ثمن و ثلث	اختلافی	۴۰	ثلث و ربع و ثمن	ناممکن
۲۳	ثمن و سدس		۴۱	سدس و ربع و ثمن	ناممکن
۲۴	نصف و ثلثان و ثلث	اختلافی	۴۲	نصف و ثلثان و ثلث و سدس	

نمبر شمار	حصے		نمبر شمار	حصے	
۴۳	ربع و ثلثان و ثلث و سدس		۵۴	ربع و ثمن و ثلثان و ثلث	ناممکن
۴۴	ثمن و ثلثان و ثلث و سدس	اختلافی	۵۵	ربع، ثمن و ثلثان و سدس	"
۴۵	ثلثان و نصف و ربع و ثمن	ناممکن	۵۶	ربع و ثمن و ثلث و سدس	"
۴۶	ثلث و نصف و ربع و ثمن	"	۵۷	نصف و ربع و ثلثان و ثلث و سدس	"
۴۷	سدس و نصف و ربع و ثمن	"	۵۸	نصف و ثمن و ثلثان و ثلث و سدس	"
۴۸	نصف و ربع و ثلثان و ثلث	"	۵۹	ربع و ثمن و ثلثان و ثلث و سدس	"
۴۹	نصف و ربع و ثلثان و سدس	"	۶۰	ثلثان و ثلث و نصف و ربع و ثمن	"
۵۰	نصف و ربع و ثلث و سدس	"	۶۱	ثلثان و سدس و نصف و ربع و ثمن	"
۵۱	نصف و ثمن و ثلثان و ثلث	ناممکن	۶۲	ثلث و سدس و نصف و ربع و ثمن	"
۵۲	نصف و ثمن و ثلثان و سدس	"	۶۳	نصف و ربع و ثمن و ثلثان و ثلث و سدس	"
۵۳	نصف و ثمن و ثلث و سدس				

مذکورہ بالا ترسیٹھ[۶۳] صورتوں سے پچیس[۲۵] صورتیں بالاتفاق ناممکن ہیں یعنی ایسا کوئی مسئلہ پیش نہیں آئے گا جو ان صورتوں سے ہو اور چار صورتیں اختلافی ہیں تفصیل بالا میں ناممکن صورتوں اور اختلافی صورتوں کے بالمقابل لفظ "ناممکن" اور "اختلافی" لکھ دیا گیا ہے۔ باقی چونتیس صورتیں بالاتفاق ممکن ہیں۔ اصحاب الفروض کے متعلق وراثت کا جو مسئلہ کبھی پیش آئیگا۔ وہ ان چونتیس متفقہ یا چار اختلافی صورتوں سے ہوگا اسلئے ان اڑتیس[۳۸] صورتوں کی تفصیل کی جاتی ہے لیکن ان صورتوں میں مسئلہ تلاش کرنے سے پہلے اصحاب الفروض کے ان حالات کا جن کے ماتحت ان کو یہ چھ حصے ملتے ہیں۔ اور عصبہ کی ترتیب کا مکمل طور پر ذہن میں حاضر ہونا ضروری ہے ورنہ مسئلہ حل ہونا مشکل ہوگا۔

نوٹ:۔ ان صورتوں میں اصحاب الفروض کا بیان مکمل ہوگا اور عصبہ کا ذکر بطور مثال آئے گا۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ کسی شخص کو ان "چھتیس" صورتوں سے کسی ایک صورت کے مطابق کوئی مسئلہ پیش آئے لیکن پیش آمدہ مسئلہ میں عصبہ وہ نہ ہو۔ جس کا ذکر ہماری بیان کردہ صورت میں ہے تو ایسی حالت میں یہ معلوم کرنے کے لئے کہ مسئلہ پیش آمدہ میں اصحاب الفروض کے بعد باقی ترکہ کا حقدار کون سا عصبہ ہے۔ عصبات کی ترتیب کا دیکھنا ضروری ہے۔ جس کا ذکر زیر عنوان "ترتیب تقسیم" ہو چکا ہے۔

اور ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ہماری بیان کردہ صورت میں عصبہ کا ذکر ہو لیکن اس کے مطابق جو مسئلہ پیش آیا ہے اس میں عصبہ کوئی بھی نہ ہو تو اس حالت میں اصحاب الفروض سے بچے ہوئے حصے کی بابت رد کے مسئلہ پر عمل ہوگا۔

انفرادی صورتیں

نمبر شمار	مسئلہ نمبر ۱	حل مسئلہ
(۱)	نصف۔ میت کے وارث ایک لڑکی یا ایک پوتی نیچے تک اور ایک عینی بھائی	مسئلہ ۲ — لڑکی: ۱، عینی بھائی: ۱
	یا	
	میت کے وارث خاوند اور ایک بہن ہے عینی ہو یا علاتی۔	مسئلہ ۲ — خاوند: ۱، ایک بہن: ۱
	یا	
	میت کے وارث ایک عینی بہن اور ایک علاتی بھائی ہو۔	مسئلہ ۲ — عینی بہن: ۱، علاتی بھائی: ۱

ان تینوں صورتوں میں مسئلہ کا مخرج (۲) دو ہے۔
پہلی صورت میں لڑکی کا نصف اور باقی عینی بھائی کا کیونکہ وہ عصبہ ہے ——— دوسری صورت میں نصف خاوند کا اور نصف بہن کا بحیثیت اصحاب الفروض ہونے کے تیسری صورت میں نصف بہن کا اور نصف علاتی بھائی کا کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۲

۱ ربع (چوتھائی) میت کے وارث خاوند اور بیٹا ہے۔

مسئلہ ۴	
خاوند	بیٹا
۱	۳

یا

میت کے وارث بیوی اور بھائی ہے عینی ہو یا علاتی ان دونوں صورتوں میں مسئلہ کا مخرج چار ہے۔

مسئلہ ۴	
بیوی	بھائی
۱	۳

پہلی صورت :- میں خاوند کا چوتھا اور باقی تین بیٹے کے
دوسری صورت میں بیوی کا چوتھا اور باقی تین حصے بھائی کے کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۳

۲ ثمن (آٹھواں) میت کے وارث بیوی اور بیٹا ہے۔

مسئلہ ۸	
بیوی	بیٹا
۱	۷

اس صورت میں مسئلہ کا مخرج آٹھ ہے۔
ایک حصہ بیوی کا اور باقی سات بیٹے کے

مسئلہ نمبر ۴

۴ سدس (چھٹا) میت کے وارث ماں باپ اور بیٹا

مسئلہ ۶		
ماں	باپ	لڑکا
۱	۱	۴

یا

میت کے وارث ماں باپ اور دو یا زیادہ بھائی ہیں عینی ہوں یا علاتی یا اخیافی یا مخلوط۔

مسئلہ ۶		
ماں	باپ	بھائی
۱	۵	محروم

یا

میت کے وارث ماں اور دو یا دو سے زیادہ بھائی ہیں عینی ہوں یا علاتی یا مخلوط

مسئلہ ۶	
ماں	بھائی
۱	۵

یا

میت کے وارث ایک اخیافی بھائی یا ایک اخیافی بہن اور ایک یا زیادہ بھائی ہیں عینی یا علاتی یا مخلوط

مسئلہ ۶	
اخیافی بھائی یا بہن	بھائی
۱	۵

یا

میت کے وارث نانی اور باپ ہے۔

مسئلہ ۶	
نانی	باپ
۱	۵

یا

میت کے وارث دادا اور دادی ہیں

مسئلہ ۶	
دادی	دادا
۱	۵

ان چھ صورتوں میں مسئلہ کا مخرج چھ ہے۔

پہلی صورت میں ماں باپ ہر ایک کا چھٹا اور باقی چار لڑکے کے ہیں کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

دوسری صورت ماں باپ ہر ایک کا چھٹا باقی چار باپ کے کیونکہ وہ عصبہ ہے باپ کے کل پانچ ہوئے ایک بحیثیت اصحاب الفرض ہونے کے اور چار بحیثیت عصبہ ہونے کے ہیں

تیسری صورت میں ماں کا چھٹا اور باقی پانچ بھائیوں کے کیونکہ وہ عصبہ ہیں۔

چوتھی صورت میں اخیافی کا چھٹا اور باقی عینی یا علاتی بھائیوں کے کیونکہ وہ عصبہ ہیں۔

پانچویں صورت میں نانی کا چھٹا باقی پانچ حصے باپ کے

چھٹی صورت میں دادی کا چھٹا باقی پانچ دادے کے کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۵

ثلث (تہائی) میت کے وارث ماں باپ ہیں

یا

وارث ماں اور ایک عینی یا علاتی بھائی ہے۔

یا

میت کے وارث دو یا زیادہ اخیافی بہن بھائی ہیں مخلوط ہوں یا غیر مخلوط اور ایک یا زیادہ عینی یا علاتی بھائی ہیں۔

مسئلہ ۳	
ماں	باپ
۱	۲

مسئلہ ۳	
ماں	عینی یا علاتی بھائی
۱	۲

مسئلہ ۳	
اخیافی بہن بھائی	عینی اور علاتی بھائی
۱	۲

ان تینوں صورتوں میں مسئلہ کا مخرج تین ہے۔

پہلی صورت میں ماں کا تیسرا حصہ اور باقی دو حصے باپ کے

دوسری صورت میں ماں کا تیسرا حصہ باقی عینی یا علاتی کا کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

تیسری صورت میں تیسرا حصہ اخیافی بہن بھائیوں کا اور باقی دو حصے عینی یا علاتی بھائیوں کے کیونکہ وہ عصبہ ہیں۔

مسئلہ نمبر ۶

۶ **ثلثان** (دو تہائی) میت کے وارث لڑکیاں ہیں دو ہوں یا زیادہ اور پوتا ہے۔

مسئلہ ۳	
لڑکیاں	پوتا
۲	۱

یا

میت کی وارث دو پوتیاں اور ایک پڑپوتا ہے

مسئلہ ۳	
پوتیاں	پڑپوتا
۲	۱

یا

میت کی وارث دو بہنیں عینی ہوں یا علاتی اور ایک چچا ہے۔

مسئلہ ۳	
بہنیں	چچا
۲	۱

یا

میت کی وارث عینی بہنیں دو ہوں یا زیادہ اور علاتی بھائی ہے

مسئلہ ۳	
عینی بہنیں	علاتی بھائی
۲	

ان چاروں صورتوں میں مسئلہ کا مخرج تین ہے۔

پہلی صورت میں لڑکیوں کو دو تہائی (دو حصے) اور باقی ایک حصہ پوتے کو کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

دوسری صورت میں پوتیوں کو دو تہائی (دو حصے) اور باقی ایک حصہ پڑپوتے کو کیونکہ وہ عصبہ ہے۔ پوتے پوتیوں کی تفصیل مسئلہ تشبیب میں ہو چکی ہے وہاں ملاحظہ ہو۔

تیسری صورت میں بہنوں کو دو تہائی (دو حصے) اور باقی ایک حصہ چچے کو کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

چوتھی صورت میں عینی بہنوں کو دو تہائی (دو حصے) اور باقی ایک حصہ علاتی بھائی کو کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

اجتماعی صورتیں

مسئلہ نمبر ۷

۷ نصف وربع (آدھا اور چوتھائی) میت کے وارث خاوند اور ایک لڑکی اور ایک پوتا ہے۔

مسئلہ ۴

خاوند	لڑکی	پوتا
۱	۲	۱

یا

میت کے وارث خاوند اور ایک پوتی اور ایک پڑپوتا ہے

مسئلہ ۴

خاوند	پوتی	پڑپوتا
۱	۲	۱

یا

میت کے وارث بیوی اور ایک عینی بہن اور علاتی بھائی ہے۔

مسئلہ ۴

بیوی	عینی بہن	علاتی بھائی
۱	۲	۱

یا

میت کے وارث بیوی اور علاتی بہن اور چچا ہے۔

مسئلہ ۴

بیوی	علاتی بہن	چچا
۱	۲	۱

ان چاروں صورتوں میں مسئلہ کا مخرج چار ہے پہلی صورت میں خاوند کا چوتھا (ایک حصہ) اور لڑکی کا نصف (دو حصہ) باقی ایک حصہ پوتے کا ہے کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

دوسری صورت میں خاوند کا چوتھا (ایک حصہ) پوتی کا نصف (دو حصہ) باقی پڑپوتے کا ہے کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

تیسری صورت میں بیوی کا چوتھا (ایک حصہ) اور عینی بہن کا نصف (دو حصہ) باقی ایک حصہ علاتی بھائی کا ہے کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

چوتھی صورت میں بیوی کا چوتھا (ایک حصہ) علاتی بہن کا نصف (دو حصہ) باقی ایک حصہ چچا کا ہے کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۸

۸ نصف وثمن۔ میت کے وارث بیوی اور ایک لڑکی اور ایک پوتا ہے۔

مسئلہ ۸

بیوی	لڑکی	پوتا
۱	۴	۳

اس صورت میں مسئلہ کا مخرج آٹھ ہے۔ بیوی کا آٹھواں (ایک حصہ) لڑکی کا نصف (چار حصے) اور باقی۔ تین حصے پوتے کے ہیں کیونکہ وہ عصبہ ہے

۹ ربع وثمن

۱۰ نصف وربع وثمن } یہ دونوں ناممکن ہیں اس لئے کہ خاوند اور بیوی بیک وقت ایک دوسرے کے وارث نہیں ہونگے

مسئلہ نمبر ۹

۱۱ ثلثان وثلث (دو تہائی اور ایک تہائی) میت کے وارث دو یا دو سے زیادہ بہنیں ہیں عینی ہوں۔ خواہ علاتی اور دو یا دو سے زیادہ اخیافی بھائی یا بہنیں یا مخلوط ہیں

یا

میت کے وارث ایک عینی اور ایک علاتی بہن اور دو یا دو سے زیادہ اخیافی بھائی یا بہنیں یا مخلوط ہیں۔

مسئلہ ۳

عینی اور علاتی بہن	اخیافی بہن بھائی
۲	۱

ان دونوں صورتوں میں مسئلہ کا مخرج تین ہے۔

پہلی صورت میں بہنوں کا دو تہائی (۲ حصہ) اور ایک تہائی (ایک حصہ) اخیافی بھائی بہنوں کا۔

دوسری صورت میں عینی اور علاتی دونوں بہنوں کا دوتہائی (۴ حصہ) اور ایک تہائی (ایک حصہ) اخیافی بہنوں کا۔

نوٹ۔ عینی اور علاتی بہن کو جو دوتہائی حصہ ملا ہے۔ وہ ان کے درمیان اس طرح تقسیم ہوگا کہ دوتہائی کو چار حصے کرکے تین عینی بہن کے اور ایک علاتی کا ہوگا۔

نوٹ ۲۔ ان دونوں صورتوں میں کل ترکہ اصحاب الفروض پر پورا ہوچکا ہے اگر ان کے ساتھ کوئی عصبہ ہوتا تو محروم رہتا۔

مسئلہ نمبر ۱۰

۱۲ ثلثان وسدس (دوتہائی اور چھٹا) میت کے وارث دو یا دو سے زیادہ لڑکیاں اور ماں باپ ہیں۔

مسئلہ ۶

لڑکیاں	ماں	باپ
۴	۱	۱

یا

میت کے وارث دو یا دو سے زیادہ پوتیاں اور ماں باپ ہیں۔

مسئلہ ۶

پوتیاں	ماں	باپ
۴	۱	۱

یا

میت کے وارث دو یا زیادہ بہنیں عینی ہوں یا خواہ علاتی اور ماں اور ایک اخیافی بہن یا بھائی ہے۔

مسئلہ ۶

بہنیں	ماں	اخیافی
۴	۱	۱

یا

میت کے وارث ایک عینی بہن اور علاتی بہن اور ماں اور ایک اخیافی بھائی یا ایک اخیافی بہن ہیں۔ **یا**

مسئلہ ۶

عینی یا علاتی بہن	ماں	اخیافی
۴	۱	۱

میت کے وارث ایک بیٹی اور پوتی اور ماں اور پڑوتا ہے۔

مسئلہ ۶

بیٹی	پوتی	ماں	پڑوتا
۳	۱	۱	۱

یا

میت کے وارث دو یا زیادہ عینی بہنیں اور ماں اور علاتی بھائی ہے۔

مسئلہ ۶

عینی بہنیں	ماں	علاتی بھائی
۴	۱	۱

یا

میت کے وارث ایک عینی بہن اور علاتی بہن اور ماں اور ایک اخیافی بھائی یا ایک اخیافی بہن

مسئلہ ۶

عینی اور علاتی بہن	ماں	اخیافی
۳ ۱	۱	۱

ان چھ صورتوں میں مسئلہ کا مخرج چھ ہے۔

پہلی صورت میں لڑکیوں کا دوتہائی (۴ حصے) اور ماں باپ ہر ایک کا چھٹا چھٹا (دو حصے)

دوسری صورت میں پوتیوں کا دوتہائی (چار حصے) اور ماں باپ ہر ایک کا چھٹا چھٹا (دو حصے)

تیسری صورت میں بہنوں کا دوتہائی (چار حصے) اور ماں کا چھٹا (ایک حصہ) اور اخیافی کا چھٹا (ایک حصہ)

چوتھی صورت میں عینی اور علاتی بہنوں کا دوتہائی (چار حصے) اور ماں کا چھٹا (ایک حصہ) اور اخیافی بھائی یا بہن کا چھٹا (ایک حصہ)

ان چاروں صورتوں میں کل ترکہ اصحاب الفروض پر پورا ہوچکا ہے۔ اگر ان کے ساتھ عصبہ ہوتا تو محروم رہتا۔

پانچویں صورت۔ بیٹی اور پوتی کا دوتہائی (چار حصے) اور ماں کا چھٹا (ایک حصہ) اور باقی چھٹا (ایک حصہ) پڑوتے کا کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

چھٹی صورت میں عینی بہنوں کا دو تہائی (چار حصے) اور ماں کا چھٹا (ایک حصہ) اور باقی چھٹا (ایک حصہ) علاتی بھائی کا کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

نوٹ۔ چوتھی اور چھٹی صورت میں بیٹی اور پوتی اور ایک عینی اور علاتی بہن کو جو دو تہائی حصہ ملا ہے وہ ان کے درمیان اس طرح تقسیم ہوگا کہ دو تہائی کے چار حصے تین حصے بیٹی کو اور ایک حصہ پوتی کو اسی طرح تین حصے عینی بہن کو اور ایک حصہ علاتی بہن کو ملے گا۔

جدہ: اخیر کی چار صورتیں جن میں ماں کے ساتھ باپ کا ذکر نہیں۔ وہاں ماں کی جگہ جدہ (نانی دادی) ہو۔ تو اس کو بھی وہی ماں کا (چھٹا) حصہ ملیگا۔ پہلی دو صورتیں جن میں ماں کے ساتھ باپ کا ذکر ہے۔ ان میں دادی نہیں آسکتی کیونکہ وہ باپ کی موجودگی میں محروم ہے۔ البتہ نانی آسکتی ہے کیونکہ نانی باپ کی موجودگی میں محروم نہیں ہوتی۔ اور اس کو وہی ماں کا (چھٹا) حصہ ملے گا۔

مسئلہ نمبر ۱۱

۱۳ **ثلث وسدس** (تہائی اور چھٹا) میت کے وارث ماں اور ایک اخیافی بھائی ہو خواہ بہن اور بھتیجا ہے

یا

میت کے وارث ماں اور دو یا زیادہ اخیافی بھائی ہوں خواہ بہنیں مخلوط ہوں یا غیر مخلوط اور عینی یا علاتی بھائی ہیں۔

مسئلہ ۶

ماں	اخیافی بھائی	بھتیجا
۲	۱	۳

مسئلہ ۶

ماں	دو اخیافی	عینی یا علاتی بھائی
۱	۲	۳

ان دونوں صورتوں میں مسئلہ کا مخرج چھ ہے۔

پہلی صورت میں ماں کو تہائی (دو حصے) اور چھٹا (ایک حصہ) اخیافی بھائی یا بہن کا اور باقی تین حصے بھتیجے کے۔

دوسری صورت میں ماں کا چھٹا (ایک حصہ) اور اخیافیوں کا تہائی (دو حصے) باقی تین حصے عینی یا علاتی بھائی کے کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۲

۱۴ **ثلثان وثلث وسدس** (دو تہائی اور تہائی اور چھٹا) میت کے وارث ماں اور دو یا زیادہ بہنیں عینی ہوں خواہ علاتی اور دو یا زیادہ اخیافی بھائی ہوں خواہ بہنیں یا مخلوط

یا

میت کے وارث ماں اور دو یا زیادہ عینی بہنیں اور علاتی بھائی اور دو یا زیادہ اخیافی خواہ بھائی ہوں یا بہنیں یا مخلوط

یا

میت کے وارث ماں اور ایک عینی بہن اور ایک علاتی بہن اور دو یا زیادہ اخیافی بھائی ہوں خواہ بہنیں یا مخلوط

ان تینوں صورتوں میں مسئلہ کا مخرج چھ ہے۔ لیکن چھ حصے وارثوں پر پورے نہیں آتے۔ یہاں عول کے اصول کے مطابق چھ کے سات حصے کر دئے جائیں گے۔

مسئلہ ۶ عول ۷

ماں	دو بہنیں	اخیافی بھائی
۱	۴	۲

مسئلہ ۶ عول ۷

ماں	بہنیں	اخیافی	علاتی بھائی
۱	۴	۲	محروم

مسئلہ ۶ عول ۷

ماں	عینی بہن	علاتی بہن	اخیافی
۱	۳	۱	۲

پہلی صورت میں ماں کا چھٹا (ایک حصہ) اور بہنوں کا دو تہائی (چار حصے) اور اخیافیوں کا تہائی (دو حصے) کل سات حصے پورے ہو گئے۔

دوسری صورت میں ماں کا چھٹا (ایک حصہ) بہنوں کا دو تہائی (چار حصے) اخیافیوں کا تہائی (دو حصے) علاتی بھائی محروم ہے۔

تیسری صورت میں ماں کا چھٹا (ایک حصہ) عینی اور علاتی بہن دونوں کا دو تہائی (چار حصہ) عینی بہن کے تین اور علاتی بہن کا (ایک) اخیافیوں کا تہائی (دو حصے) کل سات حصے پورے ہو گئے۔

مسئلہ نمبر ۱۳

۱۵ نصف وثلثان (آدھا اور دو تہائی) میت کے وارث خاوند اور دو یا زیادہ بہنیں ہیں عینی ہوں خواہ علاتی

مسئلہ ۶ عول ۷

خاوند	بہنیں عینی یا علاتی
۳	۴

یا

میت کے وارث خاوند اور ایک عینی اور علاتی بہن ہیں۔

مسئلہ ۶ عول ۷

خاوند	عینی بہن	علاتی بہن
۳	۳	۱

ان دونوں صورتوں میں مسئلہ کا مخرج چھ ہے۔ جو وارثوں پر پورا نہیں آتا یہاں بھی عول کے اصول کے مطابق چھ کے سات حصے کر دئے۔

پہلی صورت میں خاوند کا نصف (تین حصے) ایک عینی اور علاتی بہن کی دو تہائی (چار حصے) عینی بہن کے تین حصے علاتی بہن کا ایک حصہ کل سات حصے پورے ہو گئے۔

مسئلہ نمبر ۱۴

۱۶ نصف وثلث (آدھا اور تہائی) میت کے وارث خاوند اور ماں اور عینی یا علاتی بھائی ہے۔

مسئلہ ۶

خاوند	ماں	بھائی
۳	۲	۱

یا

میت کے وارث خاوند اور دو یا زیادہ اخیافی بھائی ہوں خواہ بہنیں یا مخلوط ہوں اور عینی یا علاتی بھائی ہے۔

مسئلہ ۶

خاوند	اخیافی	عینی بھائی یا علاتی
۳	۲	۱

ان دونوں صورتوں میں مسئلہ کا مخرج چھ ہے۔

پہلی صورت میں خاوند کا نصف (تین حصے) اور ماں کا تہائی (دو حصے) باقی ایک حصہ بھائی کا کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

دوسری صورت میں خاوند کا نصف (تین حصے) اور اخیافیوں کا تہائی (دو حصے) اور باقی ایک حصہ بھائی کا کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۵

۱۷ نصف وسدس (آدھا اور چھٹا) میت کے وارث خاوند اور ایک اخیافی بھائی یا بہن اور عینی یا علاتی بھائی ہے۔

مسئلہ ۶

خاوند	اخیافی بہن یا بھائی	عینی یا علاتی بھائی
۳	۱	۲

یا

میت کے وارث ایک لڑکی اور ماں باپ ہیں۔

مسئلہ ۶

لڑکی	ماں	باپ
۳	۱	۲

یا

میت کے وارث خاوند اور جدہ (نانی یا دادی) اور عینی یا علاتی بھائی ہیں۔

مسئلہ ۶

خاوند	جدہ	عینی یا علاتی بھائی
۳	۱	۲

ان تینوں صورتوں میں مسئلہ کا مخرج چھ ہے۔

پہلی صورت میں خاوند کا نصف (تین حصے) اور اخیافی بہن یا بھائی کا چھٹا (ایک حصہ) اور باقی دو حصے عینی یا علاتی بھائی کے کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

دوسری صورت میں لڑکی کا نصف (تین حصے) اور ماں کا چھٹا (ایک حصہ) اور باپ کا چھٹا (ایک حصہ) بحیثیت اصحاب الفروض ہونے کے اور باقی ایک حصہ باپ کا بحیثیت عصبہ ہونے کے کل دو حصے

تیسری صورت میں خاوند کا نصف (تین حصے) اور جدّہ کا چھٹا (ایک حصہ) اور باقی دو حصے عینی یا علاتی بھائی کے کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۶

۱۸ ربع و ثلثان (چوتھا اور دو تہائی) میت کے وارث خاوند اور ایک سے زیادہ لڑکیاں اور پوتا ہیں۔

مسئلہ ۱۲

خاوند	لڑکیاں	پوتا
۳	۸	۱

یا

میت کے وارث خاوند اور ایک لڑکی اور پوتی اور پڑپوتا ہیں۔

مسئلہ ۱۲

خاوند	لڑکی	پوتی	پڑپوتا
۳	۶	۲	۱

یا

میت کے وارث بیوی اور دو یا زیادہ عینی بہنیں اور علاتی بھائی ہیں۔

مسئلہ ۱۲

بیوی	عینی بہنیں	علاتی بھائی
۳	۸	۱

یا

میت کے وارث بیوی اور دو یا زیادہ علاتی بہنیں اور بھتیجا ہے

مسئلہ ۱۲

بیوی	علاتی بہنیں	بھتیجا
۳	۸	۱

یا

میت کے وارث بیوی اور ایک عینی بہن اور علاتی بہن اور بھتیجا ہیں

مسئلہ ۱۲

بیوی	عینی بہن	علاتی بہن	بھتیجا
۳	۶	۲	۱

ان پانچوں صورتوں میں مسئلہ کا مخرج بارہ ہے۔

پہلی صورت میں خاوند کا چوتھائی (تین حصے) اور لڑکیوں کا دو تہائی (آٹھ حصے) باقی ایک حصہ پوتے کا کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

دوسری صورت میں خاوند کا چوتھائی (تین حصے) ایک لڑکی اور پوتی دونوں کا دو تہائی (آٹھ حصے چھ حصے لڑکی کے اور دو پوتی کے) اور باقی ایک حصہ پڑپوتے کا کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

تیسری صورت میں بیوی کا چوتھائی (تین حصے) اور عینی بہنوں کا دو تہائی (آٹھ حصے) اور باقی ایک حصہ علاتی بھائی کا کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

چوتھی صورت میں بیوی کا چوتھائی (تین حصے) اور علاتی بہنوں کا دو تہائی (آٹھ حصے) اور باقی ایک حصہ بھتیجے کا ہے کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

پانچویں صورت میں بیوی کا چوتھائی (تین حصے) ایک عینی بہن اور علاتی بہن کی دو تہائی (آٹھ حصے عینی بہن کے چھ اور علاتی کے دو) باقی ایک حصہ بھتیجے کا ہے۔ **نوٹ:** یہ بات یاد رہے کہ اگر ایک لڑکی کے ساتھ کئی پوتیاں ہوں یا ایک عینی بہن کے ساتھ کئی علاتی بہنیں ہوں تو ان کا حکم ایک ہی کا ہے یعنی ان کو چھٹا حصہ ملے گا جس کو وہ آپس میں بحصہ برابر تقسیم کریں گی۔

مسئلہ نمبر ۱۷

۱۹ ربع و ثلث (چوتھائی اور تہائی) میت کے وارث بیوی اور ماں باپ ہیں

مسئلہ ۱۲

بیوی	ماں	باپ
۳	۴	۵

یا

میت کے وارث بیوی اور دو یا زیادہ اخیافی بھائی بہن خواہ بہنیں یا مخلوط

مسئلہ ۱۲

بیوی	اخیافی	بھائی عینی یا علاتی
۳	۴	۵

اور عینی یا علاتی بھائی ہیں۔

ان دونوں صورتوں میں مسئلہ کا مخرج بارہ ہے۔

پہلی صورت میں بیوی کا چوتھائی (تین حصے) اور ماں کا تہائی (چار حصے) باقی پانچ حصے باپ کے کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

دوسری صورت میں بیوی کا چوتھائی (تین حصے) اخیافیوں کا تہائی (چار حصے) باقی پانچ حصے عینی یا علاتی بھائی کے کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۸

۲۰ ربع وسدس۔ میت کے وارث خاوند، ماں اور لڑکا ہے۔

مسئلہ ۱۲

خاوند	ماں	لڑکا
۳	۲	۷

یا

میت کے وارث خاوند، باپ اور لڑکا ہے۔

مسئلہ ۱۲

خاوند	باپ	لڑکا
۳	۲	۷

یا

میت کے وارث خاوند، جدہ (نانی دادی) اور لڑکا ہے۔

مسئلہ ۱۲

خاوند	جدہ	لڑکا
۳	۲	۷

یا

میت کے وارث بیوی ایک اخیافی بھائی یا بہن اور ایک عینی یا علاتی بھائی ہے یا

مسئلہ ۱۲

بیوی	اخیافی	عینی یا علاتی بھائی
۳	۲	۷

میت کے وارث بیوی، ماں اور دو عینی یا علاتی بھائی ہیں۔

مسئلہ ۱۲

بیوی	ماں	دو عینی یا علاتی بھائی
۳	۲	۷

یا

میت کے وارث بیوی اور نانی اور باپ ہیں۔

مسئلہ ۱۲

بیوی	نانی	باپ
۳	۲	۷

ان چھ صورتوں میں مسئلہ کا مخرج بارہ ہے۔

پہلی صورت میں خاوند کا چوتھائی (تین حصے) ماں کا چھٹا (دو حصے) باقی سات حصے لڑکے کے کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

دوسری صورت میں خاوند کا چوتھائی (تین حصے) اور باپ کا چھٹا (دو حصے) باقی سات حصے لڑکے کے کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

تیسری صورت میں خاوند کا چوتھائی (تین حصے) اور جدہ کا چھٹا (دو حصے) باقی سات حصے لڑکے کے ہیں کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

چوتھی صورت میں بیوی کا چوتھائی (تین حصے) اخیافی کا چھٹا (دو حصے) باقی سات عینی یا علاتی بھائیوں کے

پانچویں صورت میں بیوی کا چوتھائی (۳ حصے) اور ماں کا چھٹا (۲ حصے) اور باقی سات عینی یا علاتی بھائیوں کے۔

چھٹی صورت میں بیوی کا چوتھائی (۳ حصے) اور نانی کا چھٹا (۲ حصے) اور باقی سات باپ کے۔

مسئلہ نمبر ۱۹

۲۱ ثمن وثلثان۔ میت کے وارث بیوی دو یا زیادہ لڑکیاں اور پوتا ہیں

مسئلہ ۲۴

بیوی	لڑکیاں	پوتا
۳	۱۶	۵

یا

میت کے وارث بیوی اور ایک لڑکی اور پوتی اور پڑپوتا ہیں

مسئلہ ۲۴

بیوی	لڑکی	پوتی	پڑپوتا
۳	۱۲	۴	۵

ان دونوں صورتوں میں مسئلہ کا مخرج چوبیس ۲۴ ہے۔
پہلی صورت میں بیوی کا آٹھواں (تین حصے) اور لڑکیوں کا دو تہائی (سولہ حصے) باقی پانچ حصے پوتے کے کیونکہ وہ عصبہ ہے۔
دوسری صورت میں بیوی کا آٹھواں (تین حصے) اور ایک لڑکی اور پوتی کا دو تہائی (سولہ حصے) لڑکی کے بارہ اور پوتی کے چار) پانچ حصے پڑپوتے کے کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۰

۲۲ ثمن وسدس میت کے وارث بیوی۔ ماں۔ باپ اور لڑکا ہے۔

یا

میت کے وارث بیوی۔ ماں اور لڑکا ہیں

یا

میت کے وارث بیوی۔ باپ اور لڑکا ہیں

یا

میت کے وارث بیوی داوا۔ دادی اور لڑکا ہیں۔

یا

میت کے وارث بیوی دادی اور لڑکا ہیں۔

مسئلہ ۲۴

بیوی	ماں	باپ	لڑکا
۳	۴	۴	۱۳

مسئلہ ۲۴

بیوی	ماں	لڑکا
۳	۴	۱۷

مسئلہ ۲۴

بیوی	باپ	لڑکا
۳	۴	۱۷

مسئلہ ۲۴

بیوی	داوا	دادی	لڑکا
۳	۴	۴	۱۳

مسئلہ ۲۴

بیوی	دادی	لڑکا
[illegible]	۴	۱۷

یہ صورت بن سکتی ہے اور دو دفعہ سدس بعینہ ثلث ہو جاتا ہے ہاں اتنا فرق ہوگا ثلث ایک ایک فریق کا حصہ ہے لیکن دو سدس الگ الگ دو فریق کا حصّہ ہوگا۔ جیسے ماں اور باپ چنانچہ اس کے بعد کے نمبر میں ثمن وسدس کے تحت آتا ہے۔ پس درحقیقت یہ صورت ثمن اور ثلث کے ماتحت نہیں بلکہ بعد کے مسئلہ ثمن وسدس کے تحت ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۱

۲۳ ثمن وسدس میت کے وارث بیوی۔ ماں باپ اور لڑکا ہے

یا

میت کے وارث بیوی ماں اور لڑکا ہے۔

یا

میت کے وارث بیوی، باپ اور لڑکا ہیں

یا

میت کے وارث۔ بیوی۔ وادا۔ دادی اور لڑکا ہیں

یا

میت کے وارث۔ بیوی۔ دادی اور لڑکا ہیں

مسئلہ ۲۴

بیوی	ماں	باپ	لڑکا
۳	۴	۴	۱۳

مسئلہ ۲۴

بیوی	ماں	لڑکا
۳	۴	۱۷

مسئلہ ۲۴

بیوی	باپ	لڑکا
۳	۴	۱۷

مسئلہ ۲۴

بیوی	دادا	دادی	لڑکا
۳	۴	۴	۱۳

مسئلہ ۲۴

بیوی	دادی	لڑکا
۳	۴	۱۷

یا

میت کے وارث بیوی دادا اور لڑکا ہیں۔

یا

میت کے وارث بیوی. نانی ، باپ اور لڑکا ہیں۔

یا

میت کے وارث بیوی۔ نانی اور لڑکا ہیں۔

ان آٹھوں صورتوں میں مسئلہ کا مخرج چوبیس ہے۔

پہلی صورت میں بیوی کا آٹھواں (تین حصے) ماں کا چھٹا (چار حصے) باپ کا چھٹا (چار حصے) باقی تیرہ حصے لڑکے کے کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

دوسری صورت میں بیوی کا آٹھواں (تین حصے) ماں کا چھٹا (چار حصے) باقی سترہ حصے لڑکے کے کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

تیسری صورت میں بیوی کا آٹھواں (تین حصے) باپ کا چھٹا (چار حصے) باقی سترہ حصے لڑکے کے کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

چوتھی صورت میں بیوی کا آٹھواں (تین حصے) دادا کا چھٹا حصہ (چار حصے) دادی کا چھٹا (چار حصے) باقی تیرہ حصے لڑکے کے کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

پانچویں صورت میں بیوی کا آٹھواں (تین حصے) دادی کا چھٹا (چار حصے) باقی سترہ حصے لڑکے کے کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

مسئلہ ۲۴

بیوی	دادا	لڑکا
۳	۴	۱۷

مسئلہ ۲۴

بیوی	نانی	باپ	لڑکا
۳	۴	۴	۱۳

مسئلہ ۲۴

بیوی	نانی	لڑکا
۳	۴	۱۷

چھٹی صورت میں بیوی کا آٹھواں (تین حصے) دادا کا چھٹا (چار حصے) اور باقی سترہ حصے لڑکے کے کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

ساتویں صورت میں بیوی کا آٹھواں (تین حصے) نانی کا چھٹا (چار حصے) باپ کا چھٹا (چار حصے) اور باقی تیرہ حصے لڑکے کے کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

آٹھویں صورت میں بیوی کا آٹھواں (تین حصے) نانی کا چھٹا (چار حصے) اور باقی سترہ حصے لڑکے کے کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۲

۲۲ نصف وثلثان وثلث۔ میت کے وارث خاوند اور دو یا زیادہ بہنیں عینی بہن خواہ علاتی اور دو یا زیادہ اخیافی بھائی بہن خواہ بہنیں یا مخلوط۔

اس صورت میں مسئلہ کا مخرج چھ ہے لیکن چھ حصے وارثوں پر پورے نہیں آتے۔ اس لئے یہاں عول کے اصول کے مطابق چھ کے نو حصے کر دئے جائیں گے۔

خاوند کا نصف (تین حصے) عینی اور علاتی بہنوں کا دو تہائی (چار حصے) اور اخیافی بھائی بہنوں کا تہائی (دو حصے)

مسئلہ ۶ عول ۹

خاوند	عینی علاتی بہنیں	اخیافی
۳	۴	۲

مسئلہ نمبر ۲۳

نصف وثلثان وسدس:۔ میت کے وارث خاوند۔ ماں[1] اور دو بہنیں عینی یا علاتی ہیں۔

یا

میت کے وارث خاوند۔ ماں اور ایک عینی اور ایک علاتی بہن ہیں۔

یا

میت کے وارث خاوند۔ دو بہنیں عینی یا علاتی اور ایک اخیافی بھائی یا بہن ہے۔

ان تینوں صورتوں میں مسئلہ کا مخرج چھ ہے۔ لیکن چھ حصے وارثوں پر پورے نہیں آتے۔ اس لئے یہاں عول کے اصول کے مطابق چھ کے آٹھ حصے کئے جائیں گے۔

پہلی صورت میں خاوند کا نصف (تین حصے) ماں کا چھٹا (ایک حصہ) اور دو بہنوں کا دو تہائی (چار حصے) کل آٹھ حصے پورے ہوگئے۔

دوسری صورت میں خاوند کا نصف (تین حصے) ماں کا چھٹا (ایک حصہ) ایک عینی بہن اور ایک علاتی بہن کا دو تہائی (چار حصے عینی بہن کے تین اور علاتی بہن کا ایک حصہ) کل آٹھ حصے پورے ہوگئے۔

تیسری صورت میں خاوند کا نصف (تین حصے) دو بہنوں کا دو تہائی

مسئلہ ۶ عول ۸

خاوند	ماں	دو بہنیں عینی یا علاتی
۳	۱	۴

مسئلہ ۶ عول ۸

خاوند	ماں	عینی بہن	علاتی بہن
۳	۱	۳	۱

مسئلہ ۶ عول ۸

خاوند	دو بہنیں	اخیافی
۳	۴	۱

[1] ماں کی بجائے اگر نانی یا دادی ہو تو اس کو بھی چھٹا حصہ ملے گا

(چار حصے) اور اخیافی بھائی یا بہن کا چھٹا (ایک حصہ) کل آٹھ حصے پورے ہوگئے۔

مسئلہ نمبر ۲۴

۲۶ **نصف وثلث وسدس:۔** میت کے وارث خاوند۔ ماں۔ دو یا زیادہ اخیافی خواہ بھائی ہوں خواہ بہنیں ہوں خواہ مخلوط

یا

میت کے وارث خاوند۔ ماں۔ ایک اخیافی بھائی یا بہن ہو

یا

میت کے وارث بہن عینی ہو یا علاتی ماں ہو دو یا زیادہ اخیافی خواہ بھائی ہوں خواہ بہنیں ہوں خواہ مخلوط۔

ان تینوں صورتوں میں مسئلہ کا مخرج چھ ہے۔

پہلی صورت میں خاوند کا نصف (تین حصے) ماں کا سدس (ایک حصہ) دو یا زیادہ اخیافیوں کا تہائی (دو حصے) کل چھ حصے پورے ہوگئے۔

دوسری صورت میں خاوند کا نصف (تین حصے) ماں کا تہائی (دو حصے) اخیافی کا سدس (ایک حصہ) کل چھ حصے پورے ہوگئے

تیسری صورت میں بہن کا نصف (تین حصے) ماں کا چھٹا (ایک حصہ) دو یا زیادہ اخیافیوں کا تہائی (دو حصے) کل چھ حصے

مسئلہ ۶

خاوند	ماں	دو یا زیادہ اخیافی
۳	۱	۲

مسئلہ ۶

خاوند	ماں	ایک اخیافی
۳	۲	۱

مسئلہ ۶

بہن	ماں	دو یا زیادہ اخیافی
۳	۱	۲

پورے ہو گئے۔

ان تینوں صورتوں میں اگر ان وارثوں کے ساتھ چچا یا تایا ہوتا۔ تو وہ محروم ہو جاتا۔ کیونکہ تمام ترکہ وارثوں پر تقسیم ہو چکا ہے۔ ہاں اگر چچا تایا کی جگہ عینی بھائی ہو۔ تو حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ عینی بھائی یا بہن اخیافیوں کے ساتھ شریک ہوں گے اور تہائی حصہ عینی اور اخیافیوں میں بحصہ برابر تقسیم ہو گا۔

حضرت عثمانؓ اور زید بن ثابتؓ سے بھی یہی مروی ہے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ لیکن راجح مذہب یہ ہے۔ کہ عینی بھائی بہنیں اخیافیوں کے ساتھ شریک نہیں ہوں گی۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

کہ عصبہ کو اصحاب الفروض سے بچا ہوا دیا جائے۔ حضرت علیؓ عبداللہ بن مسعودؓ۔ ابی بن کعب۔ عبداللہ بن عباس۔ ابو موسیٰ اشعری سے بھی یہی مروی ہے۔ امام عنبریؒ امام شریکؒ امام یحییٰؒ بن آدم۔ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کا یہی مذہب ہے۔

مذکورہ تینوں صورتوں میں چونکہ تمام ترکہ اصحاب الفروض پر تقسیم ہو جاتا ہے۔ اس لئے اگر اصحاب الفروض کے ساتھ عینی بھائی ہوتے تو وہ محروم ہو جاتے۔

یا

میت کے وارث خاوند اور ایک عینی اور ایک علاتی بہن اور ماں اور دو یا دو سے زیادہ اخیافی بھائی یا بہنیں یا مخلوط ہیں۔

مسئلہ ۶ عول ۱۰

خاوند	عینی بہن	علاتی بہن	ماں	اخیافی
۳	۳	۱	۱	۲

اس چوتھی صورت میں مسئلہ کا مخرج چھ ہے لیکن چھ حصے وارثوں پر پورے نہیں آتے، اس لئے یہاں عول کے اصول کے مطابق چھ کے دس حصے کر دئے جائیں گے۔

خاوند کا نصف (تین حصے) عینی علاتی بہنوں کا دو تہائی (چار حصے عینی بہن کے تین اور علاتی بہن کا ایک) ماں کا چھٹا (ایک حصہ) اخیافیوں کا تہائی (دو حصے) کل دس حصے پورے ہو گئے۔

مسئلہ نمبر ۲۵

ربع وثلثان وثلث۔ میت کے وارث بیوی۔ دو یا دو سے زیادہ
۲۷ عینی یا علاتی بہنیں اور دو یا زیادہ اخیافی بھائی یا بہنیں یا مخلوط ہیں

مسئلہ ۱۲ عول ۱۵

بیوی	بہنیں	اخیافی
۳	۸	۴

اس صورت میں مسئلہ کا مخرج بارہ ہے۔ لیکن بارہ حصے وارثوں پر پورے نہیں آتے۔ اس لئے بارہ کے پندرہ حصے کر دئے۔

بیوی کا چوتھائی (تین حصے) بہنوں کا دو تہائی (آٹھ حصے) اخیافیوں کا تہائی (چار حصے) کل پندرہ حصے پورے ہو گئے۔

مسئلہ نمبر ۲۶

ربع، ثلثان، سدس۔ میت کے وارث بیوی، دو یا زیادہ عینی یا علاتی
۲۸ بہنیں اور ماں ہے۔

مسئلہ ۱۲ عول ۱۳

بیوی	بہنیں	ماں
۳	۸	۲

یا

میت کے وارث بیوی۔ دو یا زیادہ عینی یا علاتی بہنیں۔ اور ایک اخیافی بھائی یا بہن ہے۔

یا

میت کے وارث خاوند اور دو یا زیادہ لڑکیاں اور ماں ہے۔

ان تینوں صورتوں میں مسئلہ کا مخرج بارہ ہے۔ لیکن مخرج وارثوں پر پورا نہیں آتا۔ اس لئے بارہ کے تیرہ حصے کر دئے۔

پہلی صورت میں بیوی کا چوتھائی (تین حصے) بہنوں کا دو تہائی (آٹھ حصے) ماں کا چھٹا (دو حصے) کل تیرہ حصے پورے ہو گئے۔

دوسری صورت میں بیوی کا چوتھائی (تین حصے) بہنوں کا دو تہائی (آٹھ حصے) اخیافی کا چھٹا (ایک حصہ) کل تیرہ حصے پورے ہو گئے۔

تیسری صورت میں خاوند کا چوتھائی (تین حصے) لڑکیوں کا دو تہائی (آٹھ حصے) ماں کا چھٹا (دو حصے) کل تیرہ حصے پورے ہو گئے۔

مسئلہ ۱۲ عول ۱۳

بیوی	بہنیں	اخیافی
۳	۸	۲

مسئلہ ۱۲ عول ۱۳

خاوند	لڑکیاں	ماں
۳	۸	۲

مسئلہ نمبر ۲۷

۲۹ ربع۔ ثلث و سدس:۔ میت کے وارث بیوی۔ ماں اور ایک اخیافی بھائی یا بہن ہے اور چچا تایا ہے۔

یا

میت کے وارث بیوی۔ ماں۔ دو یا زیادہ اخیافی بھائی یا بہن یا مخلوط بہن اور چچا تایا ہے۔

ان دونوں صورتوں میں مسئلہ کا مخرج بارہ ہے۔

پہلی صورت میں بیوی کا چوتھائی (تین حصے) ماں کا تہائی (چار حصے)

مسئلہ ۱۲

بیوی	ماں	اخیافی	چچا تایا
۳	۴	۲	۳

مسئلہ ۱۲

بیوی	ماں	دو یا زیادہ اخیافی	عینی یا علاتی
۳	۲	۴	۳

باقی تین حصے چچا یا تایا کے ہیں کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

دوسری صورت میں بیوی کا چوتھائی (تین حصے) ماں کا چھٹا (دو حصے) اخیافیوں کا تہائی (چار حصے) اور باقی تین حصے عینی یا علاتی بھائی کے ہیں کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۸

۳۰ ثمن۔ ثلثان۔ ثلث:۔ یہ صورت ناممکن ہے۔ مگر عبداللہ بن مسعودؓ کے مذہب پر ممکن ہے مثلاً میت کے وارث بیوی، بیٹا کافر، دو یا زیادہ عینی یا علاتی یا مخلوط بہنیں اور دو یا زیادہ اخیافی بھائی یا بہنیں یا مخلوط ہیں۔ اس صورت میں عبداللہ بن مسعودؓ کے مذہب پر کافر بیٹا خود تو محروم ہے۔ لیکن بھائی بہنوں کو محروم نہیں کرے گا۔ البتہ بیوی کے حصے "ربع" کو ثمن کر دے گا چنانچہ حجب کے بیان میں تفصیل ہو چکی ہے۔

اس صورت میں مسئلہ کا مخرج چوبیس ہو گا۔ مگر چوبیس حصے وارثوں پر پورے نہیں آتے اس لئے عول کے اصول کے مطابق چوبیس کے ستائیس کر دئے جائیں گے۔

بیوی کا آٹھواں (تین حصے) کافر بیٹا محروم۔ بہنوں کا دو تہائی (سولہ حصے) اخیافیوں کا تہائی (آٹھ حصے) کل ستائیس حصے پورے ہو گئے۔

مسئلہ ۲۴ عول ۲۷

بیوی	عینی علاتی بھائی یا بہن	اخیافی	کافر بیٹا
۳	۱۶	۸	محروم

مسئلہ نمبر ۲۹

ثمن وثلثان وسدس ۔ میت کے وارث بیوی ۔ دو یا زیادہ لڑکیاں
۳۱ ماں اور ایک پوتا ہے۔

مسئلہ ۲۴			
بیوی	لڑکیاں	ماں	پوتا
۳	۱۶	۴	۱

اس صورت میں مسئلہ کا مخرج چوبیس ۲۴ ہے۔
بیوی کا آٹھواں (تین حصے) لڑکیوں کا دو تہائی (۱۶ سولہ حصے) ماں کا چھٹا (چار حصے) باقی ایک حصہ پوتے کا کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

نوٹ:۔ اگر اس صورت میں میت کے وارث بیوی ۔ لڑکیاں ۔ ماں باپ ہوں تو اس صورت میں مسئلہ کا مخرج چوبیس ہوگا۔ لیکن چوبیس حصے وارثوں پر پورے نہیں آتے اس لئے عول کے اصول کے مطابق چوبیس کے ستائیس حصے کر دیئے جائیں گے۔
بیوی کا آٹھواں (تین حصے) لڑکیوں کا دو تہائی (سولہ حصے) ماں کا چھٹا (چار حصے) باپ کا چھٹا (چار حصے) کل ستائیس حصے پورے ہوگئے
اس مسئلہ کا نام ممبریہ ہے۔ کیونکہ حضرت علیؓ نے ممبر پر خطبہ جاری رکھتے ہوئے سائل کو فی الفور یہ جواب دیا کہ چوبیس کے ستائیس ہو جائیں گے۔

مسئلہ نمبر ۳۰

۳۲ ثمن ثلث ۔ سدس ۔ یہ صورت ناممکن ہے مگر عبداللہ بن مسعودؓ کے مذہب پر ممکن ہے مثلاً میت کے وارث بیوی بیٹا کافر ماں دو یا زیادہ اخیافی بھائی یا بہنیں یا مخلوط اور ایک عینی یا علاتی بھائی ہے۔ عبداللہ بن مسعودؓ کے مذہب پر بیٹا کافر خود تو محروم ہے لیکن میت کی بیوی کا حصہ چوتھائی سے آٹھواں اور ماں کا تہائی سے چھٹا کر دے گا۔ اور بھائیوں کو محروم نہیں کرے گا۔
پس ثمن وثلث اور سدس کی صورت ممکن ہوگئی۔ اس صورت میں مسئلہ کا مخرج چوبیس ہوگا۔

۳۳ ثلثان ونصف وربع ۔ یہ صورت ناممکن ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۱

ثلث ونصف وربع ۔ میت کے وارث بیوی عینی یا علاتی بہن اور
۳۴ ماں ہے۔

مسئلہ ۱۲ عول ۱۳		
بیوی	ماں	بہن
۳	۴	۶

یا

میت کے وارث بیوی ۔ عینی یا علاتی بہن اور دو یا زیادہ اخیافی بھائی یا بہنیں یا مخلوط ہیں۔

مسئلہ ۱۲ عول ۱۳		
بیوی	بہن	اخیافی
۳	۶	۴

ان دونوں صورتوں میں مسئلہ کا مخرج بارہ ۱۲ ہے۔ لیکن ۱۲ حصے وارثوں پر پورے نہیں آتے۔ اس لئے عول کے اصول کے مطابق بارہ کے تیرہ حصے کر دیئے۔

پہلی صورت میں بیوی کا چوتھائی (تین حصے) ماں کا تہائی (چار حصے) بہن کا نصف (چھ حصے) کل تیرہ حصے پورے ہوگئے۔

دوسری صورت میں بیوی کا چوتھائی (تین حصے) بہن کا نصف (چھ حصے) اخیافیوں کا تہائی (چار حصے) کل تیرہ حصے پورے ہوگئے

مسئلہ نمبر ٣٢

٣٥ سدس ونصف وربع ۔ میت کے وارث خاوند بیٹی اور ماں ہے۔

یا

میت کے وارث بیوی عینی یا علاتی بہن اور ایک اخیافی بھائی یا بہن ہے۔

مسئلہ ١٢		
خاوند	بیٹی	ماں
٣	٦	٢

مسئلہ ١٢		
بیوی	بہن	اخیافی
٣	٦	٢

ان دونوں صورتوں میں مسئلہ کا مخرج بارہ ہے۔ لیکن وارثوں کے حصے گیارہ ہیں۔

پہلی صورت میں خاوند کا چوتھائی (تین حصے) بیٹی کا نصف (چھ حصے) ماں کا چھٹا (دو حصے) ایک حصہ باقی بچا جو خاوند کے علاوہ رد کے اصول کے مطابق بیٹی اور ماں پر ان کے حصوں کے تناسب سے لوٹا دیا جائے گا۔ اس صورت میں بیٹی اور ماں کے حصوں میں تین ایک کی نسبت ہے پس باقی بچے ایک حصے کے تین حصے کرکے دو بیٹی کو اور ایک ماں کو دے دیا جائے گا۔

دوسری صورت میں بیوی کا چوتھائی (تین حصے) بہن کا نصف (چھ حصے) اخیافیوں کی تہائی (چار حصے) ایک حصہ باقی بچا یہ مذکورہ بالا طریق سے بیوی کے علاوہ بہنوں بھائیوں پر ان کے حصوں کے تناسب سے لوٹا دیا جائے گا۔

مسئلہ نمبر ٣٣

٣٦ ثلثان ونصف وثمن :- یہ صورت ناممکن ہے۔ مگر عبداللہ بن مسعودؓ کے مذہب پر دو وارثوں کیلئے ثلثان ونصف جمع ہوسکتے ہیں مثلاً خاوند مرگیا اور کافر لڑکا اور ایک بیٹی اور پوتی اور ایک بھائی یا بہن، عینی یا علاتی چھوڑ گیا اس صورت میں بیٹا تو محروم رہا لیکن ماں کا چوتھائی کی جگہ آٹھواں حصہ ہوگا اور نصف لڑکی کا اور چھٹا پوتی کا دونوں مل کر دو تہائی ہوا مسئلہ چوبیس حصوں سے حل ہوگا۔ تین بیوی کے اور سولہ لڑکی اور پوتی کے باقی پانچ بہن بھائی کے، لیکن درحقیقت یہ صورت یہاں تکلف ہے اور صورت ٢٨ اٹھائیس میں داخل ہے

٣٧ ثلث ونصف وثمن :- ناممکن ہے

مسئلہ نمبر ٣٤

٣٨ سدس ونصف وثمن :- میت کے وارث بیوی ۔ ماں بیٹی اور ایک پوتا ہے ۔ اس صورت میں مسئلہ کا مخرج ٢٤ چوبیس ہے۔

مسئلہ ٢٤			
بیوی	ماں	بیٹی	پوتا
٣	٤	١٢	٥

بیوی کا آٹھواں (تین حصے) بیٹی کا نصف (بارہ حصے) ماں کا چھٹا (چار حصے) باقی پانچ حصے پوتے کے کیونکہ وہ عصبہ ہے۔

۳۹ ثلثان وربع وثمن :۔ یہ صورت ناممکن ہے

۴۰ ثلث وربع وثمن :۔ یہ صورت ناممکن ہے

۴۱ سدس وربع وثمن :۔ یہ صورت ناممکن ہے

مسئلہ نمبر ۳۵

۴۲ نصف وثلثان وثلث وسدس :۔ میت کے وارث خاوند، ماں، دو یا زیادہ عینی یا علاتی بہنیں دو یا زیادہ اخیافی بھائی یا بہن یا مخلوط ہیں

مسئلہ ۶ عول ۱۰

خاوند	بہنیں	ماں	اخیافی
۳	۴	۱	۲

اس صورت میں مسئلہ کا مخرج چھ ہے۔ چھ حصے وارثوں پر پورے نہیں آتے اس لئے عول کے اصول کے مطابق چھ کے دس حصے کر دئے۔

خاوند کا نصف (تین حصے) ماں کا چھٹا (۱ حصہ) بہنوں کا دو تہائی (چار حصے) اخیافیوں کا تہائی (دو حصہ) کل دس حصے پورے ہو گئے۔

مسئلہ نمبر ۳۶

۴۳ ربع۔ ثلثان ثلث وسدس :۔ میت کے وارث بیوی۔ ماں (یا نانی دادی) دو یا زیادہ عینی یا علاتی بہنیں اور دو یا زیادہ بھائی یا بہنیں یا مخلوط ہیں۔

مسئلہ ۱۲ عول ۱۷

بیوی	ماں	بہنیں	اخیافی
۳	۲	۸	۴

اس صورت میں مسئلہ کا مخرج ۱۲ ہے لیکن بارہ حصے وارثوں پر پورے نہیں آتے اس لئے عول کے اصول کے مطابق بارہ کے سترہ حصے کر دئے۔ بیوی کا چوتھائی (تین حصے) ماں کا چھٹا (دو حصے) بہنوں کا دو تہائی (آٹھ حصے) اخیافیوں کا تہائی (چار حصے) کل سترہ حصے پورے ہو گئے

مسئلہ نمبر ۳۷

۴۴ ثمن وثلثان وثلث وسدس :۔ یہ صورت ناممکن ہے مگر عبداللہ بن مسعودؓ کے مذہب پر ممکن ہے۔ مثلاً میت کے وارث بیوی۔ ماں۔ دو عینی یا علاتی بہنیں۔ دو یا زیادہ اخیافی بھائی یا بہنیں یا مخلوط اور ایک بیٹا کافر ہے۔

اس صورت میں عبداللہ بن مسعودؓ کے مذہب پر کافر بیٹا خود تو محروم ہے لیکن بھائی بہنوں کو محروم نہیں کرے گا۔ پس ثمن وثلثان وثلث وسدس صورت ممکن ہو گئی۔ اس صورت میں مسئلہ کا مخرج چوبیس[۲۴] ہے۔

۴۵ ثلثان ونصف وربع وثمن :۔ یہ صورت ناممکن ہے

۴۶ ثلث ونصف وربع وثمن :۔ یہ صورت ناممکن ہے

۴۷ سدس ونصف وربع وثمن :۔ یہ صورت ناممکن ہے

۴۸ نصف وربع وثلثان وثلث :۔ یہ صورت ناممکن ہے

۴۹ نصف وربع وثلثان وسدس :۔ یہ صورت ناممکن ہے

مسئلہ نمبر ۳۸

نصف وربع وثلث وسدس :- میت کے وارث بیوی - ماں - ایک

۵۰ عینی یا علاتی بہن اور دو یا زیادہ اخیافی بہن یا بھائی یا مخلوط

مسئلہ ۱۲ عول ۱۵			
بیوی	ماں	بہن	اخیافی
۳	۲	۶	۴

اس صورت میں مسئلہ کا مخرج بارہ ہے۔ لیکن بارہ حصے وارثوں پر پورے نہیں آتے اس لئے عول کے اصول کے مطابق بارہ کے پندرہ حصے کر دئیے بیوی کا چوتھائی (تین ۳ حصے) ماں کا چھٹا (دو ۲ حصے) بہن کا نصف (چھ ۶ حصے) اخیافیوں کا تہائی (چار حصے) کل پندرہ حصے پورے ہو گئے۔

۵۱ نصف وثمن وثلثان وثلث :- ناممکن

۵۲ نصف وثمن وثلثان وسدس :- ناممکن

۵۳ نصف وثمن وثلث وسدس : ناممکن

۵۴ ربع وثمن وثلثان وثلث :- ناممکن

۵۵ ربع وثمن وثلثان وسدس :- ناممکن

۵۶ ربع وثمن وثلث وسدس :- ناممکن

۵۷ نصف وربع وثلثان وثلث وسدس :- ناممکن

۵۸ نصف وثمن وثلثان وثلث وسدس :- ناممکن

۵۹ ربع وثمن وثلثان وثلث وسدس :- ناممکن

۶۰ ثلثان وثلث ونصف وربع وثمن :- ناممکن

۶۱ ثلثان وسدس ونصف وثمن :- ناممکن

۶۲ ثلث وسدس ونصف وربع وثمن :- ناممکن

۶۳ نصف وربع وثمن وثلثان وثلث وسدس ناممکن

آپ پڑھ چکے ہیں کہ مذکورہ بالا تریسٹھ[۶۳] صورتوں سے چونتیس[۳۴] صورتیں بالاتفاق ممکن اور چار اختلافی ہیں وراثت کا جو مسئلہ بھی پیش آئیگا۔ وہ ان اڑتیس[۳۸] صورتوں سے باہر نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ انہی صورتوں سے کوئی صورت ہوگی۔

(۱) البتہ کبھی وارث کی تبدیلی ہو سکتی ہے۔ مثلاً دادی کا چھٹا حصہ ہے۔ اور نانی کا بھی چھٹا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ صورت مذکورہ میں دادی کا ذکر ہو۔ اور مسئلہ پیش آمدہ میں دادی کی جگہ نانی ہو۔ اس سے تقسیم میں کوئی فرق پیدا نہ ہوگا۔

(۲) اور ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ کہ صورت مذکورہ میں کوئی حصہ ایک مرتبہ ذکر ہو اور مسئلہ پیش آمدہ میں وہی حصہ دو دفعہ آ جائے۔ مثلاً مسئلہ ۱۰ کی صورت اول میں بیان ہو چکا ہے کہ میت کے وارث خاوند۔ ماں۔ لڑکا ہیں۔

اس صورت میں ماں کا چھٹا ہے ہو سکتا ہے۔ کہ پیش آمدہ مسئلہ میں ان وارثوں کے ساتھ باپ بھی ہو چونکہ ماں باپ دونوں کا چھٹا چھٹا حصہ ہے۔ اس لئے اب چھٹا حصہ دو مرتبہ آئے گا۔ باقی طریقہ تقسیم وہی ہے۔ کہ ترکہ بارہ حصے ہو کر تین خاوند کے ۲ ماں کے ۲ باپ کے اور باقی پانچ لڑکے کے کیونکہ وہ عصبہ ہے اور مسئلہ ۲۳ میں میت کے وارث خاوند۔ ماں دو یا زیادہ اخیافی خواہ بھائی ہوں خواہ بہنیں خواہ مخلوط ہیں۔

اس صورت میں خاوند کا نصف ہے اور ہو سکتا ہے۔ کہ مسئلہ پیش آمدہ میں ان وارثوں

کے ساتھ عینی بہن بھی موجود ہو۔ تو اس حالت میں نصف دو مرتبہ آئے گا۔ اس سے مسئلہ کے مخرج میں کوئی فرق نہ ہوگا۔ لیکن مسئلہ عولیہ ہو جائے گا۔ کیونکہ مسئلہ کا مخرج چھ ہے۔ اور وارثوں کے حصے نو ہیں۔ خاوند کے تین حصے عینی بہن کے تین حصے ماں کا ایک حصہ اخیافیوں کے ۲ حصے پس "عول" کے اصول پر چھ کے نو حصے کئے جائیں گے۔ تاکہ وارثوں پر پورے آسکیں۔

(۳) اور ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ کہ مذکورہ صورتوں سے کسی صورت میں کسی حصے کے متعلق کم از کم دو وارثوں کی تعداد ذکر ہو اور مسئلہ پیش آمدہ میں دو سے زیادہ وارث ہوں۔ یا مذکورہ صورتوں سے کسی صورت میں کسی حصہ کے متعلق صرف اکیلے وارث کا ذکر ہو۔ اور پیش آمدہ مسئلہ میں ایک سے زیادہ وارث ہوں۔ مثلاً مسئلہ ۱۷ کی صورت نمبر ۲ میں ایک لڑکی اور ایک پوتی کا ذکر ہے۔ اور پیش آمدہ مسئلہ میں ایک لڑکی اور کئی پوتیاں ہوں۔ اور مسئلہ ۱۲ کی چوتھی صورت میں ایک بیوی کا ذکر ہے اور مسئلہ پیش آمدہ میں کئی بیویاں ہوں۔ تو وارثوں کی تعداد وغیرہ کے اس فرق سے حصے میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی اور مسئلہ پیش آمدہ صورت مذکورہ سے الگ نہیں سمجھا جائے گا صرف اتنا ہوگا۔ کہ جو حصہ پہلے اکیلے وارث یا دو وارثوں کو ملنا تھا۔ اب زیادہ وارث ہو لینے کی صورت میں وہ سب میں تقسیم ہو جائے گا۔

.M

مقاسمۃ الجد

مقاسمہ کے لفظی معنی آپس میں تقسیم کرنے کے ہیں۔ علم میراث کی اصطلاح میں میت کے دادے اور بھائی بہنوں کی آپس میں تقسیم کو مقاسمۃ الجد کہتے ہیں۔ اس مسئلہ میں دو مذہب ہیں۔

ایک مذہب یہ ہے کہ دادے کی موجودگی میں بھائیوں کو ورثہ نہیں ملے گا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضؓ صدیق۔ ابن عباسؓ عبداللہ بن زبیرؓ وغیرہم صحابہ کرام اور آئمہ اربعہؒ میں حضرت امام ابوحنیفہؒ اور بعض دیگر علماء کرام کا یہی مذہب ہے۔

دوسرا مذہب یہ ہے کہ دادے کی موجودگی میں عینی اور علاتی بھائی وارث ہوں گے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؓ۔ عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہم صحابہ کرام اور ائمہ اربعہ میں سے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے علاوہ باقی تینوں ائمہ کرام کا یہی مذہب ہے۔

جو حضرات دادے کے ساتھ بھائیوں کو ورثہ دینے کے قائل ہیں۔ طریقہ تقسیم میں ان کا اختلاف ہے

حضرت علیؓ سے ایک روایت ہے کہ دادا بھائیوں کے ساتھ ہمیشہ ایک بھائی کے قائم مقام ہوگا لیکن یہ روایت مشہور نہیں۔ مشہور روایت یہ ہے کہ دادا کو چھٹے حصہ سے کم کسی صورت میں نہیں ملے گا۔

اگر دادے اور بھائی بہنوں کے ساتھ دیگر اصحاب الفروض بھی ہوں اور ان کا مقرر حصہ ان کو دینے کے بعد کل ترکہ کا چھٹا حصہ بچے تو دادا کو وہ چھٹا حصہ دیا جائیگا۔ اور بھائی بہنیں سب محروم ہونگے مثلاً میت کے وارث خاوند۔ ماں، دادا اور عینی یا علاتی بہن ہے اس صورت میں کل ترکہ کے چھ حصے ہونگے خاوند کا نصف تین حصے ماں کا تہائی ۲ حصے، باقی ایک حصہ بچا جو کل ترکہ کا چھٹا حصہ ہے۔ اس لئے وہ دادا کو ملیگا اور بہنیں محروم اگر دوسرے اصحاب الفروض کو دینے کے بعد چھٹے حصہ سے کم بچے تو بھائی بہنیں محروم ہوں گے اور دادا کا

حصہ عول کے اصول پر پورا کیا جائے گا۔

مثلاً میت کے وارث خاوند، ایک لڑکی، ماں اور دادا اور ایک بھائی ہے کل ترکہ کے بارہ حصے ہوں گے
...ر کا چوتھا (۳ حصے) لڑکی کا نصف (چھ حصے) ماں کا چھٹا (دو حصے) اب دادا کے لئے صرف ایک حصہ بچا
...ترکہ کا بارھواں حصہ ہے۔ اس لئے یہاں عول کے اصول پر بارہ حصوں کے تیرہ بنا کر دادا کو دو حصے جائیں گے

اگر دوسرے اصحاب الفروض کو دینے کے بعد چھٹا حصہ سے زیادہ بچے تو پھر مقاسمہ ہو گا یعنی دادا کو
بھائی سمجھ کر دادے اور بھائی بہنوں کے درمیان ترکہ تقسیم ہو گا۔ بشرطیکہ دادا کو چھٹے حصے سے کم نہ
اگر چھٹے حصے سے کم ملے تو دادا کو چھٹا حصہ دے کر باقی بھائی بہنوں میں تقسیم ہو گا

تنبیہ ۔ دادا کے ساتھ اگر لڑکی یا پوتی نیچے تک کوئی ہو اس صورت میں دادا اصحاب الفروض سے
اس کا حصہ چھٹے حصہ سے کم نہیں ہو گا۔ مثلاً میت کا وارث بیٹی عینی یا علاتی بہن اور دادا ہو تو حضرت
...کے مذہب پر چھ حصے ہو کر تین بیٹی کے اور ایک دادے کا باقی دو حصے بہن کے بطور عصبہ کے اور
...بن ثابت کے مذہب میں بہن اور دادے میں مقاسمہ ہو گا۔ لڑکی کو تین حصے دے کر باقی دادا اور بہن
درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر تقسیم ہو گا

...بداللہ بن مسعودؓ | فرماتے ہیں کہ دادا کے ساتھ صرف بھائی ہوں یا بھائی بہن دونوں ان کے ساتھ دادا
...بھائی شمار کیا جائے گا جب تک اس کا حصہ تہائی سے کم نہ ہو اگر کم ہو تو بھی اس کو تہائی دی جائیگی۔
...دادے کے ساتھ صرف بہنیں ہوں تو وہ اصحاب الفروض سے ہوں گی اور دادا عصبہ ہو گا۔ مثلاً میت کے وارث
... دادا ایک عینی اور ایک علاتی بہن ہے اس صورت میں عینی کا نصف علاتی کا چھٹا حصہ ہو گا باقی دادا کے
...ہے اس لئے کہ وہ عصبہ ہے۔

...ضرت زید بن ثابت | فرماتے ہیں کہ بھائی بہنوں کے ساتھ دادے کی تین حالتیں ہیں ۔

...لی حالت | یہ ہے کہ دیگر اصحاب الفروض میں سے کوئی نہ ہو۔ تو دادا کے لئے دو صورتوں میں سے

بہتر صورت ہے۔ ایک مقاسمہ دوسرے تمام ترکہ کی تہائی مثلاً ایک دادا اور ایک بھائی ہو تو اس صورت میں دادا
کے لئے مقاسمہ بہتر ہے کیونکہ اس صورت میں دادا کے لئے نصف ہے۔

اگر دادا اور تین بھائی ہوں، تو پھر دادا کے لئے کل ترکہ کی تہائی بہتر ہے کیونکہ مقاسمہ میں دادا کے
لئے چوتھا حصہ ہے۔

دوسری حالت | یہ ہے کہ دادے اور بھائیوں کے ساتھ اصحاب الفروض میں سے دوسرا کوئی ہو اور
اصحاب الفروض کو دینے کے بعد چھٹا حصہ سے زیادہ باقی بچے تو ایسی حالت میں دادا کے لئے تین صورتوں
سے بہتر صورت ہے۔ مقاسمہ۔ باقی کی تہائی(۱)۔ کل ترکہ کا چھٹا حصہ(۲)۔ مثلاً وارث خاوند دادا اور بھائی ہیں۔ کل
چار حصے ہو کر دو خاوند کے اور ایک ایک دادا اور بھائی کا اس صورت میں مقاسمہ بہتر ہے۔ کیونکہ دادا کو
کل ترکہ کی چوتھائی ملتی ہے۔

اگر وارث ماں۔ دادا اور پانچ بہنیں ہیں۔ تو اس صورت میں باقی کی تہائی دادا کے لئے بہتر ہے۔
ترکہ اٹھارہ حصوں میں تقسیم ہو گا ماں کا چھٹا تین حصے باقی پندرہ حصے بچے اس کی تہائی دادا کے لئے
پانچ حصے اور بہنوں کے لئے دو دو حصے

اگر وارث خاوند، ماں۔ دادا اور دو بھائی ہوں تو اس حالت میں دادا کے لئے کل ترکہ کا چھٹا حصہ
بہتر ہے۔ ترکہ بارہ حصوں میں تقسیم ہو گا۔ خاوند کا نصف چھ حصے ماں کا چھٹا دو حصے دادا کا چھٹا دو
حصے ایک ایک حصہ دو بھائیوں کا ہے۔

اگر وارث ماں۔ دادا اور دو بھائی ہیں۔ تو اس صورت میں مقاسمہ ہو یا باقی کی تہائی دونوں صورتیں
دادا کے لئے یکساں ہیں۔

اگر وارث دو بیٹیاں۔ دادا۔ ایک بھائی ہیں تو اس صورت میں مقاسمہ یا کل ترکہ کا چھٹا حصہ
دونوں صورتیں دادا کے لئے یکساں ہیں۔

حصہ دوم

اگر وارث بیٹی۔ دادا اور تین بہنیں ہوں۔ تو اس صورت میں باقی کی تہائی اور کل ترکہ کا چھٹا حصہ دادا کے لئے یکساں ہے۔

تیسری حالت یہ ہے کہ دادا اور بھائیوں کے ساتھ اصحاب الفروض میں سے کوئی وارث ہے اور اصحاب الفروض کو دینے کے بعد باقی چھٹا بچتا ہے۔ تو اس صورت میں دادا کو چھٹا حصہ دیا جائے گا اور بھائی بہنیں سب محروم ہوں گی مثلاً میت کے وارث خاوند۔ ماں، دادا اور عینی یا علاتی بہن ہیں تو کل ترکہ کے چھ حصّے ہوں گے خاوند کا نصف تین حصّے، ماں کا تہائی دو حصّے، باقی ایک حصّہ بچا جو کل ترکہ کا چھٹا حصّہ ہے وہ دادا کو ملے گا اور بہن محروم ہوگی۔

اگر اصحاب الفروض کو دینے کے بعد چھٹے حصّے سے کم بچے تو بھائی بہنیں محروم ہیں۔ دادے کا چھٹا حصّہ عول کے اصول پر پورا کیا جائے گا۔ مثلاً میت کے وارث خاوند۔ ایک لڑکی۔ ماں اور دادا اور ایک بھائی ہیں تو کل ترکہ کے بارہ حصّے ہوں گے۔ خاوند کا چوتھائی تین حصے، ماں کا چھٹا دو حصّے لڑکی کا نصف چھ حصّے، دادا کیلئے صرف ایک بچا جو کل ترکہ کا بارھواں حصّہ ہے اسلئے یہاں عول کے اصول پر بارہ کے تیرہ حصّے بنا کر دادے کو دو حصّے دیئے جائینگے اور بھائی محروم۔

مسئلہ اکدریہ

میت کے وارث خاوند۔ ماں۔ دادا۔ عینی یا علاتی بہن ہے۔ جائداد کے چھ حصّے ہو کر خاوند کا نصف تین حصّے، ماں کا تہائی دو حصّے اور دادا کا چھٹا ایک حصہ ــــ تیسری حالت کے مطابق بہن کا نصف تین حصّے چونکہ حصّے وارثوں پر پورے نہیں آسکتے۔ اسلئے عول کے اصول پر نو حصّے ہو جائیں گے۔ تین خاوند کے۔ دو ماں کے باقی چار کے تین حصّے کر کے دو حصّے دادا کو اور ایک بہن کو ملیگا۔ یہ صورت زید بن ثابت رضؓ کے مذہب کے خلاف ہے۔ تیسری حالت میں بہن محروم رہنی چاہیئے تھی۔ کیونکہ اصحاب الفروض پر حصّے پورے ہو چکے ہیں، لیکن اس صورت میں زید بن ثابت رضؓ حصّہ دیتے ہیں۔ اس مسئلہ کا نام اکدریہ ہے۔ کیونکہ زید بن ثابت رضؓ کو اس نے مکدر کر دیا ہے اور بعض کہتے ہیں، کہ مسائل کا نام اکدر تھا۔ اس لئے اس کا نام اکدریہ ہوا۔

ذوی الارحام کا بیان

ارحام رحم کی جمع ہے۔ رحم اصل میں عورت کے پیٹ میں صراحی دار ایک ظرف کا نام ہے جس میں نطفہ قرار پکڑتا ہے۔ اور حمل پرورش پاتا ہے۔ اس کے بعد پیدائش کی وجہ سے جو آپس میں تعلق ہوتا ہے۔ اس کا نام ہو گیا۔ جس کی تین شاخیں ہو جاتی ہیں۔ ایک بچہ ایک باپ ایک ماں پھر یہ پھیل جاتا ہے۔ اس سے بھائی بہن چچے تائے بابے دادے۔ مامے نانے دادیاں نانیاں پھوپھیاں خالہ وغیرہ بنتی ہیں۔ یہ تمام سلسلہ پیدائش سے ہوتا ہے۔ اگر پیدائش نہ ہو۔ تو نہ کوئی بیٹا بنے نہ ماں باپ نہ آگے پھیلے ——— اور بعض کہتے ہیں۔ مطلق رشتہ داری کا نام ہے خواہ پیدائشی رشتہ داری ہو۔ جیسے ابھی بیان ہوا۔ خواہ ازدواجی ہو مثلاً مرد عورت کا جب نکاح ہو جائے۔ تو ان میں ازدواجی (خاوند بیوی کا) تعلق ہو گیا۔ اس کو بھی رحم کہتے ہیں۔ اس کے بعد جب بچہ پیدا ہو گا۔ اور بچہ پیدا ہونے کے بعد تین شاخیں ہو کر پیدائشی تعلق پھیلے گا یہ بھی رحم ہے۔ اور ذوی جمع ذو کی ہے۔ اس کے معنی صاحب کے ہیں۔ پس ذوی الارحام کے معنی ہوئے رشتہ داریوں کے صاحب یعنی رشتہ داریوں والے دوسرے لفظوں میں رشتہ دار اور قریبی۔ یہ تو لغوی تحقیق ہوئی۔ اصطلاح علم میراث میں ذوی الارحام وہ رشتہ دار یا قریبی ہیں۔ جو نہ عصبہ ہوں نہ اصحاب الفروض۔ جیسے پھوپھی خالہ نواسے وغیرہ۔

ص ـــ پر گذر چکا ہے۔ کہ ان کے وارث ہونے میں صحابہؓ وغیرہ کا اختلاف ہے۔ اکثر صحابہؓ قائل ہیں
حضرت عمرؓ حضرت علیؓ عبداللہ بن مسعودؓ، معاذ بن جبل، ابو الدرداء، ابو عبیدہ بن الجراح یہ سب کہتے
اگر اصحاب الفروض اور عصبات سے کوئی نہ ہو تو پھر ذوی الارحام ترکہ کے حقدار ہوں گے۔ اور عبداللہ بن عباس
اللہ عنہ کے دو قول ہیں۔ مشہور یہی ہے کہ وارث ہوں گے دوسرا غیر مشہور ہے۔ کہ نہیں ہوں گے اور تابعین
یہ بھی ثبوت وراثت کے قائل ہیں جیسے علقمہ۔ عمر بن عبدالعزیزؒ طاؤس مسروق ابراہیم نخعی شریح قاضی حسن بصری
محمد بن سیرین عطاء اور مجاہدؒ اور ائمہ سے امام ابوحنیفہ اور ان کے شاگرد اور امام احمد بن حنبلؒ اور بعض صحابہؓ کہتے
ہیں۔ اگر عصبہ اور اصحاب الفروض سے کوئی نہ ہو تو ترکہ بیت المال میں داخل کر دیا جائے گا۔ ذوی الارحام محروم
ہیں۔ چنانچہ زید بن ثابتؓ کا یہی مذہب ہے اور عبداللہ بن عباسؓ کا غیر مشہور قول بھی یہی ہے اور امام مالکؒ
اور امام شافعی وغیرہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ کہ ترکہ بیت المال ہی میں داخل کر دیا جائے گا۔ لیکن مالکیہ کے نزدیک
بیت المال کے لئے باقاعدہ منظم ہونا شرط ہے اور شافعیہ کہتے ہیں منظم ہو یا غیر منظم بیت المال ہی وارث ہو گا۔ دلیل
ان کی یہ ہے۔ کہ قرآن مجید میں ذوی الارحام کا ذکر نہیں کیا۔ اگر یہ حقدار ہوتے تو جیسے اصحاب الفروض اور عصبات کا ذکر
ہے ان کا بھی ذکر ہوتا۔ دوسرے حدیث میں ہے جس کو سعید بن منصور نے اپنی سنن میں عطاء بن یسار تابعیؒ سے
مرسل روایت کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پھوپھی اور خالہ کے میراث کی بابت غدا سے استخارہ کرنے
کے لئے قبا بستی کی طرف سوار ہوگئے تو آپ پر وحی ہوئی کہ ان کے لئے کوئی میراث نہیں (مغنی ابن قدامہ) اور سراجی
کے حاشیہ میں حدیث یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پھوپھی اور خالہ کے میراث سے سوال ہوا تو فرمایا
جبریل علیہ السلام نے مجھے خبر دی ہے کہ ان کے لئے کچھ نہیں۔ نیز حدیث میں انا وارث من لا وارث لہ یعنی
جس کا وارث نہیں اس کا میں وارث ہوں۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ جب کوئی وارث نہ ہو تو بیت المال وارث
ہے۔ ہاں اگر بیت المال نہ ہو تو پھر ذوی الارحام وارث ہو سکتے ہیں۔
پہلے مذہب والوں کی دلیل یہ ہے۔ کہ قرآن مجید میں اگرچہ جہاں تقسیم وراثت کا ذکر ہے۔ وہاں ان کا ذکر نہیں۔

لیکن دوسری جگہ فرمایا واولوا الارحام بعضھم اولی ببعض فی کتاب اللہ یعنی رشتہ والے ایک دوسرے
کے ساتھ (وراثت میں) زیادہ لائق ہیں۔ اس آیت میں اولوا الارحام سے لغوی معنی مراد ہیں۔ جو عام ہے۔ خواہ اصحاب
الفروض ہوں یا عصبات یا ان کے علاوہ پس کتاب اللہ میں ان کا ذکر آ گیا ہاں ان کے حصہ کا بیان نہیں سو وہ حدیث
سے معلوم ہو گیا۔ تفصیل اس کی یہ ہے۔ کہ ذوی الارحام ایک قسم کے ہوں گے یا کئی قسم کے اگر ایک قسم ہوں تو ان کے
متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ چنانچہ حدیث یوں ہے۔ الخال وارث من لا وارث لہ یعنی
ماموں وارث ہے۔ اس کا جس کا کوئی وارث نہیں۔ اس حدیث سے ایک تو ذوی الارحام کی وراثت ثابت ہو گئی۔
گویا قرآن و حدیث دونوں اس بارہ میں متفق ہو گئے دوسرے اس حدیث میں یہ کہنا کہ جب کوئی وارث نہ ہو
اس وقت ماموں وارث ہے یہ اس طرف اشارہ ہے کہ جب کوئی اور وارث ہو تو اس سے ترکہ باہر نہیں جائے گا۔
گویا اس سے مسئلہ رد ثابت ہو گیا۔ تیسرے اس سے اس طرف اشارہ ہے۔ کہ جب کوئی اور وارث نہ ہو تو پھر
ماموں اس کے قائم مقام ہے۔ تو گویا ماموں سے بھی ترکہ باہر نہیں جا سکتا۔ اور اس حدیث میں وارث (اسم فاعل
کے صیغہ) کی اضافت من کی طرف ہے۔ اسم فاعل میں یہاں زمانہ حال اور استقبال نہیں۔ پس یہ اضافت معنوی ہوئی
اور معنوی استغراق کے لئے بھی ہوتی ہے اور یہی مراد ہے۔ کیونکہ عہدی وغیرہ نہیں بنتی۔
پس مطلب یہ ہوا۔ کہ ماموں کی وراثت مستغرق ہے۔ یعنی پورا احاطہ کرنے والی ہے ترکہ کا کوئی حصہ اس کی
وراثت سے باہر نہیں رہتا۔ پس حدیث میں دو طرح سے بیان ہو گیا۔ کہ ماموں کا پورا ترکہ ہے۔ ایک قائم مقام ہونے
سے اور ایک استغراق اضافت سے قطع نظر اس حدیث سے بظاہر[1] معلوم ہوتا ہے کہ ذوی الارحام کی وراثت اصحاب الفروض کی طرح
نہیں کہ حصہ مقرر ہو بلکہ عصبات کی طرح ہے کہ سارے ترکہ کے حقدار ہیں۔ اور یہیں سے لازماً یہ نتیجہ نکلا کہ جب ذوی الارحام کئی قسم
کے ہوں۔ تو وہاں ترجیح دیکھی جائے گی۔ خواہ قوت قرابت ہو یا کوئی اور ہو جیسے عصبات میں تفصیل ہو چکی ہے اور اس سے اوپر کی حدیث کا
مطلب بھی معلوم ہو گیا ہے جس میں جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ پھوپھی اور خالہ کا کچھ حصہ نہیں یعنی اصحاب الفروض کی طرح مقرر حصہ کوئی نہیں اور
اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ دوسرے ورثاء کے ہوتے ہوئے کچھ نہیں۔ بہر صورت اس حدیث اور حدیث الخال

[1] اس بظاہر کے لفظ سے اس طرف اشارہ ہے۔ کہ یہاں دوسرا احتمال بھی ہے وہ یہ کہ رد کی بحث میں اصحاب الفروض بھی سارے ترکہ کے وارث ہوتے ہیں۔ پس بطریق

وارث میں کوئی مخالفت نہیں۔ بلکہ دونوں کا ایک مطلب ہے۔

اور بعض لوگ ان دونوں حدیثوں میں یوں موافقت کرتے ہیں۔ کہ پھوپھی خالہ والی حدیث میں نفی ہے۔ اور الخال وارث والی حدیث میں اثبات ہے۔ اور اثبات نفی پر مقدم ہے۔ لیکن یہ صورت موافقت ٹھیک نہیں کیونکہ یہ صورت واقعات میں ہوتی ہے۔ جبکہ بیان کرنے والے دو راوی ہوں۔ جیسے بخاری میں ہے۔ کہ ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے اندر داخل ہوئے اور صرف دعا کر کے باہر آگئے نماز نہیں پڑھی اور بلالؓ کہتے ہیں۔ دو رکعت نماز پڑھی ہے تو ایسے موقع پر علماء کہتے ہیں۔ کہ اثبات نفی پر مقدم ہے کیونکہ ہو سکتا ہے۔ کہ ابن عباسؓ کا دھیان تھوڑی دیر دوسری طرف لگ گیا ہو۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت پڑھ کر دعا میں شروع ہو گئے ہوں۔ اسی طرح حضرت میمونہؓ کے نکاح کا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں جب نکاح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہوا تھا۔ اور ابورافع بلکہ خود میمونہ کہتی ہیں۔ کہ احرام کھولا ہوا تھا۔ یہاں بھی نفی اثبات کا قاعدہ جاری ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ تو معلوم ہے کہ مدینہ (ذی الحلیفہ جگہ) سے احرام باندھ کر مکہ شریف آئے ہیں اور یہ نکاح مکہ میں ہوا ہے اور احرام کھولنے کے لیے یہ شرط نہیں کہ سارے نشان احرام کے دور کر دے صرف کسی جگہ کے بال کٹا لینا یا خوشبو وغیرہ استعمال کر لینا بھی کافی ہے پس جس نے آپ کو احرام کھولتے دیکھا اس نے کھولنے کا اثبات کیا اور جس نے نہیں دیکھا اس کے وہی کپڑے وغیرہ دیکھ کر کھولنے نفی کر دی۔ پس اس صورت میں بھی اثبات نفی مقدم ہوگا۔ کیونکہ احتمال پیدا ہو گیا کہ شاید احرام کھولتے نہ دیکھا ہو۔ اور جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہو اور آپ مسئلہ بیان فرماتے ہوئے ایک حدیث میں نفی کریں۔ اور ایک میں اثبات تو وہاں اس قسم کا احتمال پیدا نہیں ہو سکتا۔ جیسے ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے۔ ہاں اگر کوئی صحابی کا قول ہو تو اس کے متعلق کہا سکتا ہے۔ کہ شاید واقعہ کو بھول گئے ہوں۔ اس لئے نفی کر دی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت مسئلہ کی بابت یہ خیال بھی مشکل ہے۔ بہرصورت پھوپھی خالہ اور الخال وارث والی حدیثوں میں موافقت کی یہ صورت کہ اثبات نفی پر مقدم ہے غلط ہے۔ یہاں یہ قاعدہ جاری نہیں ہوتا۔

شبہ | شاید کسی کے دل میں یہ خیال گزرے کہ موافقت یوں بھی ہو سکتی ہے۔ کہ پھوپھی خالہ کی حدیث

کو عورت پر محمول کیا جائے اور الخال وارث والی حدیث کو مرد پر۔ تو مطلب یہ ہوا کہ ذوی الارحام مرد وارث ہیں نہ عورتیں اس کا جواب یہ ہے کہ سلف سے اس طرف کوئی نہیں گیا۔ اس لئے ان کے خلاف حدیثوں میں موافقت کی صورت اختیار کرنا ٹھیک نہیں۔ خاص کر جب اور صورتیں موجود ہوں۔ دوسرے جیسے یہ احتمال ہے۔ کہ مرد عورت کے امتیاز کے لئے ماموں کا ذکر کیا ہو یہ بھی احتمال ہے کہ مرد کی وراثت سے عورت کی وراثت کی طرف اشارہ ہو وہ یوں کہ ماں باپ کی جانب میں عورت کی وراثت کا لحاظ مرد کی نسبت زیادہ رکھا گیا ہے۔ اگر میت کے درمیان اور اس کے جد کے درمیان عورت کا واسطہ ہو تو جد فاسد بن جاتا ہے اور ذوی الارحام سے ہو کر وراثت سے محروم ہو جاتا ہے اور اگر میت کے درمیان اور اس کی جدہ کے درمیان جد فاسد کا واسطہ نہ ہو تو وہ جدہ صحیحہ ہے اور اصحاب الفروض سے ہے خواہ اس کے اور میت کے درمیان مرد کا واسطہ ہو یا عورت کا گویا مرد کے لئے عورت کا واسطہ مضر ہے اور عورت کے لئے سوا جد فاسد کے نہ عورت کا واسطہ مضر ہے نہ مرد کا اس بنا پر اگر حدیث میں الخال وارث کی جگہ الخالۃ وارثۃ یا العمۃ وارثۃ ہوتا۔ تو اس سے ماموں کی وراثت کا اشارہ نہ ہوتا کیونکہ عورت کی رعایت کا شبہ پڑ جاتا۔ اور جب ماموں کا ذکر کیا تو عورت کی وراثت خود ہی سمجھی گئی۔ کیونکہ عورت کی رعایت پہلے ہی سے منظور ہے۔ اور جب ماموں وارث ہوا تو میت کے اصول فروع (نانے نواسے نواسیاں) بطریق اولی وارث ہو گئے کیونکہ ماموں سے ان کی قرابت قوی ہے۔ پس جب ماموں کے ذکر کی ایک دوسری وجہ بھی ہو سکتی ہے۔ تو پھر امتیاز والی وجہ محتمل ہو گئی یعنی اس میں دوسری وجہ کا بھی احتمال پیدا ہو گیا۔ اور احتمال سے شکی ہوتی ہے۔ پس ایسی حالت میں وہ صورت اختیار کرنی چاہئے جس میں سلف سے علیحدگی نہ ہو۔ کیونکہ سلف سے علیحدگی تو کسی صورت صحیح نہیں بشک میں کس طرح صحیح ہوگی۔ رہی حدیث انا وارث من لا وارث لہ سو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ بیت المال کا وارث ہونا اسلامی حیثیت سے ہے کیونکہ بیت المال مسلمانوں کا ہے اور خال کا وارث ہونا دو حیثیتوں سے ہے۔ ایک اسلام ایک قرابت پس خال کو ترجیح ہوئی اور انا وارث من لا وارث لہ کا مطلب یہ ہوا کہ جب رشتہ داروں سے کوئی وارث نہ ہو تو بیت المال ہے۔ اور ایک اور حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جس کو سعید بن منصورؒ نے روایت

کیا ہے کہ ثابت بن دحداح رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ اس کی نسبت تم جانتے ہو۔ قیس بن عاصمؓ نے کہا کہ یہ ہم میں غیر تھا ہم صرف اس کے بھانجہ کو پہچانتے ہیں۔ وہ ابولبابہ بن منذر ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی میراث اس کے بھانجہ کو دیدی۔ (مغنی ابن قدامہ جلد ۶ ص۲۸۵)

اس سے معلوم ہوا کہ ذوی الارحام بیت المال پر مقدم ہیں۔

ذوی الارحام کے اقسام

ذوی الارحام کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) جو میت کی طرف منسوب ہوں۔ جیسے نواسے نواسیاں اور پوتیوں کی اولاد۔

(۲) جن کی طرف میت منسوب ہو۔ جیسے جد فاسد اور جدات فاسدہ۔

(۳) جو میت کے ماں باپ کی طرف منسوب ہوں جیسے بھانجیاں بھتیجیاں خواہ عینی بھائیوں کی اولاد ہوں یا علاتی یا اخیافی کی اولاد ہوں اور بھتیجے جو اخیافی بھائیوں کی اولاد ہوں۔

(۴) جو میت کے نانے دادے کی طرف منسوب ہوں یا میت کی نانی دادی کی طرف منسوب ہوں جیسے پھوپھیاں باپ کی عینی بہنیں ہوں یا علاتی یا اخیافی اور چچے جو میت کے باپ کے اخیافی بھائی ہوں اور ماموں اور خالہ خواہ میت کی ماں کے عینی بھائی بہنیں ہوں یا علاتی یا اخیافی یہ چاروں قسمیں اور جو ان کے واسطہ سے میت کی طرف منسوب ہو یہ ذوی الارحام سے ہیں۔ اور ان کے علاوہ میت کے والدین کی پھوپھیاں خالہ ماموں اور اخیافی چچے (میت کے دادے کے اخیافی بھائی) اور اس سے اوپر میت کے جد اور جدہ (اوپر تک) کے پھوپھیاں خالہ ماموں اور اخیافی چچے اور نیچے تک ان سب کی اولادیں یہ سب ذوی الارحام ہیں۔ مغنی ابن قدامہ وغیرہ میں گیارہ قسمیں شمار کی ہیں۔

(۱) بیٹیوں کی اولاد (۲) بہنوں کی اولاد (۳) بھائیوں کی بیٹیاں (۴) اخیافی بھائی بہنوں کی اولاد

(۵) پھوپھیاں (۶) چچا جو میت کے باپ کا ماں کی طرف سے بھائی ہے (۷) ماموں (۸) خالہ (۹) چچوں کی بیٹیاں (۱۰) جد فاسد یعنی وہ باپ جس کے درمیان اور میت کے درمیان ماں کا واسطہ پڑ جائے جیسے ماں کا باپ نانا پڑنانا اوپر تک اور نانی پڑنانی کا باپ اوپر تک اور دادی پڑدادی کا باپ اوپر تک (۱۱) جدہ فاسدہ یعنی وہ ماں جس کے درمیان اور میت کے درمیان جد فاسد کا واسطہ پڑ جائے جیسے نانے پڑنانے کی ماں اوپر تک اور دادی پڑدادی کے باپ کی ماں اوپر تک۔

یہ گیارہ قسمیں ذوی الارحام کی وہی چار ہیں۔ جو بیان ہو چکی ہیں۔ اگر تفصیل کریں تو گیارہ ہیں۔ اگر اختصار کریں تو چار ہوتی ہیں۔

نوٹ: مغنی میں پڑدادے کی دادی کو بھی جدۂ فاسدہ میں شمار کیا ہے۔ کیونکہ امام احمدؒ کے مذہب میں راجح یہی ہے۔ کہ باپ کی طرف سے جدہ صحیحہ ہونے کے لئے شرط ہے کہ اس کے اور میت کے درمیان ایک یا دو کا واسطہ ہو۔ جیسے باپ کی ماں یا دادے کی ماں اگر تین باپوں کا یا زیادہ کا واسطہ ہو جیسے پڑدادے کی ماں یا اس سے اوپر تو یہ جدہ فاسدہ ہو کر ذوی الارحام سے شمار ہو گی اور مالکیہ کے نزدیک دادے کی ماں بھی جدہ فاسدہ ہے وہ صرف باپ کی ماں کو جدہ صحیحہ شمار کرتے ہیں۔ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک خواہ کتنے باپوں کا واسطہ ہو جدہ صحیحہ ہی رہتی ہے اور شافعیہ کا بھی اصح مذہب یہی ہے۔

یہ تو باپوں کے متعلق ہے رہی مائیں سو ان کی کوئی تعداد نہیں۔ جدہ صحیحہ سے اوپر خالص عورتوں کے واسطے خواہ کتنے ہوں۔ وہ بالاتفاق جدہ صحیحہ ہیں۔ مثلاً دادی بالاتفاق جدہ صحیحہ ہے اس سے اوپر دادی کی ماں اور اس کی ماں اور اس کی ماں کی ماں اوپر تک یہ سب جدہ صحیحہ ہیں۔ ایسے ہی دادے کی ماں اگرچہ مالکیہ کے نزدیک جدہ صحیحہ نہیں۔ لیکن باقیوں کے نزدیک یہ اور اس کی ماں اور اس کی ماں کی ماں اوپر تک یہ سب جدہ صحیحہ ہیں اسی طرح میت کی ماں کی ماں نانی پڑنانی اوپر تک سب جدہ صحیحہ ہیں اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

خلاصہ یہ کہ حنفیہ کے نزدیک اور اصح مذہب میں شافعیہ کے نزدیک جدہ فاسدہ صرف وہ ماں ہے کہ

ین کے درمیان اور میت کے درمیان جدفاسد کا واسطہ ہو۔
حنبلیہ اور مالکیہ بھی اس میں متفق ہیں۔ اور اس کے علاوہ حنبلیہ پڑدادے کی ماں کو بھی اوپر تک جدہ فاسدہ
ہتے ہیں۔ اور مالکیہ دادے کی ماں کو بھی اوپر تک جدہ فاسدہ کہتے ہیں۔ حنبلیہ اور مالکیہ بھی اس میں متفق ہیں۔

ذوی الارحام کی وراثت کا طریقہ

اس میں تین مذہب ہیں۔ ایک مذہب اہل الرحم کا ہے وہ کہتے ہیں کہ وراثت کی وجہ چونکہ ذوی الارحام ہوتا ہے اور
ن میں سب برابر ہیں۔ اس لئے جو زندہ موجود ہوں گے ان کے درمیان ترکہ برابر تقسیم کر دیا جائے گا۔ خواہ مرد ہو یا
رت اور خواہ کوئی زیادہ قریبی ہے یا کم۔

دوسرا مذہب اہل تنزیل کا ہے وہ کہتے ہیں کہ ذوی الارحام خود وارث نہیں بلکہ اپنے اصل وارث کی
وجہ سے وارث ہیں۔ اس لئے ذوی الارحام کوئی میت کی طرف زیادہ قریب ہو تو اس
مقدم نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ ان کو اپنے اصل وارث کے قائم مقام کر کے اس کا حصہ ان کو دیا جائے گا۔ جمہور
ن کے قائل ہیں۔ حنبلیہ اور مالکیہ کا یہی مذہب ہے اور شافعیہ کے دو قول ہیں۔ اصح قول یہی ہے اور شافعیہ کا
ب ضعیف قول۔

تیسرا مذہب اہل قرابت کا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ قرب و بعد کا لحاظ رکھا جائے گا۔ جو میت کے زیادہ قریب
ہوگا۔ وہ مقدم ہوگا۔ جیسے عصبات میں ہوتا ہے۔ امام ابوحنیفہ اس کے قائل اور
افعیہ کا ایک ضعیف قول اس کے موافق ہے۔

پہلا مذہب متروک ہے۔ دوسرے دونوں مشہور ہیں اور [illegible] ہے۔ اسلئے ہم دونوں کو الگ الگ بیان کرتے ہیں۔

مذہب اہل تنزیل

تنزیل کے معنی اتارنے کے ہیں۔ چونکہ اس مذہب میں ذوی الارحام کو اصل وارث کی جگہ اتارا جاتا

ہے۔ اور اس کا حصہ اس کو ملتا ہے۔ اس لئے اس مذہب والوں کو اہل تنزیل کہتے ہیں۔ مثلاً نواسی کو بیٹی کے
قائم مقام کر کے اس کو بیٹی کا حصہ دیا جاتا ہے اور نواسے کو ماں کے قائم مقام کر کے ماں کا حصہ دیا جاتا ہے۔ اسی طرح بھتیجی بمنزلہ بھائی کے اور بھانجی بمنزلہ
بہن کے سمجھی جاتی ہے اور ماموں اور خالہ بمنزلہ ماں کے۔ اور چچا چھوپھی کی طرف سے باپ کا بھائی ہو بمنزلہ باپ کے ہے اسی طرح پھوپھی بھی بمنزلہ باپ
کے ہے۔ خواہ میت کے باپ کی بہن حقیقی ہی ہو یا میت کے ماں یا باپ کی طرف سے ہو۔ اگرچہ اس میں کچھ اختلاف ہے لیکن راجح مذہب یہی ہے
اور اصل وارث کافر ہو یا قاتل ہو۔ تو اس کو وارث سمجھ کر اس کا حصہ ذوی الارحام کو دیدیا جائیگا اور بالفرض
یہ کافر یا قاتل زندہ ہو تو ان کو فوت شدہ سمجھ کر ان کا حصہ ذوی الارحام کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ مثلاً میت کی
بیٹی کافر ہو یا میت کو اس نے قتل کیا ہو۔ تو وہ وارث نہیں ہوگی۔ لیکن یہاں اس کو وارث سمجھ کر اس کا حصہ
میت کی نواسی کو دیدیا جائے گا۔ خواہ بیٹی فوت شدہ ہو یا زندہ ہو۔

جب یہ معلوم ہو چکا۔ کہ ذوی الارحام کو اصل وارث کا حصہ ملتا ہے۔ تو اب دیکھنا چاہیے۔ کہ ذوی الارحام
متعدد ہیں یا ایک اگر ایک ہے تو وہ سارا ترکہ لے جائے گا۔ خواہ اصل وارث اصحاب الفروض سے ہو یا عصبہ ہو۔ اگر
عصبہ ہو تو ظاہر ہے۔ اگر اصحاب الفروض سے ہو تو پھر رد کی صورت ہوگی۔ اور اگر ذوی الارحام متعدد ہوں تو پھر اصل وارث ایک
ہے یا متعدد یہ دو شقیں ہیں۔ ہر ایک شق کا الگ الگ بیان ہوتا ہے۔

پہلی شق کا بیان

اگر اصل وارث ایک ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔
(۱) ایک یہ کہ ذوی الارحام قرب و بعد میں اصل وارث کی طرف برابر ہوں۔ اس صورت میں اصحاب الفروض اور
عصبات کی طرز پر تقسیم ہوگی۔ مثلاً میت کے نواسے نواسیاں جو میت کی ایک بیٹی کی اولاد ہوں اگر صرف نواسے
یا صرف نواسیاں ہوں تو ان میں میت کا ترکہ بحصہ برابر تقسیم ہوگا۔ اور اگر نواسے نواسیاں مخلوط ہوں تو اس میں اختلاف
ہے حنبلیہ تو کہتے ہیں۔ کہ بحصہ برابر تقسیم ہوگا۔ اور باقی علماء کے نزدیک پھر للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر عمل

ہوگا۔ حنبلیوں کے قول کی وجہ یہ ہے کہ اصل وارث یہاں بیٹی ہے۔ تو گویا میت اور ذوی الارحام کے درمیان عورت کا واسطہ ہوا اور عورت کا واسطہ برابری کو چاہتا ہے۔ جیسے اخیافی بھائی بہنوں میں۔ اس لیے ذوی الارحام کے مرد و عورتوں میں بحصہ برابر تقسیم ہوگی۔

خلاصہ یہ کہ طریقہ تقسیم ذوی الارحام میں وہی ہے جو اصحاب الفروض اور عصبات میں ہے صرف نظریہ کا فرق ہے حنبلیہ اصل وارث کو دیکھتے ہیں۔ اور دوسرے علماء ذوی الارحام کو دیکھتے ہیں۔ صرف تین مقام ایسے ہیں۔ جو بظاہر اصحاب الفروض اور عصبات کی تقسیم کے خلاف معلوم ہوتے ہیں۔

(۱) قاتل یا کافر وارث نہیں مگر یہاں ذوی الارحام کا اصل وارث کافر یا قاتل ہو تو اس کو وارث سمجھ کر اس کا حصہ ذوی الارحام کی طرف منتقل ہو جائیگا۔ اگر زندہ ہو تو اس کو فوت شدہ سمجھ لیا جائے گا۔ جیسے اوپر بیان ہو چکا ہے۔

(۲) میت کے اخیافی (ماں کی طرف سے) بہن بھائیوں میں للذکر مثل حظ الانثیین کا اصول جاری نہیں۔ یعنی مرد کا عورت سے دوگنا حصہ نہیں۔ بلکہ مرد عورت کا برابر حصہ ہے۔ اس اصول کے مطابق اگر میت اپنے پیچھے ماموں اور خالہ چھوڑ جائے جو میت کی ماں کے اخیافی بھائی بہنیں ہوں۔ تو ان میں ترکہ بحصہ برابر تقسیم ہونا چاہیئے کیونکہ اصل وارث ماں ہے اور وہ ماں کے بھائی بہن ہونے کی وجہ سے وارث ہیں۔ لیکن یہاں للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر عمل کرتے ہوئے ماموں کو خالہ سے دوگنا ملے گا۔

(۳) یہاں میت کے اخیافی بہن بھائیوں کی اولاد میں ترکہ بحصہ برابر تقسیم ہوگا۔ حالانکہ چاہیئے تھا کہ للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول کے مطابق تقسیم ہو۔ کیونکہ اصل وارث بھائی بہن ہیں۔ اور یہ ان کی اولاد ہونے کی حیثیت سے وارث ہیں اور اولاد میں للذکر مثل حظ الانثیین کا اصول جاری ہوتا ہے۔

نوٹ :- یہ تین مقامات بظاہر طریقہ تقسیم اصحاب الفروض عصبات کے مخالف ہیں حقیقت میں نہیں کیونکہ مقام اول میں کافر یا قاتل کو وارث نہیں بنایا گیا۔ بلکہ ذریعہ وراثت بنایا گیا۔ اگر وارث ہوتا تو زندہ کو مردہ کیوں فرض کرتے اور ذریعہ اصحاب الفروض اور عصبات کی وراثت میں بھی تھا۔ مثلاً بیٹا کافر ہو اور پوتا مسلمان ہو تو پوتا وارث

ہوگا۔ لیکن ذریعہ یہی کافر ہے۔ کیونکہ یہ پوتا تبھی بنا کہ پہلے کافر کا بیٹا بنا اسی طرح دوسرے مقام میں ماموں اور خالہ ماں کے بہن بھائی ہونے کی وجہ سے وارث نہیں بلکہ ان کو ماں کے قائم مقام کر دیا گیا۔ ماں چونکہ میت کے اصولوں سے ہے۔ اس لئے ماموں خالہ بھی میت کے اصول بن گئے۔ اور میت کے اصولوں میں للذکر مثل حظ الانثیین کا قاعدہ جاری ہے۔ چنانچہ جب میت کی اولاد نہ ہو اور نہ ایک سے زیادہ بھائی بہن بھی نہ ہوں اور ماں باپ وارث ہوں تو ماں کو تہائی ملتا ہے اور باقی دو تہائی باپ کو اس لئے ماموں خالہ میں بھی اسی طریق پر تقسیم ہوگی۔ البتہ بعض حالات میں ان کے بھائی بہن ہونے کی حیثیت کو ملحوظ رکھنا پڑتا ہے جبکہ ایک ماموں ماں کا عینی بھائی ہو ایک علاتی ایک اخیافی اس وقت ان میں ترکہ کی تقسیم بھائیوں کی طرح نہیں ہوگی۔ تاکہ عینی علاتی اخیافی میں فرق ہو جائے۔ ایسے ہی حالات کو سمجھ لیں۔ چنانچہ مثالیں ہر ایک کی آگے آتی ہیں۔ غرض مجبوری کے وقت اس حیثیت کو لیا جاتا ہے۔ ورنہ اصل حقیقت وہی ماں والی ہے۔ اسی طرح تیسرے مقام میں بھائی بہنوں کی اولاد اپنے ماں باپ کے قائم مقام ہے پس جو ماں باپ کا حکم ہے وہی اولاد کا ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ مقامات بھی درحقیقت اصحاب الفروض اور عصبات کے اصولوں کے خلاف نہیں۔ البتہ بعض دفعہ اصل وارث کی تعیین میں یا کیفیت میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ اس بنا پر مسائل میں بھی اختلاف ہو جاتا ہے۔ مثلاً پھوپھی اور خالہ اور ماموں کے اصل وارث میں اختلاف ہے۔ پھوپھی کو بعض چچا کے قائم مقام کہتے ہیں۔ بعض دادا کے بعض باپ کے مگر راجح یہی ہے کہ باپ کے قائم مقام ہے اور زیادہ اسی پر ہیں۔ اور ماموں اور خالہ کو بعض نانی کے قائم مقام کہتے ہیں بعض ماں کے۔ لیکن راجح یہی اخیر ہے۔

یہ تو تعیین کا اختلاف ہے کیفیت کا اختلاف یوں ہے۔ کہ شافعیہ اور مالکیہ خالہ اور ماموں کے ماں کی جگہ ہونے کی کیفیت یوں بیان کرتے ہیں کہ جیسے ماں میت کا اصل ہے ایسے ہی خالہ ماموں بھی اصل سمجھے جائیں گے۔ اور جیسے ماں کو کبھی تہائی کبھی چھٹا حصہ ملتا ہے۔ اسی طرح ان کو ملے گا ان کی آپس میں تقسیم پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ بلکہ آپس میں تقسیم للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر ہوگی۔ اور ماموں کو خالہ سے دوگنا ملے گا جیسے اوپر بیان ہوا لیکن

یہ کہتے ہیں کہ ماں کا واسطہ اخیافی بھائیوں بہنوں میں برابری کو چاہتا ہے۔ اس لئے ماموں خالہ میں بھی ان کا مال میں برابری کر دے گا۔ اور ترکہ ان میں نصف و نصف تقسیم ہوگا اسی طرح جہاں اصل وارث ایک ہو ذوی الارحام درجہ میں برابر ہوں وہاں للذکر مثل حظ الانثیین کا اصول جاری نہیں ہوگا۔ مثلاً اوپر نواسی نواسے کی مثال میں مالکیہ شافعیہ تو نواسے کو دوگنا دیں گے۔ لیکن حنبلیہ کہتے ہیں۔ کہ اصل وارث چونکہ میت کی لڑکی ہے جیسے ماموں خالہ میں ممیت (ماں) کا واسطہ برابری چاہتا ہے۔ یہاں بھی برابری ہوگی۔ پس نواسی کو نواسے کے برابر ملے گا۔ ایسے ہی یہ اصول ہر جگہ جاری ہوگا۔ جبکہ اصل وارث ایک ہو اور ذوی الارحام کا درجہ برابر ہوگا۔

فائدہ :- ماموں خالہ میں جو کچھ اختلاف ذکر ہوا ہے یہ اس صورت میں ہے۔ کہ ان کا ماں باپ ایک ہو۔ ماں باپ الگ ہوں جیسے ایک ماں کی طرف سے خالہ یا ماموں ہو اور دوسرا باپ کی طرف سے۔ تو ان کا حکم آگے ہے۔ اسی طرح پھوپھیوں اور ماں کی طرف سے چچے کا حکم بھی آگے آتا ہے۔

دوسری صورت یہ کہ اصل وارث ایک ہونے کی صورت میں بعض ذوی الارحام اصل وارث کی طرف زیادہ ہوں۔ جیسے میت کی دو نواسیاں ہوں۔ جو میت کی ایک بیٹی کی اولاد ہوں۔ ان میں سے ایک نواسی زندہ ہے۔ اور دوسری نواسی کی اولاد زندہ ہے۔ اس صورت میں سارا ترکہ نواسی لے جائے گی۔

مسئلہ :- اگر اصل وارث ایک ہونے کی صورت میں اصل وارث ماں ہو۔ تو اس میں کئی طرح سے اختلاف ہے۔ مثلاً ماموں اور خالہ بمنزلہ ماں کے ہیں۔ اور ان کا اصل وارث ماں ہے۔ اس میں امام احمدؒ سے دو روایتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ان میں ترکہ للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر تقسیم ہوگا۔ دوسری یہ کہ نصف و نصف ہوگا۔ جیسے اخیافی بہنوں میں نصف نصف ہوتا ہے۔ حنبلیہ کے نزدیک اسی روایت کو ترجیح ہے چنانچہ تفسیر اوپر گزری ہے۔ اور ماموں خالہ کی اولاد اور پھوپھی کی اور اخیافی (ماں کی طرف سے) چچے کی اولاد میں بھی امام احمدؒ سے للذکر مثل حظ الانثیین کی روایت ہے۔ لیکن حنبلیہ کے نزدیک برابری ہی کی روایت کو ترجیح ہے۔ اسی لئے جیسا اوپر برابری ہی کا بیان ہوا ہے۔ نہ للذکر مثل حظ الانثیین۔

(دوم) ماموں اور نانا کا اصل وارث بھی ماں ہے کیونکہ ماموں بھی بمنزلہ ماں کے ہے اور نانا بھی بمنزلہ ماں کے ہے۔ تو اب ترکہ ان میں نصف نصف ہونا چاہیئے تھا۔ مگر ماموں چونکہ ماں کا حقیقتاً بھائی ہے۔ اور نانا حقیقتاً باپ اور باپ کی موجودگی میں بھائی بہن وارث نہیں ہوتا۔ اس لئے سارا ترکہ نانا کو ملے گا۔

(سوم) اوپر کی مثالیں تو درجہ میں برابری کی ہیں اگر درجہ میں قریب و بعید ہو۔ جیسے خالہ اور نانا کی ماں یا ماموں کا بیٹا تو اس صورت میں سارا ترکہ خالہ لے جائیگی۔ کیونکہ خالہ نانا کی ماں اور باپ اور ماموں کے بیٹے سے میت کی طرف زیادہ نزدیک ہے۔ لیکن تین بزرگ امام نخعی امام شریکؒ اور امام یحییٰ بن آدم اس کے خلاف ہیں۔ وہ ماں کو اصل میت سمجھ کر ترکہ تقسیم کرتے ہیں۔ خالہ ماں کی بہن ہے۔ اس کا نصف اور نانا کی ماں میت کی ماں کی دادی ہے اس کا چھٹا حصہ اور ماموں کا بیٹا میت کی ماں کا بھتیجا ہے۔ وہ عصبہ ہونے کی حیثیت سے باقی لے جائے گا۔

یہ تین بزرگ تو صرف ماں کو اصل وارث ہونے کی صورت میں اصل میت کی جگہ رکھ کر تقسیم کرتے ہیں اور بعض علماء تمام ذوی الارحام میں یہی طریقہ استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً میت کی ایک نواسی زندہ ہو اور ایک نواسی کی اولاد زندہ ہو تو اس صورت میں سارا ترکہ نواسی کا ہے۔ کیونکہ وہ میت کی طرف زیادہ قریب ہے۔ لیکن ان بعض علماء کے خیال کے مطابق میت کی بیٹی کو اصل میت کی جگہ سمجھ کر ترکہ تقسیم ہوگا۔ نواسی چونکہ اس کی بیٹی ہے۔ اس کا نصف ہے اور نواسی کی اولاد اس کے پوتے پوتیاں ہیں۔ اس لئے باقی ان میں للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر تقسیم ہوگا۔ اور اگر نواسے کی اولاد صرف لڑکیاں ہوں۔ تو وہ پوتیاں شمار ہو کر تکملۃ للثلثین کے اصول پر چھٹا حصہ پائیں گی۔ اور مسئلہ ردیہ ہو کر ترکہ کے چار حصے ہو جائیں گے۔ تین نواسی کے اور ایک نواسے کی لڑکیوں کا لیکن یہ دونوں مذہب (صرف ماں کو اصل میت قرار دینا یا سارے ذوی الارحام میں یہ طریقہ برتنا) کمزور ہیں۔ کیونکہ اصل وارث کو اصل میت قرار دینا اس پر کوئی دلیل نہیں۔ اصل وارث صرف وراثت کا سبب ہے نہ کہ مورث اور چونکہ یہ لوگ سب کو اصل میت قرار دے کر ترکہ تقسیم کرتے ہیں اس لئے ان کے مذہب کا نام مذہب من امات السبب ہوگیا۔

خیر اس مذہب کا ذکر تو ضمناً آگیا۔ اصل بحث تو یہ تھی۔ کہ ذوی الارحام متعدد ہوں اور اصل وارث ایک ہو تو

ہم کس طرح ہوگی۔ سو اس کی دو صورتیں تھیں جو بیان ہو چکی۔ اور ماں میں جو کچھ اختلاف تھا اس کا بھی مختصر بیان ہو چکا ہے کچھ اختلاف ان کے علاوہ بھی ہے۔ مثلاً میت کی ایک بیٹی سے دو نواسیوں سے ایک نواسی زندہ ہو اور ایک بیٹی دو زندہ ہو تو اس صورت میں اقرب ہونے کی وجہ سے سارا ترکہ نواسی لے جائیگی۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے لیکن بعض علماء کے کلام سے اس میں بھی اختلاف کا کچھ شبہ پڑتا ہے۔ مگر یہاں اس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ جہاں ان کا یہ کلام گذرے وہاں بیان ہوگا۔ انشاء اللہ

اب دوسری شق کا بیان ہوتا ہے۔ کہ ذوی الارحام اور اصل وارث دونوں متعدد ہوں۔

دوسری شق کا بیان

اگر ذوی الارحام بھی متعدد ہوں اور اصل وارث بھی متعدد ہوں تو اس کی بھی ۲ دو صورتیں ہیں۔ لیکن ان صورتوں کے بیان سے پہلے جہتوں کا بیان ضروری ہے۔ جہت کے معنی وجہ اور سبب کے ہیں۔ مراد اس سے میت کے ساتھ وارث کا وہ تعلق ہے۔ جس تعلق کی بنا پر وہ میت کا وارث ہوتا ہے۔ جہتیں چار ہیں۔ (۱) ابوت (باپ ہونا) (۲) بنوۃ (بیٹا بیٹی ہونا) (۳) اخوت (بھائی بہن ہونا) (۴) امومت (ماں ہونا)

(بعض حنابلہ (امام ابوالخطاب) نے عمومت (چچا ہونا بھی) جہت شمار کی ہے۔ گویا ان کے نزدیک پانچ جہتیں لیکن اصل چار ہی ہیں۔ کیونکہ عمومت ابوت میں شامل ہے نیز اس کے الگ شمار کرنے میں خرابی ہے جس کا ذکر آگے آئے گا انشاء اللہ

تینوں صورتوں کا بیان

پہلی صورت ذوی الارحام متعدد ہوں اور اصل وارث بھی متعدد ہوں۔ لیکن بعض ذوی الارحام اصل وارث کی طرف زیادہ قریب ہوں اس صورت میں جہت ایک ہوگی یا زیادہ اگر جہت ایک ہو تو نعیمؒ اور محمد بن سالمؒ حزار بن حرد کے سوا باقی سب علماء اس بات پر متفق ہیں۔ کہ جو اصل وارث کی طرف زیادہ قریب ہوگا وہ حقدار ہوگا۔ دوسرا

محروم ہے۔ اور نعیمؒ اور محمد بن سالم اور حزار بن حرد کہتے ہیں۔ کہ بعید بھی حقدار ہوگا۔ مثلاً ایک پھوپھی ہو اور دوسری پھوپھی کی بیٹی یا بیٹا ہو تو یہاں جہت ایک ہی ہے۔ یعنی ابوت کیونکہ پھوپھی قائم مقام باپ کے ہے۔ ان تینوں بزرگوں کے نزدیک پھوپھی اور دوسری پھوپھی کی بیٹی یا بیٹا برابر کی حقدار ہوں گی اور ترکہ ان میں نصف نصف ہوگا۔ اور باقی علماء کہتے ہیں۔ اور باقی علماء اہل تنزیل کہتے ہیں۔ سارا پھوپھی لے جائیگی۔ اور دوسری پھوپھی کا بیٹا یا بیٹی محروم ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک زیادہ قریبی حقدار ہے۔ جہت ایک ہو یا زیادہ۔ اسی طرح میت کی ایک بیٹی کی بیٹی اور میت کی دوسری بیٹی کی نواسی یہاں بھی جہت ایک ہے۔ یعنی بنوت پس ان تینوں بزرگوں کے نزدیک ترکہ نصف نصف ہوگا۔ اور باقی کے نزدیک اول الذکر حقدار ہے۔ اور ثانی الذکر محروم کیونکہ اصل وارث یہاں بیٹی ہے۔ اور اول الذکر بیٹی کی طرف زیادہ قریب ہے۔

اور اگر جہت الگ الگ ہو۔ تو اس صورت میں امام احمد بھی ان تینوں بزرگوں کے ساتھ ہیں۔ اور امام ثوری اور حسن بن صالح بھی اسی کے قائل ہیں۔ مثلاً خالہ اور دوسری خالہ کی بیٹی اور چچے کی پوتی خالہ بمنزلہ ماں کے ہے اور چچا بمنزلہ باپ کے ہے تو یہاں دو جہتیں ہوئیں۔ ایک امومت (ماں ہونا) اور دوسری ابوت (باپ ہونا) چونکہ باپ کے مقابلہ میں ماں کی تہائی ہے۔ اس لئے جہت امومت کو تہائی ملی اور جہت ابوت کو دو تہائی پہلے تین بزرگوں (نعیم محمد بن سالم اور حزار بن حرد) کے نزدیک تہائی خالہ اور بیٹی خالہ کے درمیان نصف نصف ہوگی۔ اور دوسرے تین بزرگوں (امام احمد۔ ثوری اور حسن بن صالح) کے نزدیک یہ تہائی صرف خالہ کی ہوگی۔ اور بیٹی خالہ محروم رہے گی کیونکہ ان کے نزدیک جہت ایک ہونے کی صورت میں زیادہ قریبی حقدار ہے۔ اور باقی دو تہائی چچے کی پوتی کو ملے گی۔ اس میں یہ چھ بزرگ متفق ہیں کیونکہ یہ جہت الگ ہے۔ اور ان چھ کے علاوہ باقی علماء اہل تنزیل کے نزدیک سارے ترکہ کی حقدار خالہ ہے۔ کیونکہ وہ اقرب ہے۔

تنبیہ :۔ ایک اختلاف اور ہے وہ بھی یاد رکھنا چاہیئے یہ معلوم ہو چکا کہ ذوی الارحام اصل وارث کے قائم مقام ہو کر اس کا حصہ لیتے ہیں جب بعید کو اصل وارث کے قائم مقام کرتے ہیں۔ تو بعض دفعہ وہ قریب کے حصے

حاجب ہو جاتا ہے اور بعض دفعہ حاجب نہیں ہوتا۔ جیسے یہاں چچا کی پوتی کو باپ کے قائم مقام کر کے اس کو دو تہائی دیں الاوہ خالہ کے لئے حاجب نہیں بنی کیونکہ خالہ بمنزلہ ماں کے ہے۔ اور باپ ماں کے لئے حاجب نہیں ہوتا حاجب ہونے کی مثال حسب ذیل ہے۔

نواسی کی بیٹی اور اخیافی بھائی کا بیٹا۔ نواسی کی بیٹی میت کی بیٹی کے قائم مقام ہو کر بیٹی کا حصہ لے گی اور بیٹی کے ساتھ اخیافی بھائی گر جاتا ہے اور جب وہ گر گیا تو اس کا بیٹا بھی وارث نہیں ہو گا سارا ترکہ نواسی کی بیٹی لے جائے گی۔ چھ بزرگوں سے ضرار بن صرد کے سوا باقی پانچ کا مذہب یہی ہے کہ بعید اپنے اصل وارث کے قائم مقام ہو کر اپنا حصہ لے گا خواہ قریب اس سے گرے یا نہ لیکن ضرار بن صرد کہتے ہیں۔ اگر نہ گرائے تو اس کو اصل وارث کے قائم مقام کر کے اس کو اس وارث کا حصہ دیا جائے ورنہ سارے ترکہ کا قریبی حقدار ہو گا چنانچہ ان کے نزدیک اس مثال میں سارا ترکہ اخیافی بھائی کے بیٹے کا ہے کیونکہ اخیافی بھائی ماں کے قائم مقام ہے۔ جو وارث ہے اور اخیافی خود بھی وارث ہے اور نواسی کی بیٹی کئی واسطوں سے میت کی بیٹی کے قائم مقام ہوتی ہے اس لئے وہ محروم ہے۔

امام احمدؒ کا مذہب بعید کو قریب کے ساتھ حقدار بنانے میں صاف نہیں صرف خالہ اور خالہ کی بیٹی اور چچے کی پوتی کی جو مثال اوپر ذکر ہوئی ہے۔ اس میں امام احمدؒ نے فیصلہ مذکورہ (خالہ کی ایک تہائی اور چچے کی پوتی کی دو تہائی اور بیٹی خالہ محروم) دیا ہے۔ اس سے بعض حنابلہ صاحب مغنی وغیرہ نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ لیجا ہر امام احمدؒ کا مذہب یہی معلوم ہوتا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ یہ نتیجہ صحیح نہیں کیونکہ اس مثال میں خالہ ماں کے قائم مقام ہے اور ماں وارث ہے اور پوتی اپنے باپ کے قائم مقام ہے۔ جو چچے کا بیٹا ہے اور چچے کا بیٹا عصبہ ہے۔ گویا دونوں اصل وارث کے متصل ہیں تو اصل وارث کے لحاظ سے ان میں قرب و بعد نہیں ہاں میت سے قرب و بعد ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ امام احمدؒ کا فیصلہ اصل وارث کے لحاظ سے ہو اور ذوی الارحام کی وراثت کا دارومدار اصل وارث پر ہونا بھی اس کو چاہتا ہے ہاں اگر خالہ اور چچے کی نواسی میں امام احمدؒ سے یہ فیصلہ منقول ہوتا کہ خالہ کو تہائی اور چچا کی نواسی کو دو تہائی تو پھر نتیجہ صحیح ہوتا کہ جہت کے الگ الگ ہونے کی صورت میں بعید بھی قریب کے ساتھ حقدار

ہے کیونکہ نواسی اصل وارث یعنی چچا سے (جو باپ کے قائم مقام ہے۔) بعید ہے اور خالہ ماں کے قائم مقام ہے اور ماں سے متصل ہے۔

دوسری صورت ذوی الارحام بھی متعدد ہیں اور اصل وارث بھی متعدد ہیں لیکن ذوی الارحام سے اصل وارث کی طرف کوئی زیادہ قریب نہیں بلکہ سب درجہ میں برابر ہیں اس صورت میں اگر جہت ایک ہے تو اصل وارثوں کو زندہ سمجھ کر ترکہ ان پر تقسیم کیا جائے گا۔ اور اسی طرح نیچے تقسیم ہوتا ہوا اُن ذوی الارحام کو مل جائے گا۔ جو زندہ موجود ہیں لیکن حنبلیہ کے نزدیک تقسیم بحصہ برابر ہو گی اور باقی علماء کے نزدیک للذکر مثل حظ الانثیین پر ہو گی۔ چنانچہ پہلی شق کی پہلی صورت میں تفصیل ہو چکی ہے۔

مثال میت کے ایک بیٹے کی نواسی اور دوسرے بیٹے کا نواسا ہے۔ تو ترکہ ان میں نصف نصف ہو گا کیونکہ اصل وارث یہاں میت کی پوتیاں ہیں تو جب ان کو پوتیوں کے قائم مقام کیا تو جیسے پوتیوں میں نصف نصف ہوتا ہے اسی طرح ان میں ہو گا اور دوسرے علماء للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر عمل کرتے ہوئے تین حصے کریں گے ایک نواسی کا اور دو نواسے کے اور اگر جہت الگ الگ ہو تو پھر ایک کو اپنی جہت کے لحاظ سے ملے گا۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

مثال میت کا ایک نواسہ ہے اور ایک نانا یہاں جہتیں دو ہیں نواسہ کی جہت بنوت (بیٹا ہونا) ہے اور نانا ماں کے قائم مقام ہے اس لئے اس کی جہت امومت (ماں ہونا) ہے ان جہتوں کا لحاظ کرتے ہوئے ترکہ کے چار حصے ہوں گے تین نواسہ کے اور ایک نانا کا کیونکہ ایک کا اصل وارث میت کی ماں ہے اور دوسرے کا اصل وارث میت کی بیٹی ہے اور ماں کا چھٹا حصہ ہے اور بیٹی کا نصف تو چھ سے ایک نانا کا اور تین نواسہ کے اور باقی دو بچے وہ انہی پر رد کر دئے کیونکہ مسئلہ رد یہ ہے چونکہ چھ سے ان کے چار ہیں اس لئے رد کے اصول کے مطابق ترکہ چار پر تقسیم کر کے تین نواسہ کو دئے اور ایک نانا کو۔

جہتوں کا بیان

دوسری شق کے بیان میں صہ۱۲ میں گذر چکا ہے کہ جہتیں چار ہیں۔ ابوت۔ بنوت۔ امومت۔ اخوت
ں نے عمومت کو بھی جہت شمار کیا ہے اس صورت میں جہتیں پانچ ہو گئیں لیکن یہ دو طرح سے ٹھیک نہیں ایک یہ
عمومت ابوت میں داخل ہے اس لئے الگ شمار کرنے کی ضرورت نہیں دوم یہ کہ چچے تین قسم پر ہیں ایک ماں کی طرف سے ایک
پ کی طرف سے ایک ماں باپ دونوں کی طرف سے۔ اگر میت دوسرے یا تیسرے چچے کی لڑکی پیچھے چھوڑ مرے تو
یثیت عمومت وارث ہو سکتی ہے کیونکہ اس کا باپ میت کا چچا ہے اور چچا عصبہ ہے اور عصبہ وارث ہے اور اگر
پہلے چچے کی لڑکی چھوڑ مرے تو وہ بحیثیت عمومت وارث نہیں ہو سکتی کیونکہ ماں کی طرف سے چچے کی وراثت کی جہت
ومت نہیں کیونکہ چچا بحیثیت عصبہ وارث ہوتا ہے نہ بحیثیت صاحب فرض اور ماں کی طرف سے رشتہ میں عصوبت
ہیں ورنہ اول حق اس میں اخیافی بھائی کا ہوتا حالانکہ شریعت نے اس کو عصوبت کا حق نہیں دیا بلکہ اصحاب الفروض
ں رکھا ہے پس ماں کی طرف سے جب بحیثیت عمومت وارث نہ ہوا تو پھر بحیثیت ابوت وارث ہوگا چنانچہ حدیث
ں چچا بمنزلہ باپ کے ہے اور باپ عصبہ بھی ہوتا ہے اور اصحاب الفروض سے بھی ہوتا ہے اور جب ماں کی طرف
ے چچا بحیثیت ابوت وارث ہوا تو اس سے لازم آیا کہ ماں کی طرف سے چچا کی لڑکی موجود ہو تو دوسرے دو چچوں
ی لڑکیاں ساقط ہو جائیں گی کیونکہ وہ بحیثیت عمومت وارث ہیں اور ابوت کے مقابلہ عمومت ساقط ہو جاتی ہے۔
الانکہ یہ اجماع کے خلاف ہے نیز اس سے لازم آیا کہ کمزور (ماں کی طرف سے) رشتہ قوی (باپ یا ماں باپ
دونوں کے) رشتہ پر غالب آجائے۔ حالانکہ یہ کسی طرح صحیح نہیں اور یہ ساری خرابی عمومت کو جہت شمار کرنے سے
وتی ہے پس عمومت کو جہت قرار دینا صحیح نہ ہوا۔

شبہ | شائد کہا جائے کہ ایسی خرابی تو اخوت کے جہت ماننے میں بھی ہے کیونکہ جب ماں کی طرف سے چچے
کی لڑکی بحیثیت ابوت وارث ہوئی بلکہ پھوپھی کی لڑکی بھی بحیثیت ابوت وارث ہوتی ہے کیونکہ پھوپھی

بھی بمنزلہ باپ کے ہے تو پھر بھائی بہنوں کی لڑکیاں اس کے مقابلہ میں ساقط ہونی چاہئیں کیونکہ ان کی جہت وراثت
اخوت ہے اور ابوت اخوت پر مقدم ہے اور اس اعتراض کی بنا پر صاحب مغنی ابن قدامہ اور شرح کبیر میں ان دونوں
جہتوں (عمومت۔ اخوت) کو ساقط کرتا ہے (ملاحظہ ہو جلد ۷ صہ۹۱ و صہ۱۲۳)

جواب | اس کا یہ ہے کہ اخوت کے جہت وراثت ہونے کی قرآن و حدیث میں تصریح ہے چنانچہ چوتھے پارے
میں بھی ہے اور چھٹے پارے میں بھی ہے تو یہ حقیقی ابوت کے مقابلہ میں تو ساقط ہو سکتی ہے نہ مجازی
اور چچا کو بوجہ باپ کے بھائی ہونے کے مجازاً باپ کہا گیا ہے نہ حقیقتاً اسی طرح پھوپھی کو سمجھ لینا چاہئے پس مجازی ابوت
حقیقی اخوت کے مقابلہ میں گر جائے گی برخلاف عمومت کے کیونکہ اس کے جہت وراثت ہونے کی قرآن و حدیث
میں صراحت نہیں پس اس کو جس نے جہت قرار دیا ہے محض اپنے اجتہاد سے جہت قرار دیا ہے پس یہ مجازی
ابوت کے مقابلہ میں ساقط ہو جائے گی۔ فافترقا۔

پس اخوت اور عمومت میں فرق واضح ہو گیا اور عمومت کو اخوت پر قیاس کرنا صحیح نہ ہوا اس کی مثال ایسی ہے
جیسے ماموں نانا کے مقابلہ میں گر جاتا ہے حالانکہ ماموں ماں کے قائم مقام ہے اور ماں باپ کے مقابلہ میں نہیں
گرتی لیکن ماموں حقیقتاً چونکہ ماں کا بھائی ہے اور نانا حقیقتاً ماں کا باپ ہے اس لئے ماموں کا مجازاً ماں ہونا حقیقت
کے مقابلہ میں کوئی اثر نہیں رکھتا اسی طرح خالہ بھی نانا کے مقابلہ میں گر جائے گی اگرچہ وہ بمنزلہ ماں کے ہے چنانچہ حدیث
میں ہے الخالة بمنزلة الام فافهم

ایک یا دو قرابتوں کا حکم

ذوی الارحام سے میت کے ساتھ کسی کی ایک سے زیادہ قرابتیں ہوں تو ہر قرابت بمنزلہ ایک شخص کے
سمجھی جائے گی ان سے جو نزدیک ہوگی اس سے وارث ہوگا اگر سب برابر ہوں تو ہر ایک سے وارث ہوگا۔

مثال | زید کے دو ماموں ہیں ایک کا نکاح زید کی پھوپھی سے ہو گیا اور دوسرے کا کسی غیر جگہ اور دونوں کی
لڑکیاں ہوں زید مر گیا اور یہ دونوں وارث بنیں ایک زید کی پھوپھی کی بیٹی بھی اور ماموں کی بھی اور ایک

صرف ماموں کی بیٹی ہے پھوپھی چونکہ بمنزلہ باپ کے ہے اور ماموں بمنزلہ ماں کے اور ماں کا باپ کے مقابلہ میں تہائی ہے اس لئے جس کی دو قرابتیں ہیں وہ دو تہائیاں الگ لے گی اور باقی تہائی میں دونوں شریک ہوں گی پس چھ سے پانچ حصے دو قرابتوں والی کے اور ایک حصہ ایک قرابت والی کا اور اگر اس ماموں کا نکاح پھوپھی کی بجائے پھوپھی کی بیٹی سے ہوا ہے تو اس صورت میں بھی دو قرابتیں ہوں گی لیکن یہ قرابت دور ہے اس لئے صرف خالہ کی بیٹی کی بیٹی ہونے کی بنا پر حق دار ہوگی۔ پس ترکہ دونوں میں نصف نصف ہوگا۔

خاوند بیوی اور ذوی الارحام

اگرچہ خاوند بیوی ذوی الفروض ہیں لیکن اس پر سب کا اتفاق ہے کہ خاوند یا بیوی ان کی موجودگی میں ذوی الارحام وارث ہیں اور اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ ذوی الارحام کے ساتھ خاوند بیوی کے حصہ میں عول یا حجب کی وجہ سے کمی بیشی نہیں ہوتی البتہ طریقہ تقسیم میں اختلاف ہے ایک یہ کہ خاوند یا بیوی کا پورا حصہ دے کر بقیہ ترکہ ذوی الارحام میں اس طرح تقسیم کیا جائے کہ کل ترکہ یہی ہے گویا خاوند بیوی ساتھ تھے ہی نہیں امام احمدؒ سے یہی مروی ہے اور ابوعبید محمد بن حسن نوویؒ اور عام علماء اس کے قائل ہیں۔ اور راجح یہی ہے اور اس کا نام اعتبار الباقی ہے دوسرا طریق یہ ہے کہ خاوند بیوی اور ذوی الارحام کے اصل وارثوں کے درمیان ترکہ اس طرح تقسیم کیا جائے جیسے کہ وہ زندہ ہیں اور اس میں عول اور حجب کا بھی لحاظ رکھا جائے اس کے بعد خاوند یا بیوی کا حصہ تو پورا کر دیا جائے جتنا بغیر عول اور بغیر حجب کے تھا اور باقی ذوی الارحام میں ان کے حصوں کے موافق تقسیم کر دیا جائے۔ یحییٰ بن آدم اور ضرار بن صرد اسی کے قائل ہیں اور اس کا نام اعتبار الاصل ہے۔

دونوں تقسیموں میں فرق

اگر اصل وارث سارے عصبہ ہوں یا اصحاب الفروض ہوں تو پھر کوئی فرق نہیں پڑتا اور اگر مخلوط ہوں تو پھر فرق پڑ جاتا ہے۔ مثلاً میت کے تین وارث ہیں بیوی نواسی، بھانجی، نواسی کا اصل وارث بیٹی ہے اور بھانجی کا اصل وارث بہن ہے۔ پہلے مذہب پر تقسیم یوں ہوگی کہ بیوی

کو اس کا پورا حصہ چوتھائی حصہ دے کر باقی نصف نصف کر دیا جائے گا۔ اور مسئلہ آٹھ سے بنے گا دو بیوی کے تین نواسی کے تین بھانجی کے۔

اور دوسرے مذہب پر تقسیم یوں ہوگی کہ اصل وارثوں بیٹی اور بہن کو زندہ سمجھتے ہوئے بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا اور بیٹی کو نصف اور باقی بہن کو۔ گویا آٹھ سے ایک بیوی کا چار بیٹی کے، تین بہن کے۔ اس کے بعد بیوی کا پورا کر دیا گیا یعنی اس کو ربع دے دیا گیا اور جب ربع دیا تو مسئلہ چار سے ہو گیا اور باقی تین بچے اب یہ تین نواسی اور بھانجی میں چار اور تین کی نسبت سے تقسیم ہوں گے کیونکہ اصل وارث بیٹی کے چار تھے اور بہن کے تین۔ یہ سات حصے ہوئے اور تین کی تقسیم سات پر صحیح نہیں اس لئے اصل مسئلہ چار کو سات میں ضرب دی تو اٹھائیس ہو گئے۔ سات بیوی کے بارہ نواسی کے اور نو بہن کے۔

اسی طرح میت کے چار وارث ہیں۔ خاوند۔ نواسی۔ خالہ۔ چچے کی بیٹی۔ ان کے اصل وارث بیٹی۔ ماں۔ چچا ہیں۔ پہلے مذہب پر تقسیم یوں ہوگی کہ نصف خاوند کو اور باقی نصف کے چھ حصے کئے تین نواسی کے کیونکہ اس کا اصل وارث میت کی بیٹی ہے اور بیٹی کا نصف ہوتا ہے اور چھٹا خالہ کا کیونکہ اس کا اصل وارث ماں ہے اور بیٹی کی موجودگی میں ماں کا چھٹا حصہ ہے۔ اور باقی دو چچے کی بیٹی کے کیونکہ اس کا اصل وارث چچا ہے اور وہ عصبہ ہے اور عصبہ کا باقی ہوتا ہے۔

اور دوسرے مذہب پر تقسیم یوں ہوگی کہ خاوند کو ربع دیا اور بیٹی کو نصف اور ماں کو چھٹا اور باقی چچا کو۔ مسئلہ بارہ سے بنا۔ تین خاوند کے چھ بیٹی کے۔ دو ماں کے ایک چچا کا اس کے بعد خاوند کا حصہ پورا کر دیا یعنی نصف دے دیا اور باقی نصف کو چھ۔ دو۔ ایک۔ کی نسبت سے تقسیم کیا یہ نو حصے ہوئے جب خاوند کو نصف دیا تو مسئلہ دو سے بنا۔ باقی ایک نو پر پورا نہیں آتا اس لئے اصل مسئلہ دو کو نو میں ضرب دی اٹھارہ ہو گئے۔ نو خاوند کے چھ نواسی کے۔ دو خالہ کے ایک چچے کی لڑکی کا

رد اور عول

اوپر ذکر آچکا ہے کہ ذوی الارحام کی وراثت اصل وارث کے اعتبار سے ہے اور اصل وارث کبھی عصبہ ہوتا ہے اور کبھی اصحاب الفروض سے ہوتا ہے اور اصحاب الفروض سے جب کوئی سارے ترکہ کا حقدار بنے تو وہ رد کی صورت ہے سو اسی بنا پر ذوی الارحام میں رد کے مواقع تو بہت پیدا ہو جاتے ہیں لیکن عول کا مسئلہ بہت کم ہے کیونکہ عول کی صورتیں خاوند بیوی کے ساتھ تھیں ذوی الارحام میں خاوند بیوی پر عول یا حجب کا کوئی اثر نہیں بلکہ خاوند بیوی کو ان کا پورا حصہ دے کر باقی ذوی الارحام میں تقسیم کیا جاتا ہے خواہ طریقہ تقسیم پہلے مذہب کا ہو یا دوسرے کا۔ اور جب خاوند بیوی پر عول کا کوئی اثر نہ ہو تو پھر عول کی شاذ و نادر صورت ہی رہ جاتی ہے۔ چنانچہ مغنی ابن قدامہ میں ہے کہ ذوی الارحام کے مسائل میں عول نہیں ہوتا صرف ایک آدھ مسئلہ میں عول ہے وہ یہ کہ میت حسب ذیل وارث چھوڑ کر مر جائے۔

۱۔ خالہ یا خالہ کے مثل کوئی اور جو ماں یا جدہ کے قائم مقام ہو کر چھٹا حصہ پائے۔ جیسے ماموں یا نانا یا نانی کا باپ وغیرہ
۲۔ چھ بھانجیاں جو الگ الگ چھ بہنوں کی بیٹیاں ہیں مثلاً تین بھانجیاں "تین (یا دو) اخیافی بہنوں کی بیٹیاں ہیں۔ اور تین بھانجیاں ہیں (یا دو) عینی یا علاتی بہنوں کی بیٹیاں ہیں۔ اور اگر چار بھانجیاں اسی طرح الگ الگ چار بہنوں کی بیٹیاں ہوں یعنی دو بھانجیاں دو اخیافی بہنوں کی بیٹیاں اور دو بھانجیاں دو عینی یا علاتی بہنوں کی بیٹیاں ہوں۔ یا بھانجیوں کی بجائے بھانجے ہوں تب بھی مسئلہ یہی رہتا ہے۔ اس مسئلہ میں چھٹا حصہ خالہ کا ہے۔ ایک تہائی اخیافی بھانجیوں کی اور دو تہائی عینی یا علاتی بھانجیوں کی۔

مسئلہ چھ سے ہے لیکن حصے سات ہیں۔ اس لئے سات کی طرف عول ہوگا۔

مختصر تقریر

اہل تنزیل کے مذہب کی جو اوپر تفصیل ہو چکی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ذوی الارحام متعدد ہوں گے

یا اکیلا[۱] ہوگا۔ اگر ذوی الارحام متعدد ہوں تو ان کا اصل وارث ایک ہوگا یا متعدد اگر ایک ہو تو ذوی الارحام درجہ میں اس کی طرف برابر ہوں گے۔ یا قرب[۲] و بعد ہوگا۔ اگر درجہ میں برابر ہوں تو سب مرد ہوں گے یا عورتیں[۲] یا مخلوط[۳] اور اگر ذوی الارحام متعدد ہوں اور ان کے اصل وارث بھی متعدد ہوں تو جہت ایک ہوگی یا الگ اگر جہت ایک ہو تو ذوی الارحام اصل وارث کی طرف درجہ میں برابر ہوں گے یا قرب[۴] و بعد ہوگا۔ اگر درجہ میں برابر ہوں تو قوت قرابت میں فرق[۵] ہوگا یا قرابت یکساں ہوگی اگر قرابت یکساں ہو تو سب مرد ہوں گے یا عورتیں[۶] یا مخلوط[۷] اور اگر جہت الگ الگ ہو تو درجہ میں برابر[۹] ہوں گے یا قرب[۸] بعد ہوگا یہ کل دس صورتیں ہیں۔ جو اختصار کے ساتھ ذکر کی گئی ہیں۔ اور ان پر اس عبارت میں نمبر دے دیتے ہیں۔ لیکن عبارت مذکورہ میں جو نمبر دئے گئے ہیں۔ وہ ترتیب وار نہیں کیونکہ اس عبارت میں یہ صورتیں ترتیب وار مذکور نہیں۔

اور تفصیل معہ حکم حسب ذیل ہے۔

۱۔ ذوی الرحم اکیلا ہے۔	سارا ترکہ لے جائے گا۔
۲۔ ذوی الارحام متعدد ہوں اور ان کا اصل وارث ایک ہو اور اصل وارث کے لحاظ سے سب درجہ میں برابر ہوں یا عورتیں جیسے میت کے اور سب مرد، دو نواسے یا دو نواسیاں ایک ہی بیٹی سے۔	ترکہ بحصہ برابر تقسیم ہوگا۔ بشرطیکہ ایک دوسرے کے لئے حاجب نہ ہوں۔ جیسے نانا ماموں کے لئے حاجب ہے اگرچہ اصل وارث دونوں کا ماں ہے اور درجہ میں برابر ہیں۔ لیکن نانا حقیقتاً باپ ہے اس لئے سارا ترکہ لے جائے گا۔
۳۔ ذوی الارحام متعدد ہوں اور اصل وارث ایک ہو اور درجہ میں برابر ہوں اور مرد عورت مخلوط ہوں جیسے میت کی ایک نواسی اور ایک نواسا ایک بیٹی سے۔	حنبلیہ کے نزدیک ترکہ بحصہ برابر تقسیم ہوگا اور دوسروں کے نزدیک للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر عمل ہوگا۔

(۴) ذوی الارحام متعدد ہوں اور اصل وارث سے درجہ میں قرب و بعد ہو۔ خواہ مرد ہوں یا عورتیں یا مخلوط جیسے میت کی ایک بیٹی سے دو نواسیاں ہوں ایک خود موجود ہو اور دوسری کی اولاد موجود ہو۔	اقرب حقدار ہے لیکن مذہب من امات السبب بعض صورتوں میں اس کے خلاف ہے مثلاً اصل وارث ماں ہو اور ذوی الارحام میت کی خالہ اور نانا کی ماں ہو اور ماموں کا بیٹا ہو تو اگرچہ خالہ اقرب ہے لیکن اس کو ماں کی بہن کی حیثیت سے نصف ملے گا۔ اور نانا کی ماں کو بحیثیت میت کی ماں کی دادی ہونے کے چھٹا اور باقی بیٹے ماموں کو کیونکہ وہ میت کی ماں کا بھتیجا ہے اور بھتیجا عصبہ ہے لیکن مذہب من امات السبب کمزور ہے جیسے اوپر ذکر ہو چکا۔
(۵) ذوی الارحام متعدد ہوں اور اصل وارث بھی متعدد ہوں۔ لیکن جہت ایک ہو اور درجہ میں سب برابر ہوں اور سب مرد ہوں یا سب عورتیں ہوں جیسے میت کے دو نواسے ہوں دو بیٹیوں سے یا دو نواسیاں ہوں دو بیٹیوں سے	ترکہ بحصہ برابر تقسیم ہوگا۔
(۶) بعینہٖ پانچویں صورت ہے۔ لیکن سب مرد یا سب عورتیں نہیں بلکہ مخلوط ہیں۔ جیسے میت کا ایک نواسا ہو اور ایک نواسی ہو دو بیٹیوں سے	حنفیہ کے نزدیک ترکہ بحصہ برابر تقسیم ہوگا۔ اور دوسرے علماء کے نزدیک للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر عمل ہوگا۔
(۷) ذوی الارحام متعدد ہوں اور اصل وارث بھی متعدد ہوں اور جہت ایک ہو لیکن درجہ ایک	اقرب حقدار ہے اور وہ اس مثال میں بیٹے کے نواسے نواسیاں ہیں نہ بیٹی کے کیونکہ اول الذکر میت کی پوتی

نہیں بلکہ اصل وارث کی طرف قرب و بعد میں فرق ہے خواہ سب مرد ہوں یا عورتیں یا مخلوط جیسے اور میت کے بیٹے اور بیٹی کے نواسے یا نواسیاں یا مخلوط ہوں۔	کی اولاد ہے اور پوتی وارث ہے اور ثانی الذکر میت کی بیٹی کی اولاد ہے اور وہ بھی وارث نہیں پس اول الذکر وارث کی طرف اقرب ہے وہی حقدار ہے یہی مسئلہ متفقہ ہے صرف نعیم اور محمد بن سالم اس میں خلاف ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ بعید کو اصل کے قائم مقام کر کے اس کا حصہ اس کو دیا جائے گا۔ چنانچہ اس مثال میں بیٹی کی نواسی نواسا بیٹی کی جگہ ہو کر بیٹی کا حصہ لے گا۔ اور وہ نصف ترکہ ہے اور بیٹے کی نواسی یا نواسا میت کی پوتی کے قائم مقام ہو کر پوتی کا حصہ لے گا۔ اور پوتی کا بیٹی کے ساتھ چھٹا حصہ ہے تکملۃ للثلثین پس نصف اور چھٹا حصہ چار حصے ہوئے۔ پس مال کے چار حصے کر کے تین بیٹی کے نواسے نواسیوں کو حنفی مذہب پر بحصہ برابر اور دوسروں کے مذہب پر للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر دئے جائیں گے اور چار سے ایک بیٹے کے نواسے نواسیوں کو اسی طریق پر دیا جائیگا اور اگر میت کی دو بیٹیوں سے نواسے نواسیاں ہوتیں تو بیٹے کے نواسے نواسیاں نعیم اور محمد بن سالم کے نزدیک محروم رہتے۔ کیونکہ تکملۃ للثلثین اول الذکر پر پورا ہو جاتا اور باقی بطور رد ان کا ہو جاتا۔ فافہم۔
(۸) ذوی الارحام اور اصل وارث متعدد ہوں اور	ان میں ترکہ کی تقسیم اسی طرح ہوگی جیسے عینی علاتی بھائی

جہت ایک ہو اور درجہ میں بھی ایک ہو لیکن قوت قرابت میں فرق ہو۔ جیسے عینی بھائی کی قرابت علاتی سے زیادہ قوی ہے اور علاتی بلحاظ عصبہ ہونے کے اخیافی سے قوی ہے اس بنا پر ان کی اولادوں میں بھی فرق پڑ جائے گا اس طرح خالہ پھوپھی ماموں چچا یہ سب عینی علاتی اخیافی ہوتے ہیں۔ اس فرق کی وجہ سے ان کے اور ان کی اولاد کے احکام بدل جاتے ہیں۔ اور حصوں میں فرق پڑ جاتا ہے چنانچہ تفصیل آتی ہے۔

شبہ:۔ یہاں شبہ ہوتا ہے کہ جہت ایک نہیں چچا اور پھوپھی کی جہت ابوت ہے اور ماموں اور خالہ کی جہت امومت ہے تو پھر جہت ایک کس طرح ہوئی۔

جواب:۔ دوسرے ذوی الارحام کے مقابلہ میں تو ان کی جہت الگ الگ ہے لیکن جب عینی علاتی اخیافی کا آپس میں مقابلہ ہو تو پھر سب کی ایک ہی جہت (اخوت) ملحوظ ہوتی ہے۔ کیونکہ عینی علاتی اخیافی اسی جہت کے لحاظ سے بنتے ہیں۔

(۱۰) ذوی الارحام اور اصل وارث متعدد ہوں خواہ

بہنوں میں ہوتی ہے مثلاً عینی علاتی اخیافی تین بھائی ہوں تو اخیافی کا چھٹا حصہ ہے اور باقی عینی کا اور علاتی محروم ہے پس یہی حکم ان کی تین لڑکیوں کا ہوگا۔ اخیافی بھائی کی لڑکی کو چھٹا حصہ ملے گا۔ اور باقی عینی کی لڑکی کو اور علاتی لڑکی محروم رہے گی۔ کیونکہ ذوی الارحام اپنے اصل وارث کا حصہ لیتے ہیں۔ آگے پھر تقسیم میں اختلاف ہے مثلاً عینی بھائی کے کئی لڑکے لڑکیاں ہوں تو حنابلہ کے نزدیک بحصہ برابر تقسیم ہوگی اور دوسرے علماء کے نزدیک للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر عمل ہوگا۔

البتہ اخیافی بھائی بہنوں کی اولاد میں بالاتفاق بحصہ برابر تقسیم ہوگی کیونکہ ان کے ماں باپ کا یہی حکم ہے چنانچہ صفحہ ___ میں بیان ہو چکا ہے اسی طرح ماموں خالہ وغیرہ عینی علاتی اخیافی کو سمجھ لیں۔ چنانچہ زیر عنوان "امثلہ" میں ان کی تفصیل آئیگی۔ انشاء اللہ

نواسی یا نواسے کی جہت بنوت ہے اور بھتیجی کی اور

سب مرد ہوں یا عورتیں یا مخلوط اور درجہ سب کا ایک ہو لیکن جہتیں الگ الگ ہوں جیسے نواسی نواسا اور بھتیجی۔ بھانجا اور بھانجی

(۱۱) بعینہ نویں صورت ہے صرف قرب و بعد میں فرق ہے جیسے نواسی کی بیٹی یا بیٹا اور بھتیجی یا بھانجی یا بھانجا

نوٹ:۔ ۱۰ اور ۱۱ کی اور بھی بہت مثالیں ہیں۔ جیسے خالہ پھوپھی ایک درجہ میں ہیں۔ لیکن خالہ کی جہت امومت ہے اور پھوپھی کی جہت ابوت ہے۔ اور ماں کی باپ کے مقابلہ میں تہائی ہوتی ہے۔ اسی طرح خالہ اور چچا جو میت کے باپ کا ماں کی طرف سے بھائی ہے۔ اس کی جہت بھی ابوت ہے۔ یہ نمبر ۹ کی مثالیں ہیں۔ اسی طرح پھوپھی یا چچا مذکور اور ماموں کا بیٹا یا خالہ کا بیٹا ان کی جہتیں بھی الگ الگ ہیں۔ لیکن درجہ ایک نہیں۔ یہ ۱۱ کی مثالیں ہیں ان میں وہی تین مذہب ہیں جو ابھی ذکر ہوئے ہیں علیٰ ھذا القیاس

بھانجے کی جہت اخوت ہے اس لئے نواسی یا نواسا تو اپنی ماں کا حصہ لیں گے اور وہ نصف ترکہ ہے اور باقی نصف بھتیجی یا بھانجا لے گا۔ کیونکہ ان کے ماں باپ میت کے بھائی بہن ہیں جو عصبہ ہیں۔

یہاں تین مذہب ہیں امام احمد کے نزدیک دو جہتیں ہوں تو ہر ایک اپنے اصل وارث کا حصہ لیتا ہے۔ خواہ اور کوئی قریب ہو یا بعید چنانچہ امام احمد کے نزدیک اس کا حکم ۵ کا حکم ہوگا اور امام ثوری اور احمد بن سالم اور یحییٰ بن صالح کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور ضرار بن صرد کہتے ہیں اگر بعید اصل وارث کے قائم مقام کرنے سے قریب گر جائے تو پھر سارے ترکہ کا حقدار قریب ہوگا جیسے ص___ میں اس کی مثال گزر چکی ہے۔ ورنہ ہر ایک اپنے اصل وارث کا حصہ لے گا۔ جیسے یہاں امام احمد رحمہ وغیرہ کے نزدیک ہے اور باقی اہل تنزیل کہتے ہیں ہر صورت اقرب حقدار ہے خواہ قریب گرے یا نہ چنانچہ یہاں ان کے نزدیک بھتیجی یا بھانجی یا بھانجا سارے ترکہ کے حقدار ہیں۔ نہ نواسی کی بیٹی یا بیٹا کیونکہ اول الذکر اصل وارث کی طرف زیادہ قریب ہیں نہ ثانی الذکر۔

چند امثلہ

اب ہم یہاں چند مثالیں بیان کرتے ہیں جن سے مسائل ذوی الارحام کی وضاحت ہو جائے خواہ اصل وارث ایک ہو یا متعدد اور جہت ایک ہو یا الگ الگ اور درجہ میں برابر ہوں یا کم و بیش اور قوت قرابت میں فرق ہو یا نہ وغیرہ وغیرہ

(۱) میت نے تین ذوی الارحام چھوڑے ایک نواسی کی بیٹی ایک نواسی کی نواسی ایک بھتیجی ترکہ پہلی اور تیسری کو ملے گا اور دوسری محروم ہے کیونکہ پہلی اصل وارث بیٹی کے قریب ہے اور تیسری پہلی سے بھی زیادہ قریب ہے جو علماء ہر صورت میں اقرب کو حقدار کہتے ہیں خواہ جہت ایک ہو یا الگ الگ۔ ان کے نزدیک تو تمام ترکہ تیسری (بھتیجی) کا ہے اور جو الگ الگ جہتوں کی صورت میں بعید کو بھی حقدار بناتے ہیں۔ جیسے امام احمد وغیرہ ان کے نزدیک پہلی اور تیسری کا ہے پہلی بحیثیت بیٹی کے نصف لے گی اور پہلی اور تیسری اپنے باپ کے قائم مقام ہو کر بحیثیت عصبہ باقی نصف لے گی۔ اور پہلی اور دوسری کی جہت (بنوت) ایک ہے اس لئے پہلی کے مقابلہ میں دوسری گر جائے گی لیکن محمد سالم اور نعیم چونکہ ایک جہت کی صورت میں بھی بعید کو حقدار بناتے ہیں ان کے نزدیک دوسری بھی حقدار ہو گی پس پہلی دوسری کا اصل وارث اگر ایک (بیٹی) ہے۔ تو نصف ان دونوں کا ہو گا اور نصف بھتیجی کا اور اگر اصل وارث دو (بیٹیاں) ہیں تو پھر دو تہائیاں ان کی اور ایک تہائی بھتیجی کی۔

(۲) میت کے بیٹے کی نواسی اور میت کی بیٹی کی نواسی۔ سارا ترکہ پہلی لے جائے گی۔ اور دوسری محروم ہے کیونکہ پہلی کی ماں میت کی پوتی ہے جو وارث ہے اور دوسری کی ماں میت کی نواسی ہے۔ جو ذوی الارحام سے ہے تو پہلی اصل وارث سے زیادہ نزدیک ہوئی اس لئے سارے ترکہ کی حقدار ہے۔

(۳) میت کی نانی کا باپ اور میت کے نانے کی ماں۔ سارا ترکہ پہلے کا ہے اور دوسری محروم وجہ وہی اوپر والی ہے

(۴) میت کے ایک بیٹے کی نواسی اور دوسرے بیٹے کا نواسا اور نواسی ان تینوں کے اصل وارث چونکہ دو پوتیاں ہیں۔ اس لئے پوتیوں پر آ کر ترکہ نصف نصف ہو جائے گا۔ ایک نصف پہلی نواسی لے جائے گی۔ اور دوسرا نصف نواسا اور نواسی کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر تقسیم ہو گا۔ لیکن حنبلیہ کہتے ہیں۔ کہ دوسرا نصف نواسے اور نواسی میں بحصہ برابر تقسیم ہو گا کیونکہ ان کا اصل وارث ایک ہے۔ اور درجہ بھی ایک ہے کما مر اگر میت کے ایک بیٹے سے میت کی پڑنیاں ہوں اور ایک پوتی کی ایک لڑکی ہو اور دوسری پوتی کا ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہو تو یہی طریقہ ہے کہ پہلی کا نصف اور دوسرا نصف دو کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر یا بحصہ برابر تقسیم ہو

(۵) میت کے اخیافی (ماں کی طرف) بھائی کا ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے ان دونوں میں ترکہ بحصہ برابر تقسیم ہو گا۔ بالاتفاق کیونکہ اخیافی بھائی بہنوں میں ترکہ برابر تقسیم ہوتا ہے۔ اسی طرح ان کی اولاد کا حکم ہے۔ چنانچہ اوپر گذر چکا ہے۔

(۶) میت کے عینی (حقیقی) بھائی کی بیٹی اور میت کے علاتی (باپ کی طرف سے) بھائی کی بیٹی اور میت کے اخیافی بھائی کی بیٹی ان تینوں سے پہلی تیسری وارث ہے اور درمیانی محروم ہے۔ کیونکہ عینی بھائی کی موجودگی میں علاتی محروم ہے اور تقسیم یوں ہو گی کہ اخیافی بھائی کی لڑکی کو چھٹا حصہ دے کر باقی حقیقی بھائی کی لڑکی کو دے دیا جائے گا۔

(۷) ایک ماموں حقیقی (میت کی ماں کا عینی بھائی) ایک میت کی ماں کا علاتی (باپ کی طرف سے) بھائی ایک ماموں میت کی ماں کا اخیافی (ماں کی طرف سے) بھائی ان کی حالت بھائیوں کی سی ہے اخیافی کو چھٹا حصہ ہے اور باقی حقیقی کے لئے ہے اور درمیانہ (علاتی) محروم ہے۔

(۸) خالہ حقیقی خالہ علاتی خالہ اخیافی ان تینوں کا حکم بہنوں کا ہے کل چھ حصے ہو کر خالہ حقیقی کو نصف رہی اور خالہ علاتی کو چھٹا اسی طرح اخیافی کو بھی چھٹا ایک حصہ بچا وہ بطریق رد تینوں کو تقسیم کر دیا یعنی چھ حصوں کی بجائے ترکہ کے پانچ حصہ کر کے تین خالہ حقیقی کو دیئے اور ایک ایک علاتی اخیافی کو

(۹) تین پھوپھیاں باپ کی بہنیں حقیقی علاتی اخیافی ان کا حکم وہی خالات کا ہے۔ اگر چہ پھوپھیاں باپ کی بجائے ہوتی

ہیں۔ لیکن یہاں باپ کی بہنیں ہونے کی حیثیت کا اعتبار کیا گیا ہے جیسے خالات میں ماں کی بہنیں ہونے کا اعتبار کیا گیا تاکہ عینی علاتی اخیافی کا فرق ہو سکے۔ کما مرّ

پس ترکہ پانچ حصے ہو کر تین پہلی کو ملیں گے۔ اور دو دوسریوں کو۔

(۱۰) تین ماموں عینی علاتی اخیافی اور تین خالہ عینی علاتی اخیافی ان چھ سے دو اخیافی بمنزلہ بھائی بہن کے ہیں۔ اس لئے ان کو ثلث ملے گا۔ اور دو عینی بمنزلہ عینی بھائی بہن کے ہیں۔ ان کو دو ثلث ملیں گے۔ جو ان میں للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر تقسیم ہوں گے۔ لیکن حنبلیہ کے نزدیک بحصہ برابر تقسیم ہو گی۔ کیونکہ اصل وارث دونوں کا (ماں باپ) ایک ہی ہے۔ اور علاتی محروم ہیں۔ کیونکہ عینی کی موجودگی میں وہ وارث نہیں ہوتے۔

(۱۱) ایک عینی چچے کی بیٹی۔ ایک علاتی چچے کی بیٹی ایک اخیافی چچے کی بیٹی ان سے پہلی وارث ہے دوسری دونوں محروم ہیں کیونکہ پہلی کا اصل وارث اس کا باپ ہے جو میت کا عینی چچا ہے۔ اور عینی کی موجودگی میں علاتی اور اخیافی چچا وارث نہیں۔ کیونکہ اخیافی ذوی الارحام سے ہے اور علاتی کی قرابت عینی سے کمزور ہے۔ جیسے بھائیوں میں گزر چکا ہے۔

(۱۲) اخیافی بھائی کی بیٹی اور عینی چچا کی بیٹی ان سے پہلی کا چھٹا حصہ ہے چونکہ یہ اس کے باپ کا حصہ تھا۔ باقی دوسری کا کیونکہ اس کا باپ عصبہ ہے۔

(۱۳) تین خالہ عینی علاتی اخیافی اور تین پھوپھیاں عینی علاتی اخیافی خالہ چونکہ ماں کی بجائے ہے اور پھوپھیاں باپ کی بجائے اس لئے تین خالہ کی ایک تہائی اور تین پھوپھیوں کی دو تہائی۔ پھر یہ تہائی تین خالہ میں اور دو تہائی تین پھوپھیوں میں اس طرح تقسیم ہوں گی۔ جیسے ۸ و ۹ کی مثال میں ترکہ تقسیم ہوا ہے۔ یعنی تہائی کے پانچ حصے کر کے تین عینی خالہ کے اور دو علاتی اخیافی کے اور دو تہائی کے دس حصے کر کے چھ عینی کے اور دو دو علاتی اخیافی کے۔

(۱۴) نانا اخیافی بھائی کی دو بیٹیاں اخیافی بہن کی دو بیٹیاں عینی بہن کی ایک بیٹی علاتی بہن کی دو بیٹیاں نانا ماں

کے قائم مقام ہے اس کو چھٹا حصہ اور اخیافی بہن بھائی کا ایک تہائی جو ان کی چار بیٹیوں میں بحصہ برابر تقسیم ہو گا۔ عینی بہن کے تین حصے یعنی اس کی لڑکی کو ملیں گے اور علاتی بہن کا چھٹا اور اس کی دو لڑکیوں کو ملے گا مسئلہ چھ سے بنا لیکن عول ہو کر سات ہو جائیں گے۔

(۱۵) نانا دادی کا باپ اخیافی بھائی کی بیٹی۔ اخیافی بہن کا بیٹا۔ علاتی بہن کا بیٹا عینی بھائی کی بیٹی۔ عینی بہن کا بیٹا مسئلہ چھ سے بنا ایک نانے کا اور ایک اخیافی بھائی کی بیٹی کا ایک اخیافی بہن کے بیٹے کا دو عینی بھائی کی بیٹی کے کیونکہ اس کے باپ کے دو تھے اور ایک عینی بہن کے بیٹے کا کیونکہ اس کی ماں کا ایک تھا اور دادی کا باپ محروم ہے کیونکہ نانا بمنزلہ ماں کے ہے۔ اور ماں دادی کو گرا دیتی ہے۔ اور علاتی بہن کا بیٹا بھی محروم ہے۔ کیونکہ عینی بھائی کے ساتھ علاتی بہن گر جاتی ہے۔

(۱۶) دو بیویاں ایک نواسی پوتی کے دو بیٹے دو خالہ تین بیٹے عینی بہن کے ان کو اصل ورثاء کے قائم کیا۔ تو حسب ذیل وارث ہوئے دو بیویاں ایک بیٹی ایک پوتی ماں ایک عینی بہن راجح مذہب (اعتبار الباقی) پر تقسیم یوں ہو گی۔ ربع ۴ بیویوں کا باقی ۳ بچے ان سے نصف بیٹی کا چھٹا حصہ پوتی کا تکملۃ للثلثین چھٹا ماں کا باقی چھٹا بحیثیت عصبہ عینی بہن کا بیویوں کا اصل مسئلہ چار سے بنا لیکن چار سے ایک دو بیویوں پر پورا نہیں آتا۔ اس لئے دو کو اصل مسئلہ چار میں ضرب دی تو آٹھ ہو گئے باقی ورثاء کا اصل مسئلہ ۶ سے بنا ان سے تین بیٹی کے جو اس کی بیٹی کو پورے مل سکتے ہیں۔ باقی تین سے ایک ایک باقی ورثاء کو ملا۔ لیکن اس میں کسر پڑتی ہے۔ کیونکہ دو خالہ ہیں دو بیٹے پوتی کے ہیں۔ تین بیٹے عینی بہن کے ہیں۔ اس لئے چھ کو آٹھ میں ضرب دی تو تقسیم صحیح ہو گئی بارہ دونوں بیویوں کے اٹھارہ نواسی کے چھ پوتی کے دو بیٹوں کے چھ دونوں خالہ کے چھ عینی بہن کے تینوں بیٹوں کے۔ مرجوح مذہب (اعتبار الکل) پر تقسیم آٹھواں حصہ دو بیویوں نصف بیٹی کا چھٹا پوتی کا چھٹا ماں کا باقی عینی بہن کا مسئلہ چوبیس سے بنا تین دونوں بیویوں کے بارہ لڑکی کے چار پوتی کے تکملۃ للثلثین چار ماں کے باقی ایک عینی بہن کا اس کے بعد بیویوں کا حصہ پورا کر دیا۔ یعنی چوبیس ۲۴ سے چھ ان کو دے دئیے باقی اٹھارہ رہے اور حصے

اکیس ہیں۔ کیونکہ سولہ بیٹی کے اور پوتی کے اور چار ماں کے اور ایک بہن کا اور بیویوں کا اصل مسئلہ چار سے ہے۔ لیکن تصحیح آٹھ سے ہوتی ہے۔ کیونکہ بیویاں دو ہیں۔ پس اکیس کو آٹھ میں ضرب دی تو ایک سو اڑسٹھ ہو گئے بیویوں کے آٹھ سے دو تھے ان کو اکیس سے ضرب دی تو بیالیس دو بیویوں کے ہو گئے اور بیٹی کے اکیس سے بارہ تھے تو ان کو بیویوں سے باقی بچے چھ میں ضرب دی تو بہتر بیٹی کے ہو گئے اور پوتی کے اکیس سے چار تھے۔ تو ان کو بیویوں کے بچے باقی ہیں ضرب دی تو چوبیس پوتی کے ہو گئے جو اس کے دو بیٹوں کو بارہ بارہ آ گئے اور اکیس سے چار ماں کے تھے ان کو چھ میں ضرب دی تو چوبیس ماں کے ہو گئے جو اس کے قائم مقام خالہ کو بارہ بارہ ال گئے۔ باقی اکیس سے ایک رہا اس کو چھ میں ضرب دی۔ تو چھ عینی بہن کے تینوں بیٹوں کو ۲-۲-۲ آ گئے۔

مذہب اہل قرابت اور ذوی الارحام کی وراثت میں ترتیب

ص۶ میں گزر چکا ہے۔ کہ ذوی الارحام کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) جو میت کی طرف منسوب ہوں جیسے بیٹیوں اور پوتیوں کی اولاد

(۲) جن کی طرف میت منسوب ہو۔ جیسے جد فاسد۔ اور جدہ فاسدہ

(۳) جو میت کے ماں باپ کی طرف منسوب ہوں جیسے اخیافی بہنوں اور بھائیوں کی اولاد اور عینی علاتی بہنوں کی اولاد اور عینی علاتی بھائیوں کی مادینہ اولاد

(۴) جو میت کے نانے دادے یا نانی دادی کی طرف منسوب ہوں جیسے پھوپھیاں مطلقہ اور چچے جو میت کے باپ کے اخیافی بھائی ہوں۔ اور ماموں خالہ وغیرہ

یہ چاروں جو ان کے واسطے سے میت کی طرف منسوب ہوں یہ سب ذوی الارحام ہیں۔

دوسرے امام تو ذوی الارحام کی وراثت میں ترتیب کے قائل ہی نہیں۔ بلکہ ان کا مذہب تنزیل ہے چنانچہ

تفصیل ہو چکی ہے۔ اس لئے ان کو ترتیب سے بحث ہی نہیں حنفیہ ترتیب کے قائل ہیں، امام ابو حنیفہؒ سے دو روائتیں ہیں ایک روایت میں ان کی وراثت کی ترتیب یہی ہے جو نمبر وار ابھی ذکر ہوئی ہے۔ یعنی اول نمبر پہلی قسم ہے۔ ان کی موجودگی میں دوسری قسم وارث نہیں ہوگی۔ علی ہذا القیاس دوسری کی موجودگی میں تیسری اور تیسری کی موجودگی میں چوتھی نہیں وارث ہوگی۔ اور ایک روایت میں دوسری قسم کو نمبر اول کر دیا ہے اور پہلی قسم کو نمبر دوم اور باقی بدستور اور علماء حنفیہ کا فتویٰ پہلی روایت کے مطابق ہے اور ان کا اصول بھی اسی کو چاہتا ہے۔ کیونکہ عصبات کی ترتیب اسی طرح واقع ہوتی ہے اور ابھی گزرا ہے۔ کہ ذوی الارحام کی وراثت عصبات کی طرح ہے پس پہلی روایت راجح ہوئی اور صاحبین (امام ابو حنیفہؒ کے دو شاگرد امام ابو یوسف اور امام محمد) کے نزدیک تیسری قسم (بہنوں بھائیوں کی اولاد مذکور) جد فاسد (اب الام) مقدم ہے اور جب جد فاسد پر مقدم ہوئی تو جدہ فاسدہ پر اولیٰ مقدم ہوئی۔ لیکن تیسری قسم دوسری پر مقدم ہوگی یہ ان کے اصل کے خلاف ہے۔ کیونکہ ان کا مذہب زید بن ثابت کا ہے اور زید بن ثابت بھائی بہنوں کے ساتھ مقاسمۃ الجد کے قائل ہیں۔ جب کہ مقاسمہ بہتر ہو چنانچہ مقاسمۃ الجد کے بیان میں گزر چکا ہے تو اس بنا پر تیسری قسم دوسری پر مقدم نہ ہونی چاہیئے شاید یہ وجہ ہو کہ مقاسمۃ الجد کی بنا دو چیزوں پر ہے ایک یہ کہ جد صحیح قائم مقام باپ کے ہے۔ دوسری چیز یہ کہ اس کے مقابلہ میں میت کے بھائی ہیں۔ وہ بھی قائم مقام باپ کے ہیں۔ کیونکہ بیٹا باپ کا قائم مقام ہوتا ہے۔ اس بنا پر چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ جد بالکل بھائیوں کی طرح ہوتا۔ لیکن میت کے ساتھ تعلق میں کچھ فرق ہے وہ یہ کہ جد باپ کی طرح میت کا اصل ہے اور بھائی میت کا نہ اصل ہے نہ فرع ہے بلکہ برابر کی شاخ ہے۔ پس اس فرق کی وجہ سے اکثر علماء نے تو جد کی موجودگی میں بھائیوں کو محروم کر دیا۔ اور بعض نے قائم مقامی کا خیال کرتے ہوئے مقاسمہ کی صورت اختیار کی۔ برخلاف جد فاسد کے کیونکہ جد فاسد ماں کے باپ کو کہتے ہیں (خواہ میت کی ماں ہو یا ماں کی ماں ہو یا باپ کی ماں ہو) اور ماں اصحاب الفروض سے ہے اور جد فاسد ذوی الارحام میں قائم مقام اصحاب الفروض ہونے کی قابلیت نہیں۔ بلکہ مجبوری (کسی وارث کے نہ ہونے کی وجہ) سے اس کو وارث بنایا گیا ہے۔ برخلاف جد صحیح کے کہ اس میں قائم مقامی باپ کی قابلیت ہے۔ کیونکہ دونوں عصبات ہیں۔ پس اس بنا

پر جد فاسد کی فرع ان اپنے اصل جد فاسد سے اولی ہوتی کیونکہ وہ اصحاب الفروض سے ہے۔

اب اس کے مقابلہ میں ذوی الارحام کی تیسری قسم کا اصل بھائی بہنیں ہیں اور وہ عصبہ یا اصحاب الفروض سے ہیں۔ پس یہ اپنی فرع (اولاد) سے اولی ہو گئے اور ظاہر ہے کہ فرع اصل کی تابع ہوتی ہے۔ نہ اصل فرع کی پس جس کا اصل اولی ہے اس کی فرع بھی اولی ہوگی۔ پس یہ وجہ ہے کہ تیسری قسم صاحبین کے نزدیک دوسری پر مقدم ہے۔ اس موقع پر سراجی کے بعض نسخوں میں ایک عبارت واقع ہوتی ہے۔ وہ بہت مشکل سمجھی جاتی ہے لیکن ہماری اس تفسیر سے وہ بھی آسان ہوگئی۔ عبارت یہ ہے۔ لان عندھما الکل واحد منھم من فرعہ دفرعہ

وان سفل اولی من اصلہ

یعنی تیسری قسم کے دوسری قسم پر مقدم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ صاحبین کے نزدیک تیسری قسم کا ہر فرد اپنی فرع سے اولی ہے اور دوسری قسم کی فرع خواہ کتنی نیچے ہو اپنے اصل سے اولی ہے۔ مثلاً پڑنانی کا باپ اس سے پڑنانی اولی ہے اس سے نیچے نانی ہے وہ بھی اولی ہے اس کے نیچے ماں ہے وہ بھی اولی ہے اس عبارت کا مطلب وہی ہے جو کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ تیسری قسم میں اصل فرع سے اولی ہے اور دوسری قسم میں فرع اصل سے اولی ہے۔ جس کا اصل اولی ہے اس کی فرع بھی اولی ہے اس لئے وہ دوسری قسم پر مقدم ہے مطلب تو اس عبارت کا حل ہو گیا لیکن اس میں انتشار ضمائر لازم آتا ہے (جو ایک قسم کا عیب ہے) کیونکہ پہلی فرع کی ضمیر قسم ثالث کی طرف لوٹتی ہے اور دوسری فرع کی ضمیر قسم ثانی کی طرف لوٹتی ہے۔ مگر جب مطلب واضح ہو۔ تو ایسے انتشار میں کوئی حرج نہیں کیونکہ انتشار اس لئے عیب ہے۔ کہ اس سے مطلب میں گڑبڑ کا خطرہ ہے۔ سراجی کے حاشیہ میں (جو مولانا محمد نظام دین کیرانوی کا لکھا ہوا ہے۔ اس میں) فاضل لکھنوی کا حوالہ دیتے ہوئے ضمیریں تو اسی طرح لوٹائی ہیں۔ جیسے ہم نے لوٹائی ہیں۔ لیکن مطلب اور طرح بیان کیا ہے وہ یہ کہ اصول یعنی قاعدہ یہ ہے کہ اصل فرع سے اعلی ہو نہ کہ فرع اصل سے اور چونکہ قسم ثالث اس قاعدہ کے موافق ہے۔ اس لئے وہ دوسری قسم پر مقدم ہے اور دوسری قسم میں فرع کے اول ہونے کی وجہ تو وہی بتائی ہے۔ جو ہم نے بتائی ہے۔ کہ فرع اصحاب الفروض سے ہے اور اصل ذوی الارحام سے ہے اور تیسری

قسم کے اولی ہونے کی وجہ میں صرف اتنا کیا ہے۔ کہ ظاہر ہے کہ بھانجا بھانجے کے بیٹے سے اولی ہے۔

خیر یہ تو فاضل لکھنوی اور محشی کے خیال کے موافق اولویت کی وجوہات ہیں۔ اب سراجی کی عبارت کا انہوں نے جو مطلب بیان کیا ہے۔ اس کا حال سنیئے۔

یہ مطلب تین طرح سے غلط ہے۔ ایک یہ کہ جو قاعدہ بیان کیا ہے کہ اصل فرع سے اولی ہوتا ہے۔ یہ بعض دیگر جگہوں میں تو صحیح ہو سکتا ہے جیسے ایک عورت کا بیٹا بھی جوان ہے اور باپ بھی زندہ ہے تو نکاح میں ولی کون ہوگا بہت علماء کہتے ہیں کہ باپ ہوگا لیکن علم وراثت میں یہ قاعدہ جاری نہیں بلکہ اس کا مدار قوت قرابت اور زیادہ قربت پر ہے چنانچہ میت کا بیٹا بوجہ قوت قرابت باپ پر مقدم ہے چنانچہ یہ مسئلہ باپ بیٹے کی وراثت کے بیان میں گزر چکا ہے اور بیٹا بوجہ زیادہ قربت یعنی بوجہ زیادہ نزدیک ہونے کے میت کی طرف پوتے پر مقدم ہے۔

دوسری وجہ یہ کہ بالفرض مان لیا جائے کہ یہ قاعدہ یہاں بھی جاری ہو سکتا ہے لیکن قوت قرابت اور زیادہ قرب کے مقابلہ میں اس کا اعتبار نہیں اسی لئے ان کے نزدیک جد صحیح بھائیوں پر مقدم ہے اور صاحبین کے نزدیک یا جد کے لئے بہتر صورت ہے خواہ مقاسمہ ہو یا اور حالانکہ ذوی الارحام میں اگر قسم ثالث قسم ثانی پر اس لئے مقدم ہے کہ قسم ثالث اس قاعدہ کے موافق ہے۔ تو چاہئے تھا کہ اس قاعدہ کے موافق بھائی جد صحیح پر مقدم ہوتے۔

تیسری وجہ یہ کہ اس قاعدہ کی بنا پر صاحبین کے مذہب میں (تضاد و اختلاف) لازم آتا ہے کیونکہ جب صاحبین کے نزدیک بھائیوں کے ساتھ جد صحیح کے لئے مقاسمہ بہتر ہونے کی صورت میں مقاسمہ ہے تو پھر یہاں قسم ثالث کو قسم ثانی پر کیوں مقدم کر دیا اور یہ اعتراض مولانا نظام الدین کیرانوی محشی سراجی نے بھی کیا ہے اور جواب کوئی نہیں دیا جس کا سبب یہی ہے کہ انہوں نے سراجی کی عبارت کا غلط مطلب سمجھا ہے جس کی بنا اس قاعدہ پر رکھی ہے کہ اصل فرع سے اولی ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ فاضل لکھنوی اور محشی نے ضمیریں تو ٹھیک لوٹائی ہیں مگر مطلب کے بیان میں غلطی کی ہے مطلب وہی صحیح ہے جو ہم نے بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تیسری قسم کا اصل اصحاب الفروض ہیں اور اصحاب الفروض

کے اولیٰ ہونے میں تو شبہ ہی نہیں لیکن فرع چونکہ اصل کے تابع ہوتی ہے۔ مزا اصل فرع کے تو تیسری قسم بھی تابع ہونے کے فرع بھی اولیٰ ہو گئی اس لئے تیسری قسم دوسری قسم پر مقدم ہو گئی برخلاف جد صحیح کے کیونکہ جد صحیح خود بھی اصحاب الفروض سے ہے اور کبھی عصبات سے اس لئے وہاں تیسری قسم (دعاتی جیتیجے) اس پر مقدم نہیں ہو سکتے۔

خیر یہ تو سراجی کی عبارت کا ایک مطلب ہوا ایک مطلب اور بھی ہو سکتا ہے جس میں انتشار ضمائر نہیں وہ یہ کہ پہلے اولیٰ کے بعد من پہلے اولیٰ کا صلہ ہو اور دوسرے اولیٰ کے بعد من دوسرے اولیٰ کا صلہ نہ ہو بلکہ سببیہ ہو اور اولیٰ کا صلہ محذوف ہو۔ اور معنی یہ ہو کہ صاحبین کے نزدیک تیسری قسم کا ہر فرد اپنی فرع سے اولیٰ ہے۔ کیونکہ اس کا اصل اصحاب الفروض سے ہے، اور اسی تیسری قسم کی فرع اپنے اصل کے سبب سے دوسری قسم سے اولیٰ ہے خواہ کتنی نیچی چلی جائے یعنی اصل کی اولیت فرع در فرع اثر کرتی جائے گی اور دوسری قسم میں یہ چیز نہیں اس لئے تیسری قسم دوسری پر مقدم ہے۔ یہ مطلب دو طرح سے بہتر ہے ایک یہ کہ اس میں انتشار ضمائر نہیں دوم فرع کے متعلق یہ لفظ کہ خواہ کتنی نیچی چلی جائے اس کا ظاہر معنی یہی ہے کہ فرع در فرع سلسلہ بند نہ ہو اور یہ اس مطلب میں بامعنی ہے پہلے میں بے تکا سا ہو جاتا ہے کیونکہ جد فاسد کی فرع میں آگے میت یا ہونا سے کی فرع ثانی چچوں پر میت علیٰ ہذا القیاس۔

ہاں اس میں یہ نقص ہے کہ ایک من کو اولیٰ کا صلہ بنانا اور دوسرے کو سببیہ بنانا اور صلہ محذوف ماننا یہ خلاف ظاہر ہے البتہ اس کا یہ جواب ہو سکتا ہے کہ صلہ محذوف ماننے میں مطلب کی وضاحت ہے کیونکہ اس عبارت سے مقصد قسم ثالث کی قسم ثانی سے اولیت کی وجہ بیان کرنا ہے اور صلہ محذوف ماننے سے یہ چیز واضح ہو جاتی ہے اور پہلے مطلب میں اس مقصد کی وضاحت کے لیے اخیر میں الگ عبارت اضافہ کرنی پڑتی ہے تقدیر عبارت یوں ہو گی۔ لان عند الصاحبین کل واحد من الصنف الثالث اولیٰ من فرعہ وفرع الثانی اولیٰ من اصلہ والفرع یتبع الاصل فی الاولیۃ ولا عکس فلذا یقدم الثالث علی الثانی۔ اور دوسرے مطلب میں تقدیر عبارت یوں ہو گی۔ لان عند الصاحبین کل واحد من الصنف الثالث اولیٰ من فرعہ وفرعہ اولیٰ من جہۃ الاصل من الصنف الثانی فلذا اقدم علی الثانی

خیر مطلب خواہ کوئی ہو عبارت میں رکاکت (کمزوری) ضرور ہے پہلے مطلب میں انتشار ضمائر بھی ہے اور

پہلے دوسرے دونوں مطلبوں میں مشترکہ طور پر اول کمزوری یہ ہے کہ عند الصاحبین کی ضرورت نہیں کیونکہ دونوں اولیتیں متفق علیہ ہیں مگر یہ کہا جائے گا کہ ان کے مذہب کا بیان تھا اس لئے اتفاقیہ ان کا ذکر آ گیا ہاں فلذا قدم الثالث علی الثانی عبارت میں ہوتا اور اس کے بعد عندھما ہوتا تو نہایت موزوں تھا۔

دوسری کمزوری یہ ہے کہ کل واحد من بھی زائد ہے بلکہ لان الصنف چاہیے۔ ہاں کل واحد من الصنف الثانی والثالث مراد ہوتی تو پھر کل واحد موزوں تھا مگر اس کا مطلب نہیں بنتا کیونکہ قسم ثانی فرع سے اولیٰ نہیں بلکہ اس کی فرع اولیٰ ہے ——— تیسری کمزوری یہ ہے کہ تیسری قسم کو فرع سے اولیٰ بیان کرنے کیلئے یہ اضافہ کرنا پڑتا ہے کہ تیسری قسم کا اصل اولیٰ اولیٰ ہے کیونکہ اصحاب الفروض سے ہے، اگر کلواحد کی جگہ اصلہ کل واحد ہوتا تو اس اضافہ کی ضرورت نہ رہتی اور اس صورت من فرعہ کی ضمیر اس کی طرف لوٹتی اور فرع سے مراد قسم ثالث ہوتی اور معنی یہ ہوتا کہ قسم ثالث سے ہر ایک کا اصل اپنی فرع (قسم ثالث) سے اولیٰ ہے کیونکہ وہ اصحاب الفروض سے ہے) الخ

تنبیہ:- شاید کہا جائے کہ عبارتوں میں اکثر محذوفات ہوتے ہیں جو قرائن کے ساتھ نکالے جاتے ہیں تو یہاں بھی کمزوری بیان کرنے کی بجائے یہ کہہ دیا جائے کہ یہاں حذف مضاف ہے کل واحد اصل میں اصل کلواحد تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ٹھیک ہے لیکن عبارت جب پہلے ہی مغلق ہے تو اس پر کیا کیا اضافہ کیا جائے۔

خیر یہ تو ہمارے بیان کردہ مطلب پر عبارت میں کمزوریاں ہیں۔ فاضل لکھنوی کے مطلب کی بنا پر بھی یہی کمزوریاں ہیں صرف تیسری نہیں لیکن اس تیسری کمزوری سے عبارت کو بچانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا مطلب تین طرح سے غلط ہو گیا چنانچہ صفحہ ۳۵ میں اس کی تفصیل ہو چکی ہے۔

تنبیہ:- صاحبین نے جو تیسری قسم کو دوسری قسم پر مقدم کرنے کی دلیل دی ہے یہ محض قیاسی ہے اور پہلے حدیث کے اعتبار سے گذر چکا ہے کہ ذوی الارحام کی وراثت بطور عصبہ ہے اور یہ بتا چکے ہیں کہ قسم ثانی مقدم ہو

پس اسی کو ترجیح ہے اس لئے اب ہر قسم کی وراثت کا بیان اسی ترتیب سے ہونا ہے۔

قسم اوّل کی وراثت کا بیان

جو ذوی الارحام کی وراثت کے قائل ہیں وہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ ذوی الارحام سے ترکہ باہر نہیں جائے گا خواہ ایک ہو یا متعدد اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ ان کی وراثت بحیثیت عصبہ ہوگی یا بحیثیت اصحاب الفروض اگر اول ہو تو سارے ترکہ کا حق دار ہونا ظاہر ہے اور اگر ثانی ہو تو پھر رد کی صورت ہوگی۔ اہل تنزیل کے نزدیک دونوں حیثیتیں ہیں کیونکہ وہ اصل وارث کے قائم مقام کہتے ہیں اور اصل وارث کبھی عصبہ ہوتا ہے اور کبھی اصحاب الفروض لیکن جہت ایک ہو تو پھر سب عصبہ کی حیثیت دیتے ہیں کیونکہ اس وقت الاقرب فالاقرب کے اصول پر عمل کرتے ہیں جو عصبہ میں جاری ہے[1]۔

---

[1] اگرچہ یہ اصول اصحاب الفروض میں بھی جاری ہوتا ہے جیسے ماں کیساتھ نانی گرجاتی ہے اسیطرح نانی کیساتھ پڑدادی اور دادی کیساتھ پڑنانی گرجاتی ہے علیٰ ھذا القیاس لیکن یہاں صرف یہ اصول کافی نہیں بلکہ اسکے ساتھ نیابت بھی شامل ہے کیونکہ چھٹے حصہ کی اصل حقدار ماں ہے اور باقی ماں ہونے کی حیثیت سے ماں کے قائم مقام ہیں اس لئے وہ ماں کا حصہ لیتی ہیں یہی وجہ ہے کہ ماں کیساتھ اخیافی بھائی نہیں گرتے حالانکہ ماں اقرب ہے کیونکہ وہ ماں کے قائم مقام ہو کر وارث نہیں بلکہ بھائی ہونے کی حیثیت سے وارث ہیں۔ ــــ خلاصہ یہ کہ اقرب کی موجودگی میں ابعد کا محروم ہونا یا تو اس لئے ہے کہ اقرب سارے ترکہ کا حقدار ہے ابعد کیلئے کچھ بچتا ہی نہیں۔ یا اس لئے کہ ابعد نیابت کی بنا پر حصہ پاتا ہے اور جب اصل نے اپنا حصہ لے لیا تو ابعد خود ہی محروم ہوگیا کیونکہ اس نے اسی کا حصہ لینا تھا خواہ بقیہ ترکہ موجود ہو یا نہ

پہلی صورت اصحاب الفروض میں نہیں ہوتی ذوی الارحام میں ہوتی ہے اس لیے ذوی الارحام میں جب اقرب فالاقرب کا اصول جاری ہوگا تو ان کی حیثیت عصبہ کی ہوگی۔ فافہم ۱۲ منہ

مگر نعیمؒ اور محمد بن سالمؒ وغیرہ کا عمل ذوی الارحام میں اس اصول پر نہیں چنانچہ تفصیل اوپر ہو چکی ہے۔ حنفیہ کا عمل اسی اصول پر ہے اس بنا پر ان کے نزدیک ذوی الارحام کی وراثت بحیثیت عصبہ ہوگی مگر کوئی شاذ و نادر صورت چنانچہ آئندہ تفصیل میں کوئی جزئی آجائے گی۔ انشاء اللہ۔

قسم اول چار فریق ہیں میت کی بیٹی کی اولاد نرینہ۔ مادینہ اور میت کی پوتی کی اولاد نرینہ۔ مادینہ۔ ان چار کی چھ حالتیں ہیں

(۱) اقرب فالاقرب اس بنا پر بیٹی کی اولاد وارث ہوگی پوتی کی محروم

(۲) درجہ میں برابر ہوں لیکن بعض ان سے وارث کی اولاد ہیں بعض نہیں تو وارث کی اولاد مقدم ہوگی اور اس وقت نر مادہ ہونے میں ان کے اصولوں کا اختلاف ضرور ہوگا کیونکہ اسی اختلاف کی وجہ سے ایک وارث کی اولاد بنا ایک غیر وارث کی۔ جیسے پوتی کی لڑکی اور بیٹی کی نواسی یا نواسا۔ پوتی چونکہ وارث ہے اور بیٹی کی بیٹی وارث نہیں اس لئے اول کی اولاد مقدم ہے۔

(۳) درجہ میں برابر ہیں اور سارے وارث کی اولاد ہیں جیسے میت کے نواسے یا نواسیاں دو لڑکیوں سے یا غیر وارث کی اولاد ہیں جیسے انہی نواسے نواسیوں کی اولاد اور ان کے اصولوں نر مادہ ہونے کے لحاظ سے اتفاق ہے یعنی ان کے اصول سارے مرد ہیں یا عورتیں

اس صورت میں ذوی الارحام سارے لڑکے ہوں گے یا لڑکیاں یا مخلوط۔ اگر مخلوط ہوں تو للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر عمل ہوگا ورنہ بحصہ برابر تقسیم ہوگی۔

(۴) درجہ برابر ہے اور ان سے کوئی وارث کی اولاد نہیں لیکن نر مادہ ہونے کے لحاظ سے ان کے اصول مختلف ہیں جیسے میت کی ایک بیٹی سے نواسے کی اولاد اور دوسری بیٹی سے نواسی کی اولاد

امام ابو یوسفؒ اور امام حسن بن زیادؒ کے نزدیک اس کا حکم نمبر ۳ کا ہے یعنی اصول کے اختلاف کا لحاظ نہیں ہوگا۔ بلکہ ذوی الارحام کے وجود کا لحاظ کیا جائے گا اگر مخلوط ہوئے تو للذکر مثل حظ الانثیین پر عمل ہوگا ورنہ بحصہ برابر تقسیم ہوگی امام محمدؒ خلاف ہیں وہ اس حالت میں اہل تنزیل کے ساتھ ہیں یعنی فروع کو اصول کا حصہ دیتے ہیں۔ اس

بنابریں مثال مذکورہ میں نواسی کی اولاد اگر مذکر ہو اور نواسی کی اولاد اگر لڑکی ہو تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ترکہ کے تین حصے ہو کر ایک لڑکی کا دو لڑکے کے حصے لے جائیں گے لیکن امام محمدؒ کے نزدیک اس کا الٹ ہو گا وہ لڑکی کو دو دیں گے اور لڑکے کو ایک۔ اسی طرح امام محمدؒ کے نزدیک اگر لڑکیوں کی اولاد میں کئی بطن بطن اور اصول میں نر مادہ کے لحاظ سے اختلاف ہو تو پہلے ترکہ کی تقسیم اعلیٰ بطن پر اصول میں ہو گی جو نر مادہ کے لحاظ سے مختلف ہے جو مردوں کے حصہ میں آیا وہ الگ جمع کر لیا جائے گا اور جو عورتوں کے حصہ میں آیا ہے وہ الگ اس کے بعد مردوں کی اولاد میں پہلا بطن جس میں اختلاف ہو اس پر مردوں کا حصہ تقسیم کیا جائے گا اسی طرح عورتوں کا عورتوں کے بطن پر علی ہذا القیاس طرح تقسیم کرتے کرتے موجودہ ذوی الارحام تک پہنچ جائے گا۔ اس کا نقشہ حسب ذیل ہے۔

بطن میت

۱۔ بنت۔ بنت۔ بنت۔ بنت۔ بنت۔ بنت۔ بنت۔ بنت۔ بنت۔ ابن۔ ابن۔ ابن ۳۶

۲۔ بنت۔ بنت۔ بنت۔ بنت۔ بنت۔ بنت۔ بنت۔ بنت بنت۔ بنت ۲۴

۳۔ بنت۔ بنت۔ بنت۔ بنت۔ بنت۔ بنت۔ ابن۔ ابن۔ ابن بنت۔ بنت ابن

۴۔ بنت۔ بنت۔ بنت ۱۸ ابن۔ ابن۔ ابن بنت۔ بنت ۱۸ ابن بنت ۱۲ بنت بنت ۱۲

۵۔ بنت۔ بنت۔ ابن بنت۔ ابن۔ بنت بنت۔ بنت۔ بنت۔ بنت ابن بنت

۶۔ بنت۔ ابن۔ بنت۔ ابن۔ بنت۔ بنت۔ ابن۔ بنت۔ بنت۔ بنت۔ بنت۔ بنت

یہ چھ بطن ہیں۔ پہلے بطن میں اختلاف واقع ہوا ہے نو لڑکیاں ہیں اور تین لڑکے ترکہ کے ۱۵ حصے ہوئے دوسرے بطن میں کوئی اختلاف نہیں سب لڑکیاں ہیں۔ اس لئے یہاں تقسیم کی ضرورت نہیں تیسرے بطن میں پھر اختلاف ہے پہلے بطن میں نو لڑکیاں تھیں۔ پندرہ سے ان کے نو تھے ان کی اولاد میں چھ لڑکیاں ہیں اور تین لڑکے نو حصے بارہ عدد پر پورے نہیں آتے اور بارہ اور نو میں توافق بالثلث ہے اس لئے بارہ کے ثلث (۴) کو اصل مسئلہ پندرہ میں ضرب دی تو ساٹھ ہو گئے لڑکیوں کے پندرہ سے نو تھے ان کو ۴ میں ضرب دی تو لڑکیوں کے چھتیس ۳۶ ہو گئے

یہ چھتیس ۳۶ ان کی اولاد پر تیسرے بطن میں تقسیم کئے تو اٹھارہ ۱۸ چھ لڑکیوں کے ہوئے اور اٹھارہ ۱۸ تین لڑکوں کے۔ اور پہلے بطن میں پندرہ سے چھ۔ تین لڑکوں کے تھے ان کو بارہ وفق (۴) میں ضرب دی تو چوبیس ہو گئے یہ چوبیس تیسرے بطن ان کی اولاد میں تقسیم کئے تو بارہ دو لڑکیوں کو ملے اور بارہ لڑکے کو۔ چونکہ اس لڑکے کی اولاد میں کوئی اختلاف نہیں اس لئے اس کا حصہ بارہ چھٹے بطن میں اس کی فرع (لڑکی) کو ملے گا۔ باقی بارہ دو لڑکیوں کے ان کی اولاد میں پانچویں میں تقسیم ہوئے کیونکہ چوتھے بطن میں ان کی اولاد میں اختلاف نہیں۔ پانچویں بطن میں لڑکے کے آٹھ ہوئے اور لڑکی کے چار۔ یہ آٹھ اور چار چھٹے بطن میں ان کی دونوں فرع (لڑکیوں) کو مل گئے۔

پہلے بطن کے تین لڑکوں کا سلسلہ ختم ہوا۔ اب نو لڑکیوں کو لیجئے۔ تیسرے بطن میں وہ دو فریق ہو گئیں۔ چھ لڑکیاں اور تین لڑکے۔ تین لڑکوں کے چھتیس سے اٹھارہ تھے۔ بطن رابع میں ان کی اولاد ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہیں۔ ان پر اٹھارہ کو تقسیم کیا تو نو لڑکوں کو ملے اور نو لڑکیاں کو۔ لڑکے کے نو چھٹے بطن میں اس کی آخری فرع (لڑکی) کو مل گئے کیونکہ بطن خامس میں کوئی اختلاف نہیں باقی دو لڑکیوں کے نو چھٹے بطن میں ان کی اولاد ایک لڑکا اور ایک لڑکی پر للذکر مثل حظ الانثیین سے چھ اور تین ہو گئے کیونکہ پانچویں میں ان کی اولاد میں کوئی اختلاف نہیں۔ تیسرے بطن کے تین لڑکوں کا سلسلہ بھی ختم ہوا۔ اب چھ لڑکیاں رہیں ان کے اٹھارہ تھے۔ چوتھے بطن میں ان کی اولاد میں اختلاف ہے تین لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں تین لڑکوں کو بارہ ملے اور تین لڑکیوں کو چھ لڑکیوں کی اولاد میں پانچویں بطن میں اختلاف ہے ایک لڑکا ہے اور دو لڑکیاں۔ یہ بارہ ان میں نصف نصف ہو گئے چھ لڑکے کے اور تین تین لڑکیوں کے۔ لڑکے کے چھ بطن سادس میں اس کی فرع (لڑکی) کو مل گئے۔ دونوں لڑکیوں کی اولاد میں چھٹے بطن میں اختلاف ہے۔ ایک لڑکا ہے اور ایک لڑکی اس لئے دونوں لڑکیوں کے چھ حصے للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر چار لڑکے کو مل گئے اور دو لڑکی کو

بطن رابع کے تین لڑکوں کا سلسلہ بھی ختم ہوا۔ اب رابع کی تین لڑکیاں رہیں ان کے چھ حصے تھے ان کی اولاد بطن

خامس میں ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہیں بہ چھ حصے ان میں نصف ہو گئے۔ لڑکے کے لئے تین چھٹے بطن میں اس کی فرع (لڑکی) کو مل گئے اور دونوں لڑکیوں کی اولاد چھٹے بطن ایک لڑکا اور ایک لڑکی ۔ لڑکے کو دو دیئے ۔ اور لڑکی کو ایک۔ خلاصہ یہ کہ قسم اول کی چوتھی حالت میں امام محمدؒ کا مذہب اہل تنزیل کا ہے۔ اور اہل تنزیل اصل کا حصہ فرع کو دیتے ہیں چنانچہ ان کے مذہب کی تفصیل ہو چکی ہے۔ اسی لئے امام محمدؒ اصول پر تقسیم کرتے کرتے آخری فرع تک پہنچتے ہیں۔

(۵) درجہ برابر ہو اور اصول میں نر مادہ کے لحاظ سے اختلاف ہو اور ان کے فروع میں تعدد ہو اس حالت میں جب اصول پر ترکہ تقسیم کریں گے تو امام محمدؒ کے نزدیک نر مادہ ہونے کی صفت تو اصول کی معتبر ہوگی اور عدد فروع کا معتبر ہو گا۔ اس حالت میں امام محمدؒ کا مذہب پورا اہل تنزیل کا نہیں بلکہ صفت اصول سے لینے میں اہل تنزیل کے موافق ہیں کیونکہ اہل تنزیل اصل خواہ مرد ہو یا عورت اس کا حصہ فرع کو دیتے ہیں۔ اور عدد فرع سے لینے میں اہل تنزیل کے خلاف ہیں کیونکہ اہل تنزیل عدد فرع سے نہیں لیتے بلکہ اصل کا جتنا حصہ ہے وہی فروع میں تقسیم کر دیتے ہیں اور امام محمدؒ فرع کا عدد لے کر اصول کو حصہ دیتے پھر اس کو فروع میں تقسیم کرتے ہیں۔ مثلاً میت کی نواسی کے دو نواسے ہیں اور میت کی نواسی کے بیٹی کی ایک بیٹی ہے اور میت کے نواسے کی بیٹی کی دو بیٹیاں ہیں۔ اس کا نقشہ حسب ذیل ہے

میت

بنت	بنت	بنت
بنت	بنت	ابن
بنت	ابن	بنت
بنتی	بنت	بنتی

امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تو سیدھا حساب ہے۔ ترکہ سات ہو کر چار دو لڑکوں کو مل جائیں گے اور باقی تین تین لڑکیوں کو۔ لیکن امام محمدؒ پہلے دوسرے بطن پر ترکہ تقسیم کریں گے دوسرے بطن میں دو لڑکیاں ہیں

اور ایک لڑکا۔ عدد فروع سے لیا تو دو لڑکے اور تین لڑکیاں ہو گئیں۔ کیونکہ دائیں طرف کی پہلی لائن میں عدد فروع دو لڑکے ہیں اصول سے وصف (لڑکی ہونا) لی اور فروع سے عدد لیا تو اس پہلی لائن کے دوسرے بطن میں دو لڑکیاں ہو گئیں اور دوسری لائن کے دوسرے بطن میں ایک لڑکی ہے اس کے فروع میں عدد نہیں اس لئے ایک لڑکی ہے ل یہ تین لڑکیاں ہو گئیں اور تیسری لائن کے دوسرے بطن میں لڑکا ہے اور فروع میں دو لڑکیاں ہیں۔ فروع کا عدد لیا تو تیسری لائن کے دوسرے بطن میں دو لڑکے ہو گئے تین لڑکیوں اور دو لڑکوں پر ترکہ تقسیم کیا تو سات حصے ہو گئے۔ چار حصے دو لڑکوں کے اور تین تینوں لڑکیوں کے۔ اب یہ دو فریق الگ الگ ہو گئے ایک فریق لڑکا جس کو عدد فروع کی وجہ سے دو لڑکے شمار کیا گیا ہے اور دوسرا فریق دو لڑکیاں جو عدد فروع کی وجہ سے تین شمار کی گئیں۔ لڑکے کے فریق میں تیسرے بطن میں اختلاف نہیں بلکہ صرف ایک لڑکی ہے اس لئے ان کے چار حصے ان کی فروع (دو لڑکیوں) کو مل گئے۔ اور دو لڑکیوں کی اولاد میں تیسرے بطن میں اختلاف ہے ایک لڑکی اور ایک لڑکا لڑکی کی فرع دو لڑکیاں ہیں اس لئے عدد فروع سے لیا تو تیسرے بطن میں دو لڑکیاں اور ایک لڑکا ہوا۔ ان کے تین حصے ان پر پورے نہیں آتے اس لئے ان کے عدد چار کو اصل مسئلہ سات میں ضرب دی تو ۲۸ ہو گئے اس سے مسئلہ کی تصحیح ہو گئی۔ اب ان کے تین حصوں کو چار میں ضرب دی تو بارہ ہو گئے چھ لڑکے کی فرع (لڑکی) کو مل گئے۔ اور چھ لڑکی کی فرع (دو لڑکیوں) کو مل گئے اور تیسری لائن میں دو لڑکیوں کے چار تھے ان کو چار میں ضرب دی تو سولہ ہو گئے۔ فی لڑکی آٹھ آٹھ مل گئے۔ بس اٹھائیس پورے ہو گئے۔

تنبیہ:۔ امام ابو حنیفہؒ سے مشہور روایت امام محمدؒ ہی کا قول ہے اور ذوی الارحام کے تمام مسائل میں امام محمدؒ ہی کے قول پر فتویٰ ہے۔ (سراجی)

(۶) درجہ برابر ہو اور جہتیں متعدد ہوں مثلاً میت کی دو بیٹیوں سے ایک نواسا اور ایک نواسی ہے ان دونوں کی آپس میں شادی ہو گئی ان سے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں اور میت کی تیسری بیٹی سے ایک نواسی ہے اس کا ایک لڑکا ہے اس لڑکے کا میت سے ایک رشتہ ہے اور دونوں لڑکیوں کے دو رشتے ہیں ایک

ماں کی طرف سے ایک باپ کی طرف سے نقشہ یہ ہے۔

میت

بنت	بنت	بنت
بنت	ابن	بنت
	بنتی	ابن

امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جہت کا اعتبار اشخاص فروع میں ہوگا اس بنا پر دو لڑکیاں بمنزلہ چار لڑکیوں کے ہوگئیں۔ گویا میت نے چار لڑکیاں اور ایک لڑکا چھوڑا اور ترکہ تین حصے ہوکر ایک لڑکے کا اور ایک ایک دونوں لڑکیوں کا۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک جہت کا اعتبار اصول میں ہوگا۔ (یعنی نرینہ مادینہ ہونے کی وصف اصول کی معتبر ہوگی۔) اور ساتھ ہی عدد فروع کا لیا جائے گا۔ اس بنا پر دوسرے بطن میں پہلی لڑکی (دو لڑکیوں کی ماں) بمنزلہ دو لڑکیوں کے ہوئی اور لڑکا (دو لڑکیوں کا باپ) بمنزلہ دو لڑکوں کے ہوا اور ایک لڑکی اس بطن میں اور ہے۔ پس ترکہ کے سات حصے ہوکر دو۲ پہلی لڑکی کو ملے اور چار لڑکے کو اور ایک دوسری لڑکی کو۔ اس کے بعد یہ دو فریق ہوگئے ایک فریق لڑکا اور دوسرا فریق لڑکیاں۔ لڑکے کے چار حصے تو تیسرے بطن میں دونوں لڑکیوں کو مل گئے اور لڑکیوں کے تین۳ حصے تیسرے بطن میں دو لڑکیوں اور ایک لڑکے پر للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر تقسیم ہوئے چونکہ تین حصے چار پر پورے نہیں آتے اس لئے چار کو اصل مسئلہ (سات) میں ضرب دی تو ۲۸ ہوگئے تیسرے بطن میں دو لڑکیوں کو باپ کی طرف سے سات سے چار ملے تھے۔ ان کو چار میں ضرب دی تو سولہ ہوگئے اور تین کو چار میں ضرب دی تو بارہ ہوگئے تیسرے بطن میں چھ لڑکے کو مل گئے اور چھ ماں کی طرف سے دونوں لڑکیوں کو مل گئے دونوں لڑکیوں کے بائیس۲۲ ہوئے اور لڑکے کے چھ

قسم ثانی کی وراثت کا بیان

قسم ثانی جد فاسد اور جدہ فاسدہ ہیں اور وہ چار فریق ہیں۔

(۱) نانا

(۲) دادی کا باپ

(۳) نانے کی ماں

(۴) دادی کے باپ کی ماں

——— اور ان کی پانچ حالتیں ہیں۔

(۱) درجہ میں برابر نہ ہوں تو الاقرب فالاقرب کے اصول پر عمل ہوگا۔ جیسے نانا دادی کے باپ پر مقدم ہے اور نانے کی ماں دادی کے باپ کی ماں پر مقدم ہے۔

(۲) اگر درجہ میں برابر ہوں تو جو وارث کے واسطہ سے میت کو پہنچے وہ مقدم ہے جیسے نانی کا باپ نانے کے باپ سے مقدم ہے کیونکہ نانی وارث ہے اور نانا وارث نہیں۔

لیکن یہ مذہب ابو سہل فرائضی اور فضل خصاف اور علی بن عیسیٰ بصری کا ہے اور ابو سلیمان جرجانی اور ابو علی بستی کے نزدیک اگرچہ فروع (قسم اوّل) میں وارث کے واسطہ کا اعتبار ہے لیکن اصول میں وارث کے واسطہ کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ بلکہ نانی کا باپ اور نانے کا باپ دونوں وارث ہوں گے۔ دو تہائی نانے کے باپ کا ہے اور ایک تہائی نانی کے باپ کا کیونکہ تقسیم میں اول بطن کا اعتبار ہے جس میں مذکر مؤنث کا اختلاف ہوا ہے اور وہ نانی نانا ہے ان میں للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر تقسیم ہوکر ان کے باپوں کو مل جائے گا۔

اگر کہا جائے نانی وارث ہے اور نانا جد فاسد ہونے کی وجہ سے وارث نہیں تو پھر یہاں للذکر

مثل حظ الانثیین کا اصول کس طرح جاری ہوگا شامی میں کہا ہے هوالاصح
جواب اس کا یہ ہے کہ جب اصول میں واسطہ کے وارث ہونے کا اعتبار نہیں تو مذکر مؤنث ہونے کے لحاظ سے للذکر مثل حظ الانثیین کا اصول جاری کیا گیا۔

رہی یہ بات کہ اصول میں وارث کے واسطہ کا کیوں اعتبار نہیں اس کی وجہ بعض نے یہ بیان کی ہے۔ اصل کا فرع کے تابع ہونا لازم آتا ہے کیونکہ نانی، نانا فرع ہیں اور ان کے باپ اصل ہیں تو اگر نانی کے باپ کو اس لئے سارا ترکہ دیا جائے کہ اس کی بیٹی (میت کی نانی) وارث ہے تو اصل فرع کے تابع ہو جائے گا اور یہ خلاف عقل ہے۔

اگر کہا جائے کہ نانی وجود میں اپنے باپ کی فرع ہے کیونکہ اس کا وجود اس کے وجود سے ہوا ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں کہ حکم شرعی میں بھی فرع ہو بلکہ حکم شرعی میں اصل ہے اور اسی لئے اس کے ہوتے ہوئے اس کا باپ وارث نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نانی کے باپ کا وارث نہ ہونا اس کی وجہ اس کا ..... جد فاسد ہونا ہے۔ قطع نظر اس سے کہ اس کی فرع (نانی) وارث ہے یا نہیں یہی وجہ ہے کہ پڑدادی کے ہوتے ہوئے بھی نانی کا باپ وارث نہیں حالانکہ پڑدادی اس کی فرع نہیں۔

اگر کہا جائے کہ نانے کے باپ کو جب دو تہائی ملیں تو نانے (فرع) کے واسطے سے ملیں تو کیا یہاں بھی اصل فرع کے تابع ہو گیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں فرع ہونے کا لحاظ نہیں بلکہ صرف واسطہ ہونے کا لحاظ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نواسی وارث ہے حالانکہ وہاں واسطہ (میت کی بیٹی) فرع نہیں بلکہ اصل ہے۔

۳ اگر سب درجہ میں برابر ہیں اور کوئی بھی وارث کے واسطہ سے میت کی طرف نہیں پہنچا جیسے دادی کا دادا اور دادی کی دادی یا سب وارث کے واسطہ سے پہنچتے ہوں جیسے دادے کی ماں کا باپ اور دادی کی ماں کا باپ دو مثال

کی صفت مختلف نہ ہو کہ کسی میں مرد ہو اور کسی میں عورت بلکہ سب میں مرد ہو یا عورت جیسے پہلی مثال میں مرد (دادی کا باپ) ہے اور دوسری مثال دادے کی ماں اور دادی کی ماں ہے اور ان دونوں صورتوں (بواسطہ غیر وارث پہنچے یا بواسطہ وارث پہنچے) میں سب کی قرابت ایک ہے یعنی سب میت کی ماں کی طرف سے ہیں یا باپ کی طرف سے ہیں تو اس صورت میں تقسیم ترکہ ابدان (یعنی موجودہ افراد) کے لحاظ سے ہوگی اگر صرف مرد ہیں یا عورتیں ہیں تو حصہ برابر ہوگی اور اگر مخلوط ہیں تو للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر ہوگی۔

مثلاً دادی کے باپ کا باپ اور دادی کے باپ کی ماں ان دونوں کا درجہ برابر ہے اور میت کی طرف سے وارث کے واسطہ سے نہیں پہنچتے کیونکہ نہ دادی کا باپ وارث ہے نہ دادی کی ماں وارث ہے اور واسطہ کی صفت ایک ہے یعنی مرد ہے اور دونوں کی قرابت بھی ایک ہے یعنی دونوں باپ کی طرف سے ہیں پس یہاں للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر عمل ہوگا۔

اسی طرح باپ کے نانے کے ماں باپ ہوں یا ماں کے نانے کے ماں باپ ہوں تو ان میں بھی یہی اصول جاری ہوگا کیونکہ درجہ برابر ہے اور واسطہ نانے کا ہے جو غیر وارث ہے اور واسطہ کی صفت ایک ہے یعنی مرد ہے اور قرابت بھی ایک ہے یعنی باپ کی ہے یا ماں کی ہے پس نانے کی ماں کا ایک حصہ ہوگا اور باپ کے دو۔

تنبیہ :- یہ بات یاد رہے کہ حصہ برابر تقسیم ہونے کی یہاں کوئی صورت نہیں کیونکہ یہ تب ہوتی جبکہ سب مرد یا سب عورتیں ہوتیں اور واسطہ کی صفت ایک ہوگی اور قرابت ایک ہوتی اور اصول میں یہ ناممکن ہے کیونکہ جب واسطہ کی صفت ایک ہوگی تو واسطہ ایک ہوگا یا متعدد۔ اگر ایک ہوگا تو اس کے اصول میں تعدد کی صورت یہ ہے کہ ایک ماں ہو ایک باپ کیونکہ دو مائیں یا دو باپ نہیں ہوتے پس سب مرد یا سب عورتیں نہ ہوں تو حصہ برابر تقسیم کس طرح ہو اور اگر واسطہ میں تعدد ہو تو ایک صفت ہونے کی صورت

یہ ہے کہ دونوں مرد ہوں یا عورتیں اور یہ ناممکن ہے کیونکہ یہ میت کے بلکہ باپ ہیں اور دو مائیں یا دو باپ نہیں ہوتے پس صفت ایک نہ رہی۔

اگر کہا جائے کہ میت کے نانے کی ماں کی ماں اور میت کے نانے کے باپ کی ماں یہ دونوں میت کی مائیں ہیں تو معلوم ہوا کہ دو مائیں ہو سکتی ہیں اگر ان ماؤں کے باپ زندہ ہوں تو ان میں بحصہ برابر تقسیم ہونی چاہیئے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ دو مائیں تبھی بنیں جب پہلے نانے کے ماں باپ لئے تو یہ دو قرابتیں ہو گئیں اور دو قرابتوں میں باپ بھی دو بن سکتے ہیں جیسے میت کے باپ کے نانے کی ماں کا باپ اور باپ کا باپ لیکن ایک قرابت میں دو مائیں یا دو باپ نہیں بن سکتے اور یہاں نیچے اگرچہ ایک قرابت ہے کیونکہ ماں کا نانا لیا ہے یا باپ کا لیکن نانے سے اوپر دو قرابتیں بن گئیں اور ایسی صورت میں جہاں سے دو قرابتیں شروع ہوتی ہیں پہلے وہاں ترکہ کی تقسیم ہوتی ہے ایک حصہ نانے کی ماں کا اور دو نانے کے باپ کے اور یہی ان کے باپوں کو مل جائے گا چنانچہ چوتھی حالت کے بیان میں آتا ہے پس بحصہ برابر تقسیم کی یہاں کوئی صورت نہیں اور یہ بات بھی یاد رہے کہ ماں کی طرف سے قرابت میں ایسی صورت پیدا نہیں ہو سکتی کہ واسطہ وارث ہو اور متعدد ہو کیونکہ ماں کی ماں اوپر تک وارث ہے اس میں ذوی الارحام کا سلسلہ نہیں ذوی الارحام کا سلسلہ صرف ماں کے باپ میں یعنی نانے میں ہے ہاں اگر نانا بھی وارث ہوتا جیسے نانی وارث ہے اور نانی کی ماں ذوی الارحام سے ہوتی۔ جیسے نانے کا باپ اور ماں ذوی الارحام سے ہے تو پھر یہ صورت پیدا ہو سکتی تھی۔

(۴) درجہ بھی ایک ہو اور واسطہ بھی ایک ہی قسم کا ہو وارث کا یا غیر وارث کا اور قرابت بھی ایک ہی ہو ماں کی طرف سے یا باپ کی طرف سے مگر واسطہ کی صفت مختلف ہو جیسے دادے کی ماں کا باپ اور دادی کی ماں کا باپ یہاں واسطہ کی صفت ایک نہیں بلکہ ایک طرف مرد (دادا) ہے اور دوسری طرف عورت (دادی) ہے پس ایسی صورت میں اول بطن جس میں صفت مختلف ہوتی ہے وہاں ترکہ للذکر مثل حظ الانثیین

کے اصول پر تقسیم ہوگا جیسے قسم اول میں گذر چکا ہے چنانچہ اس مثال میں پہلے دادے اور دادی پر تقسیم ہوگا۔ اس کے بعد ان کی مائیں ہیں پس دادی کی ماں کو ایک تہائی اور دادے کی ماں کو تہائی ہیں۔ پھر ہر ایک کو جو کچھ ملا ان کے باپوں کو ملے گا۔

(۵) اگر درجہ برابر ہو اور واسطہ بھی ایک ہی قسم کا ہو لیکن قرابت مختلف ہو تو اس صورت میں ترکہ تین حصے ہو کر ایک ماں کی قرابت کو ملیگا اور دو باپ کی قرابت کو۔ اس کے بعد ہر ایک قرابت کا حصہ اس طرح تقسیم ہوگا جیسے ایک قرابت ہونے کی صورت میں ہوتا ہے یعنی واسطہ کی صفت ایک ہوگی یا مختلف کما مرّ

تنبیہ :۔ دوسری قسم کی بعض نے چار حالتیں شمار کی ہیں اور نمبر ۲ حذف کر دیا ہے کیونکہ اس میں اختلاف ہے بعض علماء وارث کے واسطے سے پہنچنے کا اعتبار کرتے ہیں بعض نہیں کما مرّ

قسم ثالث کی وراثت کا بیان

قسم ثالث بہنوں کی اولاد اور بھائیوں کی بیٹیاں ہیں خواہ عینی ہو یا علاتی یا اخیافی اور اخیافی بھائیوں کے بیٹے اور ان کے دس فریق ہیں۔

(۱) عینی بھائی کی بیٹی	(۲) علاتی بھائی کی بیٹی	(۳) عینی بہن کا بیٹا	(۴) عینی بہن کی بیٹی
(۵) علاتی بہن کا بیٹا	(۶) علاتی بہن کی بیٹی	(۷) اخیافی بھائی کا بیٹا	(۸) اخیافی بھائی کی بیٹی
(۹) اخیافی بہن کا بیٹا	(۱۰) اخیافی بہن کی بیٹی	اور ان (دس) کی اولاد نیچے تک اور ان کی چھ حالتیں ہیں	

(۱) جو میت کی طرف زیادہ قریب ہو وہ حقدار ہے جیسے بہن کی بیٹی۔ بھتیجی کے بیٹے سے مقدم ہے۔

(۲) اگر قرب میں برابر ہوں اور سب عصبہ کی اولاد ہوں تو جس کی قرابت قوی ہو وہ مقدم ہے۔ جیسے عینی بھائی

ے عصبہ کی اولاد کہا اور وارث کی اولاد نہیں کہا جیسے قسم ثانی میں اولاد وارث کہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وارث دو ہی ہیں عصبہ اور اصحاب الفروض اور عصبہ کی اور ذی رحم کی اولاد تو ایک درجہ میں جمع ہو جاتی ہے جیسے بھتیجے کی بیٹی اور بھانجے کا بیٹا لیکن صاحب فرض کی اور ذی رحم کی اولاد ایک درجہ میں جمع نہیں ہو سکتی کیونکہ صاحب فرض یہاں صرف بہنیں ہیں اور بہنوں کے درجہ میں کوئی ذی رحم نہیں پس صاحب فرض کی اولاد اور ذی رحم کی اولاد کا ایک درجہ نہیں ہو سکتا بلکہ صاحب فرض کی اولاد پہلے بطن میں ہوگی اور ذی رحم کی دوسرے بطن میں پس جمع نا ممکن ہے

کی بیٹی علاتی بھائی کی بیٹی پر مقدم ہے۔

(۳) اگر قرب میں برابر ہوں اور بعض عصبہ کی اولاد ہوں اور بعض ذوی الارحام کی تو عصبہ کی اولاد مقدم ہے جیسے بھتیجے کی بیٹی کو بھانجی کے بیٹے پر ترجیح ہے خواہ عینی بھائی بہن کی خواہ عینی بھائی بہن کی اولاد ہوں یا علاتی کی یا ایک عینی کی اولاد ہو اور دوسرا علاتی کی۔ ان سب صورتوں میں بھتیجے کی بیٹی حق دار ہے کیونکہ یہ عصبہ کی اولاد ہے

اور اگر یہ (بھتیجے کی بیٹی اور بھانجی کا بیٹا) اخیافی بھائی سے ہوں تو پھر امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ان کی اپنی شخصیت کے لحاظ سے ترکہ للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر تقسیم ہوگا۔ لڑکی کو ایک حصہ لڑکے کو دو حصے اور امام محمدؒ کے نزدیک نصف نصف ہوگا۔ جیسے اخیافی بھائی بہنوں میں ہوتا ہے امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ ان کی وراثت ماں کی قرابت کی وجہ سے ہے اور ماں کی قرابت میں مرد و عورت میں فرق نہیں جیسے ان کے اصولوں (اخیافی بھائی بہنوں) میں ہے پس ان کی اولاد میں بھی فرق نہیں ہوگا۔

اور امام ابو یوسفؒ کہتے ہیں اصل للذکر مثل حظ الانثیین کا اصول ہے ان کے اصولوں میں چونکہ نص آگئی ہے اس لئے وہاں برابری ہوگی اور فروع میں اصل قاعدہ پر عمل ہوگا۔ اور وہ للذکر مثل حظ الانثیین ہے لیکن امام محمدؒ کے مذہب کو کچھ ترجیح معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ اصولوں میں علت ماں کی قرابت ہے اور وہ یہاں بھی ہے اور حنفی مذہب میں ظاہر الروایت بھی یہی ہے کہ اصولوں کی طرح اولاد میں بھی برابری ہوگی۔

(۴) اگر قرب میں برابر ہوں اور بعض عصبہ کی اولاد ہوں اور بعض اصحاب الفروض کی جیسے عینی بھائی یا علاتی بھائی کی بیٹی اور اخیافی بھائی کی بیٹی اس صورت میں امام ابو یوسفؒ کا تو وہی مذہب ہے جو نمبر ۳ میں ہے یعنی عینی یا علاتی کی بیٹی اخیافی کی بیٹی پر مقدم ہے کیونکہ ماں باپ کی قرابت یا اکیلے باپ کی قرابت اکیلی ماں کی قرابت سے قوی ہے۔ مگر امام محمدؒ کہتے ہیں جیسے عینی علاتی بھائی کی موجودگی میں اخیافی بھائی وارث ہے ایسے ہی ان کی اولاد ہے چنانچہ زیادہ وضاحت آگے نقشہ میں آتی ہے۔

(۵) قرب میں برابر ہوں لیکن ان کے اصول میں اختلاف ہو اس صورت میں اصولوں میں جہاں سے اختلاف ہوا ہے وہاں للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق تقسیم ہوگی۔ اس کے بعد مجموعہ میں ایک فریق اور مرد دوسرا فریق قرار پائے گا اور ہر فریق کو جو کچھ ملا ہے ان کے فروع کو دے دیا جائے گا بشرطیکہ فروع میں کسی جگہ اختلاف نہ ہو۔ فروع میں اختلاف ہوا تو اس فریق کا حصہ اختلاف کی جگہ ہی کے فروع میں پھر اسی طرح تقسیم ہوگا یہاں تک کہ جو موجود ہیں ان کو ان کے اصولوں کا حصہ مل جائے گا جیسے ذوی الارحام کی قسم اول میں بیان ہو چکا ہے چنانچہ اس کی زیادہ وضاحت آگے نقشہ میں آتی ہے لیکن یہاں اخیافی بھائی بہنوں کے فروع میں للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر عمل نہیں ہوگا بلکہ وہاں بحصہ برابر تقسیم ہوگی جیسے ان کے اصولوں میں برابر ہوتی ہے۔

یہ امام محمدؒ کا مذہب ہے امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں نہ عینی علاتی کے فروع میں اصولوں میں اختلاف کو دیکھا جائے گا نہ اخیافی میں اصولوں کا لحاظ ہوگا بلکہ سب میں موجودہ اشخاص پر ترکہ تقسیم ہوگا۔ اگر صرف مرد ہیں یا عورتیں تو بحصہ برابر اور اگر مخلوط ہیں للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق عمل ہوگا اس کی وضاحت کے لئے آگے نقشہ آتا ہے۔

(۶) عدد فروع کا اعتبار اصول میں اور عدد جہات اصول کا اعتبار فروع میں کیا جائے گا اور زیادہ ہونے کی وصف اصول کی معتبر ہوگی۔

یہ بھی امام محمدؒ کا مذہب ہے اور امام ابو یوسفؒ موجودہ اشخاص کا لحاظ رکھتے ہیں صرف عدد جہات اصول کا فروع میں اعتبار کرتے ہیں چنانچہ ذوی الارحام کی قسم اول میں گذر چکا ہے اب نقشہ ملاحظہ ہو جس میں دونوں اماموں کے مذہب کی وضاحت ہے۔

میت

اخت الام	اخت الاب	اخت الاب والام	ابن الام	ابن الاب	ابن الاب والام
ابن بنت	ابن بنت	ابن بنت	بنت	بنت	بنت

امام ابو یوسفؒ کے نزدیک چونکہ عینی سب پر مقدم ہیں اس لئے عینی بھائی کی لڑکی اور عینی بہن کا لڑکا لڑکی وارث ہوں گے باقی سب محروم اور تقسیم ترکہ شخصیتوں کے لحاظ سے ہوگی چار حصے ہو کر دو لڑکے کے اور ایک ایک لڑکیوں کا۔

اگر عینی کی اولاد نہ ہو تو پھر علاتی بھائی کا لڑکا اور علاتی بہن کا لڑکا لڑکی اسی طرح وارث ہوں گے اور اخیافی محروم۔ اور اگر علاتی بھی نہ ہوں تو پھر اخیافی بھائی کی لڑکی اور اخیافی بہن کے لڑکے لڑکی میں ترکہ چار حصے ہو کر تقسیم ہو جائے گا۔

امام محمدؒ کے نزدیک چونکہ عینی یا علاتی کے فروع کی موجودگی میں اخیافی کے فروع وارث ہوتے ہیں۔ اور عدد فروع کا اعتبار اصل میں کرتے ہیں اور عدد جہت اصول کا اعتبار فروع میں کرتے ہیں اور اخیافی بہن کے فروع میں دو کا عدد ہے۔ لڑکا اور لڑکی۔ پس اخیافی بہن بمنزلہ دو بہنوں کے ہوئی اور ایک لڑکی اخیافی بھائی کی ہے تو اخیافی تین ہو گئے اور صفت اصول کا اخیافیوں میں اعتبار نہیں کیونکہ ان کے مرد عورت یکساں ہیں اور اخیافی اگر دو یا زیادہ ہوں تو ان کی تہائی ہوتی ہے اس لئے تہائی ان کی ہو گئی جو ان میں بحصہ برابر تقسیم ہوگی باقی دو تہائی عینی لیں گے اگر وہ نہ ہوں تو علاتی کیونکہ عینی کی موجودگی میں علاتی محروم[عـه] ہیں اور دو تہائی کی تقسیم نسبت نصف (ایک ایک تہائی) ہو گی۔ کیونکہ عینی بھائی کی ایک لڑکی ہے وہ بمنزلہ لڑکے کے ہے کیونکہ صفت اصول کی معتبر ہے اور وہ (بھائی) مرد ہے اور عینی بہن کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے۔ اب عدد فروع کا لیا اور صفت اصول کی لی تو یہ دو لڑکیاں ہو گئیں پس نصف (ایک تہائی) عینی بھائی کے لڑکے کا ہوا اور نصف عینی بہن کے لڑکے اور لڑکی کا جو ان للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق تقسیم ہوگا کیونکہ جب اصول میں اختلاف ہو تو امام محمدؒ کے نزدیک جہاں پہلے اختلاف ہو وہاں

عـه کتاب "مواریث اسلامیہ" تصنیف شیخ احمد محمد علی خضری مطبوعہ مصر میں امام محمدؒ کے مذہب میں یہاں عینی کے ساتھ علاتی کو بھی وارث بنایا ہے حالانکہ یہ غلط ہے ۱۲ منہ

للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق تقسیم ہوتی ہے اس کے بعد مرد ایک فریق ہو جاتے ہیں اور عورتیں ایک فریق چنانچہ نمبر ۵ میں بیان ہوا پھر ہر ایک فریق کے فروع کو دیکھا جائے گا۔ اس بنا پر یہاں پہلے بطن میں بھائی بہنوں میں تقسیم ہوئی تو عینی بھائی کو نصف ملا اور عینی بہن کو بھی نصف ملا کیونکہ عدد فروع کے لحاظ سے وہ بھی دو کے قائم مقام ہو کر بھائی کے برابر ہو گئی۔ اب یہاں سے یہ دو فریق ہو گئے۔ بھائی مرد کا فریق ہو گیا اور بہن عورت کا فریق ہو گیا۔ بھائی کے نیچے چونکہ صرف ایک لڑکی ہے اور اختلاف نہیں اس لئے اس کا حصہ لڑکی کو مل گیا اور بہن کا حصہ دوسرے بطن میں آ کر للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق بٹ گیا کیونکہ دوسرے بطن میں بھی اختلاف ہو گیا ہے ایک حصہ لڑکی کا اور دو لڑکے کے ہوئے اور مسئلہ ۲ حصوں سے صحیح ہو جائے گا۔ کیونکہ اصل مسئلہ ۳ سے ہے اور دو فریق پر کسر پڑی جن کے رؤس ۲-۳ ہیں۔ پس ۳ کو اصل مسئلہ ۳ ضرب دی تو نو ہو گئے۔

اور اگر عینی بھائی کی پوتی اور علاتی بھائی کی پوتی اور اخیافی بھائی کی پوتی یہ تینوں جمع ہو جائیں تو تمام ترکہ بالاتفاق عینی بھائی کی پوتی کا ہے امام محمدؒ کے نزدیک اس لئے کہ وہ وارث کی اولاد ہے کیونکہ بھتیجہ وارث ہے اور قوۃ قرابت بھی ہے لیکن قوۃ قرابت کا اثر علاتی کے مقابلہ میں ہوگا نہ کہ اخیافی کے۔ کیونکہ امام محمدؒ کے نزدیک عینی کے فروع کی موجودگی میں اخیافی کے فروع وارث ہیں کما مر
اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بھی یہی دونوں وجہیں ہیں اور دوسری جیسے علاتی کے مقابلہ میں اثر رکھتی ہے ویسے اخیافی کے مقابلہ میں

قسم رابع کی وراثت کا بیان

قسم رابع پھوپھیاں اخیافی چچے اور خالہ اور ان کی اولاد ہے اور انہی کی اولاد کے حکم میں عینی اور علاتی چچوں کی بیٹیاں ہیں اور یہ دس فریق ہیں۔

(۱) عینی پھوپھی (یعنی باپ کی حقیقی بہن)

(۲) علاتی پھوپھی (یعنی باپ کی بہن صرف باپ کی طرف سے)

(۳) اخیافی پھوپھی (یعنی باپ کی بہن صرف ماں کی طرف سے)

(۴) اخیافی چچا (یعنی باپ کا بھائی صرف ماں کی طرف سے) یہ باپ کی طرف سے رشتہ دار ہوئے۔

(۵) عینی ماموں (یعنی ماں کا حقیقی بھائی)

(۶) علاتی ماموں (ماں کا باپ کی طرف سے بھائی)

(۷) اخیافی ماموں (ماں کا بھائی ماں کی طرف سے)

(۸) عینی خالہ

(۹) علاتی خالہ

(۱۰) اخیافی خالہ

اور ان دس غیر لوگوں کی حالتیں تین ہیں۔

۱۔ اگر حیز قرابت ایک ہو یعنی صرف باپ کی طرف سے قرابت ہو یا ماں کی طرف سے جیسے پھوپھیاں اور اخیافی چچے یا ماموں اور خالہ تو اس صورت میں جس کی قرابت زیادہ قوی ہو وہ بالاتفاق حق دار ہوگا مثلاً عینی علاتی پر مقدم ہے اور علاتی اخیافی پر خواہ مرد ہو یا عورت۔ مثلاً عینی پھوپھی ہو تو وہ علاتی چچا پر مقدم ہے۔

اور یہاں اخیافیوں میں بھی للذکر مثل حظ الانثیین کا اصول جاری ہوگا۔ مثلاً چچا اور پھوپھی اخیافی ہوں یا ماموں اور خالہ اخیافی ہوں تو للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر تقسیم ہوگی۔

۲۔ اگر حیز قرابت مختلف ہو تو پھر قوت قرابت کا اعتبار نہیں جیسے عینی پھوپھی اور اخیافی خالہ یا عینی خالہ اور اخیافی پھوپھی۔ اس صورت میں ماں کی قرابت کی ایک تہائی ہوگی اور باپ کی دو۔ پھر ہر ایک کا

حصہ اپنی اپنی قرابت میں اس طرح تقسیم ہوگا جیسے حیز قرابت ایک ہونے کی حالت میں تھا کما مر۔

شبہ:۔ اگر کہا جائے کہ پہلے کہا ہے کہ "قوۃ قرابت کا اعتبار نہیں اور پھر قرابت باپ کو دو تہائی دیدی ہے یہ قوۃ قرابت کا اعتبار نہیں تو اور کیا ہے؟

اس کا جواب:۔ یہ ہے کہ قوۃ قرابت کا اعتبار نہ ہونے سے مراد صارے ترکہ کے لئے ہے لڑکی کی پیشی کے لئے پھر یہ کمی بیشی مرد عورت میں فرق کی بنا پر ہے نہ کہ قوت قرابت کی بنا پر۔ چنانچہ خاوند بیوی میں بھی یہ فرق ہے حالانکہ وہاں قوۃ قرابت نہیں۔

قسم رابع کی اولاد کی وراثت کا بیان

قسم رابع کی اولاد کا بیان الگ اس لئے کیا ہے کہ چچا۔ پھوپھی۔ ماموں۔ خالہ ان کی اولاد کو شامل نہیں برخلاف اولاد بنات اور اخوات کے کیونکہ یہ اپنی اولاد کو شامل ہیں ان کے احکام الگ نہیں اسی طرح جد جدہ اوپر تک سب کو شامل ہے خواہ بواسطہ جد جدہ یا بغیر واسطہ اور عینی اور علاتی چچے کی قسم رابع کی اولاد نہیں کیونکہ عینی اور علاتی چچا عصبہ ہیں ہاں ان کی بیٹی کا حکم وہی ہے۔ جو قسم رابع کی اولاد کا ہے ہاں اخیافی چچا کی بیٹی قسم رابع کی اولاد ہے کیونکہ اخیافی چچا ذوی الارحام سے ہے اور قسم رابع کی آٹھ حالتیں ہیں۔

(۱) جو زیادہ قریب ہے وہ حق دار ہے خواہ کسی جہت سے ہو ماں کی طرف سے یا باپ کی طرف سے مثلاً پھوپھی کی بیٹی یا بیٹا پھوپھی کے نواسے۔ نواسی بلکہ پھوپھی کے پوتے سے بھی مقدم ہے۔

اسی طرح خالہ کی بیٹی بیٹا خالہ کی نواسی۔ نواسا پوتے سے مقدم ہے یہ ایک جہت کی مثالیں ہیں۔ اگر جہتیں الگ الگ ہوں تو بھی یہی حکم ہے جیسے پھوپھی کی اولاد خالہ کی اولاد کی اولاد پر مقدم ہے۔

(۲) اگر قرابت برابر ہو اور حیز یعنی جہت بھی ایک ہو تو پھر بالاتفاق قوت قرابت کا اعتبار ہے پس عینی کی اولاد علاتی کی اولاد پر اور علاتی کی اولاد اخیافی کی اولاد پر مقدم ہے لیکن اس میں شرط ہے کہ حسب ہیں)

قوت قرابت نہیں وہ عصبہ کی اولاد نہ ہو کیونکہ اگر وہ عصبہ کی اولاد ہو تو پھر اتفاق نہیں بلکہ بعض علماء کہتے ہیں۔ کہ اس وقت قوۃ قرابت کو ترجیح نہیں بلکہ عصبہ کی اولاد کو ترجیح ہے جیسے علاقی چچے کی بیٹی اور عینی پھوپھی کا بیٹا یا بیٹی چنانچہ اس میں اختلاف کا ذکر نمبر ۳ میں آتا ہے۔

۳۔ اگر قرابت برابر، اور قوۃ بھی برابر ہو اور حیز یعنی جہت بھی ایک ہو لیکن بعض عصبہ کی اولاد ہیں اور بعض ذوی الارحام کی تو اس صورت میں عصبہ کی اولاد مقدم ہو گی جیسے عینی چچے کی بیٹی عینی پھوپھی کے بیٹے پر مقدم ہے اور اگر علاقی چچے کی بیٹی اور علاقی پھوپھی کا بیٹا ہو تو ان کا بھی یہی حکم ہے ہاں اگر علاقی چچے کی بیٹی ہو اور عینی پھوپھی کا بیٹا ہو یا بیٹی تو اس صورت میں عینی پھوپھی کی اولاد پر مقدم ہے اور ظاہر الروایت یہی ہے کیونکہ قوت قرابت ذاتی وصف ہے اور اصل کا عصبہ ہونا یہ خارجی وصف ہے اور ظاہر ہے کہ ذاتی وصف کے ساتھ ترجیح دینا خارجی وصف کے ساتھ ترجیح دینے سے بہتر ہے چنانچہ علاقی خالہ کو اخیافی خالہ پر اس بنا پر ترجیح دی جاتی ہے کہ علاقی خالہ میں قوت قرابت ہے حالانکہ اخیافی خالہ وارث (میت کی نانی) کی اولاد ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ سارا مال علاقی چچے کی لڑکی کا ہے اور پھوپھی کا بیٹا بیٹی محروم رہیں گے۔ کیونکہ چچے کی عصبہ کی اولاد ہے۔

۴۔ قرب میں برابر ہوں لیکن حیز (جہت) قرابت ایک نہ ہو اور بعض عصبہ کی اولاد ہوں اور بعض ذوی الارحام کی جیسے عینی چچے کی بیٹی اور عینی ماموں کا بیٹا تو اس صورت میں اختلاف ہے بعض علماء کہتے ہیں ظاہر روایت یہ ہے کہ مال کے تین حصے ہو کر ایک ماں کی قرابت کو ملیگا اور دو باپ کی قرابت کو "سراجی" میں یہی مذہب ذکر کیا ہے۔ اسی پر صاحب ہدایہ۔ کنز اور ملتقی اور اکثر شروع کنز اور ہدایہ اسی پر ہیں۔

اور معراج الدرایہ میں ہے کہ ظاہر الروایت میں سارا مال عینی چچے کی بیٹی کا ہے کیونکہ وہ اولاد عصبہ ہے عینی ماموں کا بیٹا محروم ہے لیکن پہلی روایت راجح ہے کیونکہ وہ متون کی روایت ہے جن کا اصل مقصد ہی نقل مذہب ہے جیسے رد المختار میں ہے۔

"سراجی" میں اس کی ترجیح کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ عینی پھوپھی کو علاقی یا اخیافی خالہ پر ترجیح نہیں دی جاتی کہ سارے ترکہ کی حقدار ہو حالانکہ اس کو قوۃ قرابت بھی حاصل ہے اور اولاد وارث بھی ہے بلکہ یہاں پھوپھی کو دو تہائی اور خالہ کو ایک تہائی ملتی ہے ایسے صورت مذکورہ میں ہونا چاہیئے۔

۵۔ قرب میں برابر ہوں اور سب ذوی الارحام کی اولاد ہیں۔ لیکن حیز قرابت الگ الگ ہے جیسے پھوپھی کی بیٹی اور خالہ کی بیٹی۔ اس صورت میں قوت قرابت کا کوئی اعتبار نہیں اس بنا پر عینی پھوپھی کی بیٹی کو علاقی خالہ کی بیٹی پر ترجیح نہیں ہو سکتی کہ سارے ترکہ کی حقدار ہو بلکہ پھوپھی کی بیٹی کو دو تہائی اور خالہ کی بیٹی کو ایک تہائی ملے گی کیونکہ باپ کی قرابت کا حق ماں کی قرابت سے دوہرا ہوتا ہے۔ ہاں جب جہت ایک ہو جائے تو پھر قوۃ قرابت کا لحاظ رکھا جائے گا اور اس کے بعد ولد عصبہ کو مقدم کیا جائے گا۔ لیکن عصبہ کی تقدیم باپ کی قرابت ہوتی ہے نہ ماں کی۔ کیونکہ ماں کی قرابت میں عصبہ ہوتا ہی نہیں اسی بنا پر علماء ماں کی قرابت میں اس تقدیم کا ذکر نہیں کرتے ملاحظہ ہو سراجی وغیرہ "سراجی" کے حاشیہ میں اس مقام پر شمس الائمہ سرخسیؒ سے نقل کیا ہے کہ ایک طرف عدد زیادہ ہو اور دوسری طرف کم ہو تو اس حکم میں فرق نہیں پڑے گا۔ بلکہ واسطہ کا اعتبار ہو گا مثلاً عینی خالہ کی ایک لڑکی ہو اور علاقی ماموں کی دو لڑکیاں ہوں تو قوۃ قرابت کی بنا پر سارا ترکہ عینی خالہ کی لڑکی کو ملے گا کیونکہ اس لڑکی کی قرابت میت سے عینی خالہ کے واسطہ سے ہے۔ اور یہ نہیں ہو گا۔

۶۔ قرب میں برابر ہوں اور حیز یعنی جہت قرابت ایک ہو لیکن صفت اصول مرد عورت ہونے کے لحاظ سے مختلف ہو (مثلاً بعض چچا کی اولاد ہیں اور بعض پھوپھی کی یا بعض ماموں کی اولاد ہیں اور بعض خالہ کی) اور بطون میں تعدد ہو یعنی سلسلہ اولاد در اولاد ہو اس صورت میں مال اول بطن پر جس میں اختلاف صفت ہوا ہے تقسیم ہو گا اس کے بعد مرد ایک فریق ہو جائیں گے اور عورتیں ایک فریق۔ پھر ہر ایک فریق کا اس کے نیچے جہاں بطن میں اختلاف ہو وہاں تقسیم ہو گا یہاں تک کہ موجودہ فروع تک مل جائے گا جیسا کہ ذوی الارحام

کی قسم اول میں گذر چکا ہے۔

لیکن یہ امام محمدؒ کا مذہب ہے اور امام ابو یوسفؒ مرد اور عورت کی صفت کا اعتبار اصول میں نہیں کرتے بلکہ موجودہ اشخاص میں کرتے ہیں اصول خواہ کیسے ہی ہوں چنانچہ یہ بھی گذر چکا ہے۔

۷۔ قرب میں برابر ہوں لیکن فروع میں تعدد ہو تو اس عدد کا اعتبار اصول میں کیا جائے گا۔ لیکن یہ بھی امام محمدؒ کا مذہب ہے امام ابو یوسفؒ موجودہ اشخاص کا اعتبار کرتے ہیں جتنے ہوں اسی گنتی کا تقسیم میں لحاظ ہو گا جیسے قسم اول اور رابع میں تفصیل ہو چکی ہے۔

۸۔ قرب میں برابر ہوں لیکن جہات متعدد ہوں تو اس تعدد کا لحاظ فروع میں کیا جائے گا۔

تنبیہ:۔ اگر میت کے چچے پھوپھیاں۔ خالہ اور ماموں نہ ہوں اور نہ ان کی اولاد ہو تو پھر میت کے والدین کے چچے۔ پھوپھیاں۔ خالہ۔ ماموں کا یہی حکم ہے۔ پھر ان کی اولاد۔ اس کے بعد میت کے دادے، دادی کے چچے پھوپھیاں۔ خالہ۔ ماموں۔ پھر ان کی اولاد علیٰ ھذا القیاس یہی حکم آگے تک چلا جائے گا جیسے عصبات میں ہوتا ہے۔

اب نیچے نقشہ دیا جاتا ہے جس سے ان تینوں نمبروں (۶-۷-۸) کی وضاحت ہو جائیگی انشاء اللہ

میت

عمۃ الاب	عمۃ الاب	عم الاب	خالۃ الاب	خالۃ الاب	خال الاب
بنت	ابن	بنت	بنت	ابن	بنت
ابنی	بنتی		بنتی	ابنی	

یہاں دو قرابتیں ہیں ایک باپ کی طرف سے ایک ماں کی طرف سے۔ باپ کی طرف سے قرابت میں علاتی پھوپھی کے دو نواسے ہیں اور دوسری علاتی پھوپھی کی دو پوتیاں ہیں نیز وہ علاتی چچے کی نواسیاں ہیں گویا ان کا دوہرا رشتہ ہے پس تعدد جہت کا فروع میں لحاظ کرتے ہوئے یہ چار لڑکیاں ہوئیں ان کا اختصار کیا تو

تو دو لڑکے ہو گئے پس باپ کی قرابت میں چار لڑکے ہوئے۔

ماں کی قرابت میں ایک علاتی خالہ کی دو نواسیاں ہیں اُن کا اختصار کیا تو ایک لڑکا ہو گیا اور دوسری علاتی خالہ کے دو پوتے ہیں اور وہ علاتی ماموں کے نواسے بھی ہیں تو یہ تعدد جہت کے لحاظ سے چار لڑکے ہو گئے پس ماں کی قرابت میں پانچ لڑکے ہوئے چونکہ باپ کی قرابت کو دو تہائیاں اور ماں کی قرابت کو ایک تہائی ملتی ہے اس بنا پر اصل مسئلہ تین سے ہوا باپ کی قرابت میں عدد رؤس چار ہے اور حصے دو ہیں اور یہ چار پر پورے نہیں آتے اور دو میں اور چار میں توافق بالنصف ہے اس لئے عدد رؤس دو لئے اور ماں کے فریق کا حصہ ایک ہے اور عدد رؤس پانچ ہے اور پانچ میں اور ایک میں تباین ہے۔ پس یہ پانچ لے لئے اور باپ کی قرابت کے دو اور ان پانچ میں بھی تباین ہے اس لئے پورے کو پورے میں ضرب دی تو دس ہو گئے اور دس کو اصل مسئلہ تین میں ضرب دی تو تیس ہو گئے اور اس سے تقسیم صحیح ہو گئی۔ بیس باپ کی قرابت کے اور دس ماں کی قرابت کے۔

یہ تقسیم امام ابو یوسفؒ کے مذہب پر ہے اور امام محمدؒ کے مذہب پر باپ کی قرابت کا حصہ دو تہائی پہلے بطن میں تقسیم ہو گا کیونکہ صفت مختلف ہے یعنی بعض مرد ہیں اور بعض عورتیں اور عدد فروع کا لیا اور صفت اصول کی یعنی ان کی اپنی لی تو پہلی اور دوسری پھوپھی چار عورتیں بن گئیں (جو بمنزلہ دو مردوں کے ہیں) اور چچا بھی بمنزلہ دو مردوں کے ہو گیا ان چار مردوں کا اختصار کیا تو دو مرد ہو گئے پس باپ کی قرابت کی دو تہائی ان میں بحصہ برابر تقسیم ہو گئی یعنی ہر ایک کو ایک ایک تہائی مل گئی اسی طرح ماں کی قرابت میں عدد فروع کا لیا اور صفت اصول کی (یعنی ان کی اپنی) لی تو چار خالہ ہو گئیں (جو بمنزلہ دو مردوں کے ہیں) اور دو ماموں ہو گئے اختصار کیا تو دو مرد بن گئے اور حصہ ان کا ایک تہائی ہے جو ان دو پر پورا نہیں آتا اس لئے ان کے عدد رؤس (دو) کو اصل مسئلہ (۳) میں ضرب دی تو چھ ہو گئے اب چھ سے باپ کی قرابت کو چار ملے اور ماں کی قرابت کو دو۔ اور چار جو باپ کی قرابت کو ملے ہیں ان سے دو چچا کے ہوئے اور دو دونوں پھوپھیوں کے۔ اب یہ دو فریق بن گئے ایک عورتوں کا ایک

مردوں کا۔ مردوں کے فریق یعنی چچا کے نیچے بطن مختلف نہیں ہوا بلکہ صرف ایک لڑکی ہے اس لئے چچا کا حصہ اس کی آخری دو فروع (دو لڑکیوں) کو مل گیا اور عورتوں یعنی چھ پھوپھیوں کے نیچے بطن مختلف ہے اس لئے پھوپھیوں کا حصہ دوسرے بطن میں تقسیم ہوگا دوسرے بطن میں پہلی پھوپھی کی ایک لڑکی ہے اور دوسری پھوپھی کا ایک لڑکا ہے عدد فروع کا لیا اور صفت اصول کی (یعنی ان کی اپنی) لی تو لڑکی دو لڑکیاں بن گئی اور لڑکا دو لڑکے پس اختصار سے یہ تین لڑکے ہیں اور پھوپھیوں کے حصے دو ہیں جو تین پر پورے نہیں آتے اور دو اور تین میں تباین ہے۔ پس عدد رؤس (تین) کو لے لیا اسی طرح ماں کی قرابت کو جو دو ملے ہیں ان سے ایک حصہ دو خالہ کو ملا اور ایک حصہ ماموں کو۔ اس کے بعد یہ دو فریق ہو گئے ایک عورتوں کا ایک مردوں کا۔ مردوں کے فریق (یعنی ماموں) کے نیچے بطن مختلف نہیں بلکہ ایک لڑکی ہے اس لئے اس کا حصہ اس کی آخری دو فرع (دو لڑکوں کو) مل گیا۔ جو ان پر پورا نہیں آتا اس لئے ان کا عدد (دو) لے لیا اور دو خالہ کے نیچے (دوسرا بطن) مختلف ہے اس لئے ان کا حصہ دوسرے بطن میں تقسیم ہوگا دوسرا بطن پہلی خالہ کی ایک لڑکی ہے جو عدد فروع کا اعتبار کرنے سے دو لڑکیاں بن گئیں اور دوسری خالہ کا ایک لڑکا ہے جو عدد فروع کے اعتبار سے دو لڑکے ہیں پس دونوں خالہ کے نیچے اختصار کے بعد تین لڑکے بن گئے اور حصہ ان کا ایک ہے جو ان پر پورا نہیں آتا پس ان کا عدد رؤس (تین) لے لیا پس ہمارے پاس تین تین دو دفعہ ہے ایک یہ اور ایک پھوپھیوں کے نیچے یہ دونوں چونکہ متماثل ہیں اس لئے ان سے ایک لے لیا اور ایک عدد دو کا ہے جو ماموں کے نیچے ہے ان دونوں کو آپس میں ضرب دی تو چھ ہو گئے پھر اس کو اصل مسئلہ چھ میں ضرب دی تو چھتیس ہو گئے پس اس سے تقسیم صحیح ہوگئی باپ کی قرابت کے اصل مسئلہ (چھ) سے چار تھے ان کو اس مضروب (چھ جو عدد رؤس سے حاصل ہوا ہے) میں ضرب دی تو چوبیس ہو گئے اور ماں کی قرابت کے اصل مسئلہ چھ سے دو تھے ان کو اس مضروب (چھ) میں ضرب دی تو بارہ ہو گئے اور بارہ اور چوبیس ملا کر چھتیس ہو گئے یہ تو فریقین کے حصے بیان ہوا۔ اگر افراد کا حصہ معلوم کرنا ہو تو باپ کی قرابت کے چار حصوں سے دو حصے جو چچا کو ملے ان کو اس

مضروب (چھ) میں ضرب دی تو بارہ ہو گئے اور یہ اس کی آخری فرع (دو لڑکیوں) کو چھ چھ مل گئے اور باقی دو جو پھوپھیوں کو ملے جو دوسرے بطن میں جا کر تین لڑکوں[1] پر تقسیم ہوئے تھے۔ ان کو اس مضروب (چھ) میں ضرب دی تو وہ بھی بارہ ہو گئے۔ چار ان سے پہلی پھوپھی کی آخری فرع (دو بیٹیوں) کو دو دو مل گئے اور آٹھ دوسری پھوپھی کی آخری فرع (دو لڑکیوں) کو چار چار مل گئے۔ ان لڑکیوں کی قرابت چونکہ دو جہت سے ہے ایک ماں کی طرف سے (جو میت کی پھوپھی ہے) اور دوسری باپ کی طرف سے (جو میت کا چچا ہے) اس لئے ان دونوں جہتوں کا لحاظ کرتے ہوئے ان کو دونوں طرف سے حصہ ملا۔ چچا کی طرف سے چھ چھ اور پھوپھی کی طرف سے چار چار ہر ایک کو دس دس اور پہلی پھوپھی کے نواسوں کو جو دو دو ملے ہیں ان کو ان میں جمع کیا تو باپ کی قرابت کے چوبیس پورے ہو گئے اور ماں کی قرابت کے اصل مسئلہ چھ دو تھے۔ ان سے ایک ماموں کو ملا۔ اس کو مضروب (چھ) میں ضرب دی تو چھ ہو گئے جو اس کی آخری فرع (دو لڑکوں) کو تین تین مل گئے باقی ایک دونوں خالہ کا جو دوسرے بطن میں تین بیٹوں پر تقسیم ہونا تھا اس کو اس مضروب (چھ) میں ضرب دی تو یہ چھ ہو کر دو پہلی خالہ کی آخری فرع (دو لڑکیوں) کو ایک ایک مل گیا اور چار دوسری خالہ کی آخری فرع (دو لڑکوں) کو دو۔ دو مل گئے ان لڑکوں کی قرابت چونکہ دو جہت سے ہے ایک ماں کی طرف سے (جو میت کی خالہ ہے) دوسری باپ کی طرف سے (جو میت کا ماموں ہے) اس لئے ان کو ان دونوں جہتوں سے حصہ ملا۔ خالہ کی طرف سے دو۔ دو اور ماموں کی طرف سے تین تین ہر ایک کو پانچ پانچ اور پہلی خالہ کی دو نواسیوں کو جو ایک ایک ملا ہے اس کو ان میں جمع کیا تو ماں کی قرابت کے کل بارہ پورے ہو گئے اور چوبیس

[1] میر سید شریف مرحوم نے شریفیہ میں پھوپھیوں کے ان دو حصوں کو دوسرے بطن میں تین بیٹوں پر تقسیم نہیں کیا بلکہ دونوں پھوپھیوں کا ایک ایک بنا کر ہر ایک کو چھ میں ضرب دے کر پہلی پھوپھی کی آخری فرع (دو لڑکوں) کو تین تین دئیے ہیں اور دوسری پھوپھی کی آخری فرع (دو لڑکیوں کو بھی) تین تین دئیے ہیں اس بنا پر ان لڑکیوں کے دس دس کی بجائے نو نو ہوئے تین تین ماں کی طرف سے اور چھ چھ باپ کی طرف سے لیکن یہ غلط ہے کیونکہ امام محمدؒ کے مذہب پر جہاں بطن کا اختلاف ہو وہاں تقسیم ضروری ہے چنانچہ ذوی الارحام کی قسم اول میں تفصیل ہو چکی ہے اس بنا پر یہاں دوسرے بطن تین بیٹوں پر تقسیم ہو کر ہر ایک کی آخری فرع کو ملنا چاہیئے جیسے ہم نے کیا ہے۔ ۱۲ منہ

باپ کی قرابت کے ملاکر چھتیس ہو گئے۔

تنبیہ:۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام محمدؒ کے مذہب پر تین باتوں کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔

(۱) عدد فروع کا اعتبار اصول میں

(۲) تعدد جہت اصول کا اعتبار فروع میں

(۳) صفت اصول کا اعتبار اصول میں

اور دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ صفت اصول کا اعتبار فروع میں جیسے امثلہ مذکورہ میں امام محمدؒ کے نزدیک پہلی پھوپھی کی لڑکی بمنزلہ دو لڑکیوں کے ہے کیونکہ اس کے فروع دو لڑکے ہیں دو کا عدد لے لیا اور مرد ہونے کی صفت چھوڑ دی اور اس کی بجائے لڑکوں کے اصول (پھوپھی کی لڑکی) کی اپنی صفت لی اس لئے وہ دو لڑکیوں کے قائم مقام ہو گئی اور ساتھ ہی وہ لڑکے بھی دو لڑکیاں سمجھے گئے کیونکہ ان کو دو لڑکیوں کا ہی حصہ ملتا ہے۔ پس دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ صفت اصول کا اعتبار فروع میں۔

اور امام ابو یوسفؒ صرف تعدد جہت اصول کا اعتبار فروع میں کرتے ہیں لیکن صفت اصول کی نہیں لیتے بلکہ صفت بھی فروع کی لیتے ہیں اور عدد بھی فروع کا لیتے ہیں چنانچہ ان کے امام ابو یوسفؒ عدد بھی انہی لڑکوں کا لیتے ہیں اور صفت بھی انہی کی اس لیے ان کے نزدیک یہ دو لڑکے شمار ہوئے

اسی طرح دوسری پھوپھی کے لڑکے کو لیجئے امام محمدؒ کے نزدیک وہ دو لڑکوں کے قائم مقام ہو گا کیونکہ اس کی فرع دو لڑکیاں ہیں ان کا عدد لے لیا اور ان کی عورت ہونے کی صفت چھوڑ دی اور اس کی بجائے صفت اس (لڑکے) کی اپنی لی اس لئے ایک لڑکے کے دو بن گئے لیکن امام ابو یوسفؒ اصول کو کوئی دخل نہیں دیتے بلکہ فرع دو لڑکیاں ہیں اس لئے وہ دو لڑکیاں شمار کرتے ہیں۔

اسی طرح چچے کی لڑکی امام محمدؒ کے نزدیک اس لئے دو لڑکیاں شمار ہوں گی کہ اس کی فرع دو لڑکیاں ہیں لیکن امام ابو یوسفؒ اصل (چچے کی لڑکی) کا دخل دیئے بغیر براہ راست ہی دو لڑکیاں شمار کر لیں گے۔ اب یہاں ان دو لڑکیوں کے متعلق امام ابو یوسفؒ نے بھی دونوں جہتوں کا اعتبار کیا ہے اور امام محمدؒ نے بھی۔ لیکن امام ابو یوسفؒ

نے جہتوں کا اعتبار فروع میں کیا ہے یعنی فروع چونکہ دو لڑکیاں ہیں اس لئے دو لڑکیاں ماں کی جہت سے اور دو لڑکیاں باپ کی جہت سے شمار کر کے ان کو چار لڑکیوں کا حصہ دیتے ہیں اور امام محمدؒ ماں کی جہت سے تو دو لڑکیاں ہی شمار کرتے ہیں لیکن باپ کی جہت سے دو لڑکے کیونکہ ان کے نزدیک جہتوں کا اعتبار اصول میں ہوتا ہے یعنی اصول کی صفت کی جاتی ہے باپ چونکہ مرد ہے اس کے ساتھ عدد فروع (دو لڑکیوں) کا ملایا تو دو مرد ہو گئے اور ماں چونکہ عورت ہے اس کے ساتھ عدد فروع (دو لڑکیوں) کا ملایا تو دو عورتیں ہو گئیں دوسرے لفظوں میں پھوپھی کا بیٹا دو بیٹے اور چچی کی لڑکی ایک بیٹا ہو گیا اب ان تینوں بیٹوں کا جو کچھ حصہ ہو گا۔ وہ ان کے فروع (دونوں لڑکیوں) کو مل جائے گا۔

علیٰ ہذا القیاس اس مثال میں خالہ۔ ماموں کی اولاد کو سمجھ لیں خلاصہ یہ کہ امام محمدؒ کے مذہب پر تین باتوں کا لحاظ رکھا جاتا ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صرف نمبر دو کا یعنی صرف تعدد جہت اصول کا اعتبار فروع میں کرتے ہیں باقی دو میں امام محمدؒ کے خلاف ہیں۔

تنبیہ "سراجی" میں یہاں امام محمدؒ کا مذہب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے

وعند محمد رحمه الله تعالیٰ يقسم المال على اول بطن اختلف مع اعتبار عدد الفروع والجهات فی الاصول كما فی الصنف الاول

یعنی امام محمدؒ کے نزدیک مال اول بطن پر تقسیم ہو گا جس میں (صفت کا) اختلاف ہوا ہے اور ساتھ ہی عدد فروع کا اور جہاد کا اعتبار اصول میں ہو گا جیسے (ذوی الارحام کی) قسم اول میں ہے۔

اس پر بعض محشیین "سراجی" نے اعتراض کیا ہے کہ جہات کا اعتبار فروع میں ہوتا ہے نہ اصول میں اس لئے اصول میں کہنا ٹھیک نہیں۔ اصل میں یہ بعض محشیین کی غلطی ہے۔ انہوں نے جہات کا عطف فروع پر سمجھا ہے حالانکہ عطف عدد فروع پر ہے اور معنی یہ ہے کہ جہات کا اعتبار اصول میں کیا ہے یعنی جہات کا اعتبار کرتے وقت صفت اصول کی لی ہے۔ اور قرینہ اس پر یہ ہے کہ دو باتوں میں امام محمدؒ امام ابو یوسفؒ کے خلاف ہیں

جن کا بیان کرنا اس عبارت میں مقصود ہے ایک عددِ فروع کا اعتبار اصول میں اور ایک صفت اصول کا اعتبار اصول میں۔ کیونکہ پہلے امام ابو یوسفؒ کا مذہب بیان کیا ہے کہ وہ عددِ جہات کا اعتبار فروع میں کرتے ہیں پھر اس کے خلاف امام محمدؒ کا مذہب بتلانے کے لئے یہ عبارت لائے ہیں اگر فی الاصول کی جگہ فی الفروع ہوتا اور جہات سے مراد عددِ جہات ہوتا اور معنی یہ ہوتے کہ عددِ جہات کا اعتبار فروع میں ہے تو اس میں دو طرح سے نقص ہوتا ایک یہ کہ اس میں امام ابو یوسفؒ کا خلاف نہیں بلکہ اتفاق ہے دوسرے جس بات میں خلاف تھا وہ چھوٹ جاتی حالانکہ وہ صفت اصول کا اعتبار اصول میں ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ اگر قرینہ نہ ہو تو بھی ایسے بزرگوں کی عبارتوں کو حتی الوسع غلطی سے بچانا چاہیئے چہ جائیکہ قرینہ ہو۔

خُنثیٰ مشکل

خُنثیٰ خنث سے ہے اصل لغوی معنی اس کے نرمی اور شکستگی کے ہیں اور اصطلاح میں خُنثیٰ ہیجڑے کو کہتے ہیں جس میں مرد عورت دونوں کی علامتیں ہوں اگر مرد کی علامتیں غالب ہوں یا عورت کی تو اس میں کوئی دقت نہیں جدھر کی علامتیں غالب ہوں گی اُدھر کا حصہ اس کو مل جائے گا اور اگر دونوں طرف برابر ہوں تو اُس کو خُنثیٰ مشکل کہتے ہیں اس کی بابت اختلاف ہے اکثر صحابہؓ کہتے ہیں کہ اس کے لئے کمزور حالت ہے اور یہی حضرت امام ابو حنیفہؒ وغیرہ کا مذہب ہے۔ مثلاً میت کے وارث ایک لڑکا ایک لڑکی اور ایک خُنثیٰ ہوں تو اس میں اس کو لڑکی کا حصہ ملے گا کیونکہ یہ کم ہے اور اگر خاوند۔ ماں اور اخیافی بہن۔ اور علاتی خُنثیٰ ہوں تو اس صورت میں اس کو مرد شمار کیا جائے گا کیونکہ اس صورت میں علاتی بھائی کا حصہ کم ہے۔ خاوند کا نصف۔ اور ماں کا چھٹا اور اخیافی بہن کا بھی چھٹا اور بطور عصبہ ہونے کے خُنثیٰ کا بھی چھٹا اگر اس کو علاتی بہن شمار کیا جاتا تو اس کو نصف ملتا اور مسئلہ چھ سے آٹھ تک عول ہو جائے گا۔

اور اگر میت کے وارث۔ خاوند۔ عینی بہن اور علاتی خُنثیٰ ہوں تو خُنثیٰ محروم رہے گا۔ خلاصہ یہ کہ خُنثیٰ مشکل کے حق میں کمزور حالت پر عمل کیا جائے گا۔

اور شعبیؒ کے نزدیک خُنثیٰ کے لئے مرد عورت کے دونوں حصوں کا نصف نصف ہے بوجہ منازعت کے اور ابن عباسؓ کا بھی یہی قول ہے اور منازعت یوں ہے کہ خُنثیٰ مرد کا حصہ مانگتا ہے اور دوسرے وارث اس کو لڑکی کا حصہ دینا چاہتے ہیں اس لئے اس کو نصف مرد کا اور نصف عورت کا دیا جائے گا لیکن قول شعبیؒ

کی تخریج یعنی اس کے مطلب میں امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کا اختلاف ہے مثلاً وارث ایک لڑکا ایک لڑکی اور ایک خُنثیٰ ہے امام ابویوسفؒ تو کہتے ہیں کل مال سے لڑکی اور لڑکے کو جو حصہ آتا ہے اُن سے ہر ایک کا نصف خُنثیٰ کا ہے کیونکہ یہ یقینی امر ہے کہ خنثیٰ اگر لڑکا ہوتا تو لڑکے کے برابر حصہ لیتا اور اگر لڑکی ہوتی تو لڑکے سے نصف لیتی تو اب دو حصوں کا نصف اس کو دے دیا۔ یا یوں کہو کہ نصف جو یقیناً اس کا ہے وہ اس کو دے دیا اور وہ لڑکے کے حصہ کا نصف ہے (اور لڑکی کے حصہ کے برابر ہے) اور یقینی اس لئے کہ خُنثیٰ لڑکی سے تو کسی صورت کم نہیں رہ سکتا کیونکہ لڑکی سے نیچے کوئی درجہ ہی نہیں۔ اور باقی نصف متنازعہ فیہ ہے خُنثیٰ اپنے آپ کو بمنزلہ لڑکے کے قرار دیکر پورا حصہ لڑکے کا مانگتی ہے۔ اور دیگر ورثا اس کو لڑکی بنا کر صرف نصف قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ تو اس نزاع کو مٹانے کے لئے اس کو نصف نصف کر دیا۔ اب خُنثیٰ کے لئے تین ربع ہو گئے۔ اور کل حصے دو اور ربع ہیں اور ربع اس لئے کہا ہے کہ امام ابویوسف حصول اور عول کا اعتبار کرتے ہیں۔ عول کے معنی یہاں بسط اور پھیلانے کے ہیں۔ یعنی پھیلا کر کسر کی چیز سے کم کر کے ان کا نام حصے رکھتے ہیں۔ اب جب پھیلایا تو دو حصوں کے دو ربع ہو گئے۔ اور نو سے مسئلہ صحیح ہو گیا۔ یا یوں کہو کہ لڑکے کے دو حصے ہیں۔ اور لڑکی کا ایک حصہ ہے اور خُنثیٰ کے لئے لڑکے اور لڑکی کے دونوں کا نصف ایک اور نصف یعنی ڈیڑھ ہو گیا۔ اور کسر کی جنس سے کیا تو وہی نو ہو گئے بہرصورت دو اور ربع کہو یا تین اور نصف کہو مال ایک ہی ہے۔ یعنی امام ابویوسف نو سے مسئلہ کی تصحیح کرتے ہیں۔ اور امام محمدؒ کہتے ہیں کہ خنثیٰ کے دو مسئلہ الگ الگ بنائے جائیں۔ مثلاً صورت مذکورہ میں اگر خنثیٰ کو لڑکا شمار کریں۔ تو مسئلہ پانچ سے ہوگا۔ ایک لڑکی کا اور دو دو لڑکوں کے اور اگر خنثیٰ کو لڑکی شمار کریں۔ تو مسئلہ چار سے ہوگا۔ دو لڑکے کے اور ایک ایک دونوں لڑکیوں کا۔ اب خنثیٰ کو دونوں حصوں کا نصف دیا تو پہلے مسئلہ سے پانچواں حصہ ملا اور دوسرے مسئلہ سے آٹھواں ملا اور ایسا عدد جس سے آٹھواں حصہ بھی نکلے اور پانچواں بھی وہ چالیس ہے اور چالیس اس طرح سے حاصل ہوں گے۔ کہ پہلے دونوں مسئلوں سے ایک کو دوسرے میں ضرب دیں گے کہ حاصل بیس آئے۔ اور خنثیٰ کی چونکہ دو حالتیں

ہیں۔ ایک مرد ہونے کی اور ایک عورت ہونے کی اور دونوں حالتوں کے لئے بیس ہیں۔ کیونکہ بیس سے پانچ نکلتا ہے۔ اور آٹھ نہیں نکلتا۔ اس لئے دونوں حالتوں کے عدد ۲ میں بیس کو ضرب دی تو چالیس ہو گئے پس چالیس سے مسئلہ صحیح ہو جائے گا۔ اب جس کا حصہ پانچ سے نکلتا تھا۔ اس کے حصہ کو چار سے ضرب دیں گے۔ خنثیٰ کو پانچ سے ۲ ملے اور ان کو چار میں ضرب دی تو آٹھ ہو گئے۔ اور خنثیٰ کو چار سے ایک ملا۔ اور ان کو پانچ میں ضرب دی تو پانچ ہوئے اور پانچ اور آٹھ کو جمع کیا۔ تو خنثیٰ کے تیرہ ہو گئے۔ اور اسی طرح لڑکے کے اٹھارہ اور لڑکی کے نو ہوئے۔

تنبیہ:۔ یہ بات یاد رہے۔ کہ یہاں پورے مسئلہ کو پورے میں ضرب دی ہے۔ چونکہ چار اور پانچ میں تباین ہے اگر توافق ہو تو پھر وفق میں ضرب دیتے ہیں۔ اگر تماثل ہو تو پھر ایک کو ضرب اور اگر تداخل ہو تو پھر بڑے کو ضرب دینا کافی ہے چنانچہ ذوی الفروض اور عصبات کے مسائل کی تصحیح میں گذر چکا ہے۔

امام ابویوسف اور امام محمد کے حصوں میں فرق

سراجی کے محشی مولینا محمد نظام الدین کیرانوی نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ ان دونوں اماموں میں اختلاف صرف طریق تقسیم میں ہے حصوں میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پھر اس کی تردید کرتے ہوئے فرق کی مثال یہ پیش کی ہے۔ کہ جب میت کے وارث ایک لڑکا اور ایک خنثیٰ ہو۔ تو یہاں امام ابویوسفؒ کے مذہب پر بے سے مسئلہ بنتا ہے۔ کیونکہ لڑکا اکیلا سارے ترکہ کا حقدار ہے اور اگر اکیلی ہوتی تو وہ نصف کی حقدار ہوتی۔ اب دونوں کے حصوں کا نصف لیا۔ تو ایک نصف اور ایک نصف کا نصف ہوا۔ اب ایک ایسا عدد چاہیئے جس سے نصف بھی نکلے اور نصف النصف بھی اور وہ چار ہے چار کا نصف دو ۲ ہوتے۔ اور نصف النصف ایک ہوا یہ دو ۲ اور ایک تین ربع خنثیٰ کو ملے۔ اور پورا حصہ یعنی چار ربع لڑکے کو ملے۔ تو یہ سات ہو گئے۔ کیونکہ امام ابویوسف عول کرتے ہیں یعنی عدد کو پھیلا کر کسر کی جنس سے کر دیتے ہیں۔ چونکہ خنثیٰ کے حصہ میں نصف النصف یعنی ربع آگیا۔ اس لئے نصف کو دو ۲ ربع بنا دیا۔ اور لڑکے کے پورے حصہ کے چار

ربع اور ایک نصف النصف یہ کل سات ہو گئے۔

اور امام محمدؒ کے مذہب پر دو مسئلے بنائے۔ خنثیٰ کو لڑکا فرض کیا تو ۲ دو لڑکے ہو گئے اور ترکہ ان میں نصفا نصف ہو گیا۔ اور لڑکی فرض کیا۔ تو تین حصے ہو کر ۲ دو لڑکے کو ملے۔ اور ایک لڑکی کو اور پہلے مسئلہ سے خنثیٰ کو نصف النصف اور دوسرے مسئلہ سے نصف الثلث (تہائی کا نصف) ملا۔ اب ایسا عدد چاہیئے جس سے ربع بھی نکلے اور سدس (چھٹا حصہ) بھی کیونکہ نصف النصف ربع ہے اور نصف الثلث سدس ہے اور وہ عدد بارہ ہے بارہ ۱۲ کا ربع تین ۳ اور بارہ ۱۲ کا سدس دو ۲ یہ پانچ خنثیٰ کے ہوئے اور باقی سات لڑکے کے ہوئے اور سات سے تین ۳ اور بارہ سے پانچ میں فرق ظاہر ہے۔ پس دونوں اماموں کے مذہب میں فرق نہ کرنا غلطی ہے۔

یہ مثال مولینا محمد نظام الدین نے فرق کے لئے پیش کی ہے۔ اور مذکورہ بالا مثال پیش نہیں کی حالانکہ سراجی کے متن میں ہے اور اس میں فرق واضح ہے۔ امام ابو یوسف کے مذہب پر خنثیٰ کو کل ترکہ کی تہائی ملی ہے کیونکہ $\frac{3}{9}$ (۹ سے تین) تہائی ہے۔ اور امام محمدؒ کے مذہب پر تہائی سے کچھ کم ہے کیونکہ $\frac{13}{40}$ (چالیس سے تیرہ) پوری تہائی نہیں۔ بلکہ یہ ۳۹ کی تہائی ہے۔ پس فرق واضح ہے۔ معلوم نہیں۔ کہ مولینا نظام الدین نے اس پر کیوں توجہ نہیں دی۔

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے مذہب میں فرق کی وجہ

رہی یہ بات کہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے مذہب میں کیوں فرق پڑتا ہے سو اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ امام ابو یوسف مسئلہ بناتے وقت خنثیٰ کو داخل نہیں کرتے بلکہ مسئلہ بنا کر اس کے بعد خنثیٰ کو نصف نصف دیتے ہیں۔ اور امام محمدؒ مسئلہ بناتے وقت خنثیٰ کو داخل کر لیتے ہیں اور اس کو حصہ ملتا ہے اس کا نصف اس کو دیتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ خنثیٰ کو داخل کر کے نصف دینے میں حصہ میں کمی بیشی آجاتی ہے۔

مثلاً مثال مذکورہ میں ساڑھے چار روپے ہے۔ خنثیٰ کو الگ کر کے مسئلہ بنایا تو لڑکے کے تین روپے ہوئے۔ لڑکی کا ڈیڑھ اب خنثیٰ کو لڑکے کے حصے کا نصف دیا تو ایک روپیہ ہوا۔ اور دو لڑکے کے پاس رہ گئے اور ایک روپیہ دو ۲ روپے کا نصف ہے اور آٹھ آنے لڑکی کے حصہ کے نصف ہوئے کیونکہ اس کو ڈیڑھ ملا ہے اور آٹھ آنہ خنثیٰ کو دئے تو اس کا ایک روپیہ ہوا۔ اور آٹھ آنہ ایک روپیہ کا نصف ہے اور اس طریق سے خنثیٰ کو ڈیڑھ ملا۔ جو ساڑھے چار کی پوری تہائی ہے۔ اب امام محمدؒ کے مذہب کو لیجئے اور خنثیٰ کو لڑکا فرض کر کے مسئلہ میں داخل کیجئے۔ تو مسئلہ پانچ سے بنتا ہے اور ساڑھے چار روپے کو پانچ پر تقسیم کیا تو فی حصہ تقریباً ساڑھے چودہ آنہ آئے۔ ایک لڑکی کا اور دو ۲ دو لڑکے اور خنثیٰ کے اب خنثیٰ کے حصہ کا نصف لیں یا لڑکے کے حصہ کا۔ یہ پورا روپیہ نہیں بلکہ ساڑھے چودہ آنہ کے قریب ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ کے مذہب پر لڑکا فرض کرنے کی صورت میں پورا روپیہ تھا۔ اب خنثیٰ کو لڑکی فرض کر کے مسئلہ چار سے بنایا یہ تو فی حصہ ایک روپیہ دو آنہ آئے۔ اور لڑکی کے حصہ کا نصف نو آنہ ہوئے۔ اور ساڑھے چودہ آنہ میں ۹ آنہ ملے تو ایک روپیہ ساڑھے سات آنہ ہو گئے گویا ڈیڑھ روپیہ سے دو پیسہ کی کمی رہ گئی اور امام ابو یوسفؒ کے مذہب پر پورا ڈیڑھ تھا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ فرق صرف خنثیٰ کو مسئلہ میں داخل خارج کرنے سے پڑتا ہے اور اگر خنثیٰ کو مرد و عورت ہونے کی حیثیت سے ایک ہی حصہ ملتا ہو تو پھر کوئی اشکال نہیں۔ جیسے اخیافی بھائی اس کو ہر صورت میں چھٹا حصہ ملتا ہے۔

خنثیٰ کا حکم

دوسرے آئمہ کے نزدیک

امام شافعیؒ کے نزدیک خنثیٰ کا حکم وہی ہے۔ جو امام ابو حنیفہؒ کا ہے صرف اتنا فرق ہے کہ امام شافعیؒ کہتے ہیں۔ کہ در حالت پر عمل ہو لیکن بقیہ حصہ امانت رکھا جائے اور خنثیٰ کے حال کا انتظار کیا جائے مثلاً بچہ ہو یا کوئی اور رکاوٹ (بیماری وغیرہ کی ہو) اور بڑا ہو کر یا مانع دور ہو کر مرد یا عورت ہونے کی کوئی علامت

ظاہر ہو جائے۔ تو اس کے مطابق عمل کیا جائے اگر مرد ظاہر ہوگا۔ تو بقیہ حصہ اس کو دے دیا جائے اور اگر عورت ظاہر ہو جائے تو بقیہ حصہ دوسرے وارثوں پر تقسیم کر دیا جائے۔ اور اگر کوئی علامت ظاہر نہ ہو تو پھر آپس میں مصالحت کی صورت ہے۔ جیسے تو پہلے ابراہیم کے لیے بالغ ہونا ضروری ہے

امام محمدؒ کے مذہب پر بھی یہی حکم ہے کہ کمزور حالت پر عمل کیا جائے۔ اور بقیہ امانت رکھا جائے۔ لیکن اگر کوئی علامت ظاہر نہ ہو تو پھر ان کے ہاں مصالحت بھی ہے اور تقسیم بھی ہے اور تقسیم میں ان کا مذہب امام محمدؒ کے مطابق یعنی الگ دو مسئلہ بنا کر ہر ایک کا نصف اس کو دیا جائے گا۔ جیسے اوپر تفصیل ہو چکی ہے۔ لیکن یہ اس صورت میں ہے۔ کہ دو مسئلے بن سکیں۔ اگر دو نہ بن سکیں۔ تو پھر جو بنتا ہے اس سے نصف دیا جائے گا۔ مثلاً میت کے وارث خاوند اور ایک لڑکی اور ایک بھتیجا ہے جو خنثیٰ ہے اب اگر یہاں خنثیٰ کو لڑکا فرض کریں۔ تو وارث ہوگا۔ اور اس کو ترکہ کی چوتھائی ملے گی۔ اور اگر لڑکی فرض کریں تو ذوی الارحام سے ہے جو وارث نہیں۔ پس اس کو صرف ایک مسئلہ سے چوتھائی کا نصف یعنی آٹھواں حصہ دیا جائے گا۔ اور باقی سات سے دو خاوند کے اور پانچ لڑکی کے چار للبنہ فرض کے اور ایک بطور رد کے۔

اسی طرح اگر میت کے وارث خاوند اور عینی بہن اور علاتی خنثیٰ ہو اور خنثیٰ کو علاتی بھائی فرض کریں تو وہ محروم ہے کیونکہ نصف خاوند کا اور نصف عینی بہن کا علاتی بھائی کیلئے کچھ نہیں بچتا تو اس سے خنثیٰ کا مسئلہ نہ بنا اور اگر علاتی بہن فرض کریں تو خنثیٰ کا مسئلہ بنتا ہے۔ کیونکہ علاتی بہن عینی بہن کے ساتھ چھٹا حصہ لیتی ہے تکملۃ الثلثین پس اس مسئلہ سے خنثیٰ کو چھٹا حصہ کا نصف یعنی بارہواں حصہ ملیگا۔ مگر یہاں چونکہ سات کی طرف عول ہوگا۔ اس لئے حساب میں چودھواں ہوگا اور تصحیح ۲۸ سے ہوگی۔ کیونکہ مسئلے ۲ ہیں۔ ایک خنثیٰ کے ساتھ اور ایک بغیر خنثیٰ کے اول سات سے اور دوسرا ۲ سے اول کو دوسرے میں ضرب دی تو چودہ ہوگئے اور پھر خنثیٰ کی دونوں حالتوں میں ضرب دی ایک وارث ہونے اور ایک محروم ہونے کی پس کل ۲۸ ہوگئے۔ ۲ خنثیٰ کے کیونکہ اس کو صرف دوسرے مسئلہ سے ایک ملا تھا اس کو پہلے مسئلہ میں ضرب دی تو ۲ ہوگئے اور خاوند اور عینی بہن کو پہلے مسئلہ سے ایک ایک ملا تھا تو

اس کو دوسرے مسئلہ (۷) میں ضرب دی تو ۷-۷ آگئے اور دوسرے مسئلہ سے ۳-۳ آئے تھے ان کو پہلے مسئلہ (۲) میں ضرب دی تو ۶-۶ ہوگئے پس کل تیرہ تیرہ آئے۔

اور اگر خنثیٰ کو مرد و عورت ہونے کی حیثیت سے ایک ہی حصہ ملتا ہو تو پھر کوئی اشکال نہیں۔ جیسے خنثیٰ کو اخیافی بھائی یا اخیافی بہن فرض کریں۔ تو دونوں یکساں ہیں۔

اور اگر خنثیٰ متعدد ہوں تو جتنے ہوں گے ان کے اتنے مسئلے بنیں گے اور ایک مسئلہ کو دوسرے میں اور اس حاصل کو تیسرے میں علیٰ ہذا القیاس آخیر حاصل کو متعدد خنثیٰ کے احوال میں ہیں۔ مثلاً دو خنثیٰ ہوں تو ان کے چار احوال میں ضرب دیں گے پس اس مسئلہ کی تصحیح ہو جائے گی اور ہر ایک حصہ معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ احوال میں ضرب دینے سے پہلے جو ہر مسئلہ سے ہر ایک کا حصہ ہے وہ جمع کر لیا جائے پس وہ مجموعہ اس کا حصہ ہے۔ مثلاً میت نے تین بچے چھوڑے ایک بیٹا اور ۲ خنثیٰ۔ ان کے چار احوال میں (۱) تینوں بیٹے شمار ہوں۔ ان کا مسئلہ تین سے بنے گا۔ (۲) ایک بیٹا اور دو لڑکیاں شمار ہوں ان کا مسئلہ چار سے بنے گا۔ (۳) دو بیٹے اور ایک بیٹی شمار ہو ان کا مسئلہ پانچ سے بنے گا (۴) یہ بھی وہی تیسرا ہے۔ لیکن اس کا الٹ ہے یعنی تیسرے میں جس خنثیٰ کو بیٹی بنایا اس کو یہاں بیٹا اور جس کو وہاں بیٹا بنایا اس کو یہاں بیٹی بنائیں گے ان کا مسئلہ بھی پانچ سے ہے۔ اب یہ چار مسئلے ہو گئے پہلے مسئلہ تین کو دوسرے ۴ میں ضرب دی تو بارہ ہو گئے اور تیسرے اور چوتھے مسئلے کے عدد میں چونکہ مماثلت ہے۔ اس لئے ان میں سے ایک کو ۱۲ میں ضرب دی تو ۶۰ ہو گئے اور ۶۰ کو ۴ احوال میں ضرب دی۔ تو ۲۴۰ ہو گئے پہلے مسئلہ سے بیٹے کی تہائی تھی۔ اور ۶۰ کی تہائی ۲۰ ہے اور دوسرے مسئلہ سے بیٹے کا نصف ہے اور ۶۰ کا نصف ۳۰ ہے اور تیسرے اور چوتھے مسئلہ سے ۲/۵ ۲/۵ ہیں۔ اور ۶۰ کا ۲/۵ اور ۲/۵ ۴۸ ہے اب یہ چاروں جمع کئے تو ۹۸ ہو گئے پس ۲۴۰ سے ۹۸ لڑکے کے ہوئے۔ اور دونوں خنثیٰ کے پہلے مسئلہ میں دو تہائی تھی اور ۶۰ کی دو تہائی ۴۰ ہوئے اور دوسرے مسئلہ میں ان دونوں کا نصف تھا اور ۶۰ کا نصف ۳۰ ہیں۔ اور تیسرے اور چوتھے مسئلہ سے ان دونوں کے ۱/۵ ۳/۵ اور ۶۰ سے ۳/۵ اور ۲/۵ ۷۲ ہوئے اب سب کو جمع کیا تو ۱۴۲ ہو گئے پس ۷۱-۷۱ دونوں خنثیٰ کو آ گئے اور یہ کل ملا کر ۲۴۰ پورے ہو گئے۔

اسی طرح اگر تین خنثیٰ ہوں۔ زید، بکر، عمر تو ان کے ۸ احوال ہیں (۱) تینوں بیٹے شمار ہوں (۲) تینوں بیٹیاں شمار ہوں (۳) زید بیٹا عمر اور بکر بیٹیاں (۴) عمر بیٹا شمار ہو اور زید بکر بیٹیاں (۵) بکر بیٹا زید عمرو بیٹیاں (۶) زید عمرو بیٹا اور بکر بیٹی (۷) زید بکر بیٹا اور عمر بیٹی (۸) عمرو بکر و بیٹا اور زید بیٹی اب یہ آٹھ مسئلے ہو گئے ان کے ساتھ دوسرا وارث مثلاً بیٹا ہو تو ہر مسئلہ میں چار وارث ہوں گے۔ پھر مسئلہ کی تصحیح کر کے پھر آپس میں بقدر ضرب دیں۔ پھر حاصل ضرب کو ۸ احوال میں ضرب دیں۔ اس سے مسئلہ کی تصحیح ہو جائے گی۔ اور ہر ایک کا حصہ اسی طرح سے معلوم کریں جو دو خنثیٰ کی صورت میں گزرا ہے علیٰ ہذا القیاس چار خنثیٰ ہوں تو ان کے ۱۶ احوال ہوں گے۔ اور پانچ کے ۳۲ ان سب کا طریقہ حل وہی ہے لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ جہت ایک ہو۔ اگر جہت بدل جائے۔ تو پھر شروع میں یہی عمل ہے۔ لیکن ہر ایک کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ الگ ہے وہ یہ کہ ہر مسئلہ سے جو ملا ہے اس کو جمع کر کے احوال پر تقسیم کر دیا جائے گا۔ پس حاصل قیمت اس کا حصہ ہو گا ——— مثلاً میت کے تین وارث ہیں۔ ایک خنثیٰ میت کی اولاد زید اور ایک خنثیٰ میت کا بھتیجا بکر اور ایک میت کا چچا ان کی جہت وراثت الگ الگ ہے پہلے کی بنوۃ اور دوسرے کی اخوت اور تیسرے کی ابوت اور یہاں چار احوال ہیں۔ (۱) دونوں خنثیٰ لڑکے شمار ہوں (۲) دونوں لڑکیاں شمار ہوں (۳) زید لڑکا ہو اور عمر لڑکی (۴) عمرو لڑکا ہو اور زید لڑکی پہلی اور تیسری صورت میں سارا مال زید کا ہے اور مسئلہ ایک سے بنا اور دوسری صورت میں مسئلہ ۲ سے بنا اور ترکہ نصف نصف ہو گیا نصف زید کا اور نصف چچے کا اور عمرو محروم ہے کیونکہ لڑکی ہونے کی وجہ سے وہ بھتیجی ہوئی اور بھتیجی ذوی الارحام سے ہے اور چوتھی صورت میں بھی مسئلہ ۲ سے بنا نصف زید کا اور نصف عمرو کا ہو گا کیونکہ بھتیجا چچا سے مقدم ہے اب ۴ مسئلے ہو گئے چونکہ پہلے اور تیسرے میں مماثلت ہے اسی طرح دوسرے اور چوتھے میں مماثلت ہے اور ایک اور ۲ میں تداخل ہے اس لئے ۲ پر اکتفاء کی اور اس کو ۴ احوال میں ضرب دی تو ۸ ہو گئے اور اس سے مسئلہ صحیح ہو گیا ——— زید کے لئے پہلے اور تیسرے مسئلے میں کل ترکہ تھا۔ اور کل ترکہ آٹھ حصے تھا۔ تو آٹھ دوگنا ۱۶ ہو گئے دوسرے اور چوتھے مسئلہ میں زید کے لئے نصف نصف تھا۔

اور نصف ۴ ہے تو ۴ دوگنا آٹھ ہو گئے ۱۶ اور ۸ = ۲۴ ہو گئے اور چوبیس کو چار احوال پر تقسیم کیا تو ۶ ہو گئے پہل ۸ سے ۶ زید کے ہوئے اور دو چچے کا دوسرے مسئلہ میں اور عمر کے چوتھے مسئلہ میں نصف تھا۔ اور نصف ۴ ہے اور ۴ کو ۴ احوال پر تقسیم کیا تو حاصل ایک ہوا پس ایک ایک عمر اور چچا کو مل گیا پس آٹھ حصے پورے ہو گئے۔

حمل کی وراثت کا بیان

اگر کوئی شخص مر جائے۔ اور اس کی بیوی یا اس کے بھائی وغیرہ کی بیوی حاملہ ہو۔ تو اس میں شبہ نہیں کہ یہ حمل وارث ہو گا لیکن دوسرے ورثاء کو مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ کہ اس کی پیدائش تک انتظار کریں کیونکہ اس میں ان کا حرج ہے۔ اور ترکہ کی حفاظت بھی اتنی مدت مشکل ہے۔ تو اب ناچار یہی صورت ہے کہ ترکہ تقسیم کر دیا جائے اور حمل کا حصہ رکھ لیا جائے۔ لیکن کتنا حصہ اس کا رکھا جائے۔ اس میں اختلاف ہے کیونکہ پتہ نہیں۔ کہ لڑکا ہو گا یا لڑکی اور پھر یہ بھی معلوم نہیں کہ ایک پیدا ہو گا یا کئی امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں۔ ۴ بیٹوں کا یا ۴ بیٹیوں کا حصہ رکھا جائے جونسا زیادہ ہو۔ اور باقی ورثاء کو کم سے کم حصہ دیا جائے گا۔ چنانچہ تفصیل آگے آتی ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک تین بیٹوں یا تین بیٹیوں کا حصہ رکھا جائے گا جونسا زیادہ ہو لیث بن سعد نے امام محمدؒ سے اسی طرح روایت کیا۔ اور امام محمدؒ سے دوسری روایت یہ ہے کہ دو بیٹوں کا حصہ رکھا جائے گا اور امام حسن بن زیاد کا بھی یہی قول ہے اور امام ابو یوسفؒ سے بھی دو روایتیں ہیں۔ ایک یہ کہ دو بیٹوں کا حصہ رکھا جائے دوسری یہ کہ ایک بیٹے یا ایک بیٹی کا۔ پہلی روایت امام ابو یوسفؒ سے ہشام نے روایت کی ہے اور دوسری خصافؒ نے اور سراجی میں ہے کہ فتویٰ دوسری روایت پر ہے اور امام ابو یوسفؒ کے قول پر ورثاء سے اس بات کی ضمانت لی جائے گی۔ کہ اگر حمل کا حصہ اس سے زیادہ نکلا جو اس کے لئے رکھا گیا ہے تو پورا کرنا ہو گا۔ مثلاً ایک بیٹے کا حصہ رکھا گیا اور جوڑے پیدا ہو گئے تو وہ ورثاء کے مال سے پورا کیا جائے۔

پھر حمل کی دو حالتیں ہیں۔ حمل میت کا ہو گا۔ یا میت کے باپ وغیرہ کا اگر میت کا ہو تو اس کے وارث

یا مورث ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں۔
۱۔ حمل زیادہ سے زیادہ مدت کے بعد پیدا نہ ہو۔
۲۔ عورت نے عدت کے پورا ہونے کا اقرار نہ کیا ہو۔ اگر ان دو شرطوں میں سے کوئی شرط فوت ہو جائے تو نہ وہ
کسی کا وارث ہوگا۔ اور نہ اس کا کوئی وارث ہوگا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ حمل کی وراثت کے لئے شرط ہے کہ وہ
میت کی وفات کے وقت موجود ہو۔ اور اگر زیادہ سے زیادہ مدت کے بعد پیدا ہو۔ مثلاً امام ابوحنیفہؒ کے
نزدیک زیادہ سے زیادہ مدت ۲ سال ہے اور حمل کی پیدائش اڑھائی سال بعد ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ میت کی
وفات کے وقت نہ تھا۔ اسی طرح اگر عورت نے اقرار کر لیا۔ کہ میری عدت پوری ہو گئی یعنی ۴ ماہ دس راتیں
گذرنے کے بعد عورت نے کہا کہ میرے پیٹ میں حمل نہیں۔ یہ گویا عدت کے پورا ہونے کا اقرار ہے۔ اب خواہ
خاوند کی وفات کے بعد ۲ سال پورے ہوتے ہی یا اس سے بھی پہلے بچہ پیدا ہو جائے وہ وارث نہیں ہوگا
اس کا کوئی وارث ہوگا۔ کیونکہ جب عورت نے حمل سے انکار کر دیا۔ تو وہ بچہ اس کے خاوند کا نہ رہا۔
اگر حمل میت کا نہ ہو بلکہ اس کے باپ کا ہو یعنی میت کے باپ کی بیوی حاملہ ہو یا میت کے بھائی
کا ہو یعنی میت کے بھائی کی بیوی حاملہ ہو علیٰ ہذا القیاس میت کے چچا وغیرہ کا ہو تو اس صورت میں حمل کی وراثت
کے لئے شرط ہے کہ میت کی وفات سے ۶ ماہ پورے ہوتے ہی بچہ پیدا ہو جائے یا ۶ ماہ کے اندر
ہو جائے اگر ۶ ماہ کے بعد کچھ مدت گذر کر پیدا ہو۔ تو وہ وارث نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے میت کی وفات
وقت میت کے باپ وغیرہ کی بیوی حاملہ نہ ہو بلکہ حمل بعد ٹھہرا ہو پس جب شک ہو گیا تو اب وراثت
نہیں ہو سکتی کیونکہ وارث ہونے کے لئے شرط ہے کہ وہ وفات میت کے وقت موجود ہو۔ اگر کہا
جائے کہ جب میت کا حمل ہو۔ تو اس وقت ۶ ماہ یا ۶ ماہ کے اندر پیدا ہونے کی کیوں شرط نہیں کی حالانکہ
اس صورت میں بھی ہو سکتا ہے کہ حمل میت کی وفات کے بعد ٹھہرا ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں وفات کے بعد ٹھہرنے
سے یہ ثابت ہوگا۔ کہ میت کی بیوی نے زنا کیا ہے۔ تو معاذ اللہ بلا وجہ اس پر زنا کی تہمت لگا کر حمل کو ولد الحرام بنانا درست نہیں

بلکہ اگر عورت عدت کے پورا ہونے کا اقرار کرے تو بھی ولد الحرام نہیں۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ میت کا ہو ہاں وارث نہیں
کیونکہ وارث ہونے کے لیے احتمال کافی نہیں

حمل کی موت

بچہ اگر مرا پیدا ہوا ہو۔ تو بالاتفاق وارث نہیں اور اگر زندہ پیدا ہو جس کی اصل علامت آواز ہے تو وہ
اس شرط سے وارث ہے کہ سالم باہر آ کر زندہ ہو۔ اگر درمیان ہی مر گیا تو پھر وارث نہیں یہ تو امام شافعیؒ، امام
امام احمدؒ وغیرہ کا مذہب ہے۔ اور حنفی مذہب میں اکثر حصہ باہر آ جائے تو للاکثر حکم الکل کی بنا پر وارث
ہوگا۔ اگر سیدھا پیدا ہو تو چھاتی باہر آنی شرط ہے اگر الٹا پیدا ہو تو ناف

حمل کی موجودگی میں ترکہ کی تقسیم

چونکہ یہ پتہ نہیں کہ حمل لڑکا ہوگا یا لڑکی۔ اس لئے مسئلے دو بنائے جائیں گے۔ ایک لڑکا ہونے کی صورت
میں ایک لڑکی ہونے کی صورت میں اور ان کی تصحیح کے بعد اگر ہر دو تصحیح میں تماثل یا تداخل ہو تو ضرب کی ضرورت
نہیں بلکہ تماثل میں ایک تصحیح کافی ہے اور تداخل میں بڑی تصحیح کافی ہے اور اگر ہر دو تصحیح میں تماثل یا تداخل
نہ ہو۔ تو پھر ایک تصحیح کو دوسری تصحیح میں ضرب دی جائے گی۔ اگر ہر دو تصحیح میں توافق ہو تو ایک کے وفق کو دوسرے
کل میں ضرب دی جائے گی۔ اور اگر تباین ہو تو کل کو کل میں ضرب دی جائے گی۔ اور جو حاصل آئے گا۔ اس سے
مسئلہ کی تصحیح ہو جائے گی۔ اس کے بعد مسئلہ سے جس کو حصہ ملا ہے اس کے حصہ کو لڑکی کے مسئلہ کے کل میں یا وفق
میں ضرب دی جائے۔ اور جس کو لڑکی کے مسئلہ سے حصہ ملا ہے۔ اس کے حصہ کو لڑکے کے مسئلہ کے کل میں یا وفق
میں دی جائے پھر جو کچھ دونوں ضربوں سے حاصل آئے ان میں سے کم ہر وارث کو دیا جائے اور باقی زائد محفوظ رہے
گا۔ حمل کی پیدائش کے بعد اگر حمل سارے کا مستحق ہو تو سارا لے جائے گا۔ اور اگر بعض کا مستحق ہو تو باقی بچا ہوا
ورثاء میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ مثال
میت کے ورثاء ایک بیٹی ہے۔ والدین ایک عورت حاملہ ہے اگر حمل لڑکا ہو تو مسئلہ ۲۴ سے

ہوگا جس کا نقشہ یہ ہے۔

میت — مسئلہ ۲۴

زوجہ	اب	امّ	حمل
۳	۴	۴	۱۳

اگر حمل لڑکی ہو تو مسئلہ ۲۷ سے ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں ۲۴ سے ۲۷ کیطرف عول ہوگا نقشہ یہ ہے

میت

زوجہ	اب	امّ	بنت	حمل
۳	۴	۴	۸	۸

۲۴ اور ۲۷ میں توافق بالثلث ہے اس ۲۷ کو ۸ میں ضرب دی تو ۲۱۶ ہو گئے بیوی کو پہلے مسئلہ سے ۳ تھے ان کو دوسرے کے وفق (۹) میں ضرب دی تو ۲۷ ہو گئے اور والدین کے پہلے مسئلہ سے ۴-۴ کو ۹ میں ضرب دی تو ہر ایک کے ۳۶ - ۳۶ ہو گئے ـــــــ اور دوسرے مسئلہ سے بیوی ۳ تھے تو ان کو پہلے مسئلہ کے وفق (۸) میں ضرب دی تو ۲۴ ہو گئے اور والدین کے دوسرے مسئلہ سے ۴ تھے ان کو ۸ میں ضرب دی۔ تو ہر ایک کے ۳۲ - ۳۲ ہو گئے۔

پہلے مسئلہ سے بیوی کو ۲۷ آئے اور دوسرے سے ۲۴ پس بیوی کو ۲۴ دے دئے جائیں گے ۳ محفوظ رہیں گے۔ اور والدین کو پہلے مسئلہ سے ۳۶ - ۳۶ آئے اور دوسرے مسئلہ سے ۳۲ - ۳۲ ۳۲ - ۳۲ دے دئے اور باقی ۴ - ۴ زائد محفوظ رہیں گے۔ اب رہی لڑکی سو لڑکی کو پہلے مسئلہ کل کے ۱۳ ملے تھے اور امام ابو حنیفہ کے مذہب پر حمل ۴ لڑکے فرض کئے۔ تو لڑکی کے پہلے مسئلہ سے $1\frac{4}{9}$ اور ۴ لڑکوں کے اور چار لڑکوں کے $11\frac{5}{9}$ ہوئے اور $1\frac{4}{9}$ کو دوسرے مسئلہ کے وفق (۹) میں ضرب دی تو ۱۳ ہو گئے اور $11\frac{5}{9}$ کو مسئلہ کے وفق میں ضرب دی تو ۱۰۴ ہو گئے یا ۱۳ کو لڑکی اور حمل (۴ لڑکوں) کے درمیان تقسیم کرنے سے پہلے

دوسرے مسئلہ کے وفق (۹) میں ضرب دے دو تو حاصل ۱۱۷ ہوئے۔ ان سے ۱۳ لڑکی کو ملے اور ۱۰۴ حمل کے ہے اور دوسرے مسئلہ سے لڑکی کو حمل کے ساتھ تہائی (۲۷) ملے تھے ان کو پہلے مسئلہ کے وفق (۸) میں ضرب دی تو ۱۲۸ ہو گئے چونکہ پہلے مسئلہ سے لڑکی کا حصہ (۱۳) تھوڑا ہے اور دوسرے مسئلہ سے زیادہ آتا ہے کیونکہ دوسرے مسئلہ میں اگر حمل ایک لڑکی یا زیادہ لڑکیاں ہوں۔ مثلاً حمل کو چار لڑکیاں فرض کریں تو ۱۲۸ پانچ پر تقسیم ہو کر لڑکی کو $25\frac{3}{5}$ ملتا ہے پس لڑکی کو ۱۳ سے ۱۲ دے باقی رہ بچے اور بیوی سے تین اور والدین سے ۴-۴ کل گیارہ بچے تھے یہ ۱۰۴ میں جمع کئے تو کل ۱۱۵ ہوئے سو یہ محفوظ رہیں گے اگر حمل ایک لڑکی یا زیادہ پیدا ہوئیں۔ تو یہ ۱۱۵ انہی کا حق ہوگا۔ کیونکہ ان کا ۲ تہائی (۱۲۸) ہی جو سے پہلے مل چکے ہیں وہ ملا کر ۱۲۸ ہو گئے۔ اور اگر حمل ایک لڑکا یا زیادہ پیدا ہوئے تو اس صورت میں بیوی کے ۳ حصے بیوی کو اور ۴-۴ حصے والدین کو دے دئے جائیں گے۔ پہلے بیوی کو ۲۴ اور والدین کو ۳۲-۳۲ کل ۸۸ ملے تھے۔ اب یہ ۳ اور ۴-۴ یعنی ۱۱ ملا کر ۹۹ ہو گئے باقی ۱۰۵ رہے ان میں لڑکی والے ۱۳ ملا کر للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر لڑکی لڑکوں میں تقسیم ہوں گے۔ اگر بچہ مرا ہوا پیدا ہو تو اس صورت میں بھی بیوی اور والدین کا بقایا ان کو دے دیا جائے گا۔ اور لڑکی کا نصف پورا کر دیا جائے گا۔ ۱۳ مل چکے ہیں۔ اور ۹۵ اس کو اور دے دئے جائیں گے کیونکہ کل ۲۱۶ تھے اور ان کا نصف ۱۰۸ ہیں۔ ۱۳ میں ۹۵ ملائے تو ۱۰۸ ہو گئے باقی ۹ بچے کیونکہ کل محفوظ ۱۱۵ تھے جتنے ۱۱ بیوی اور والدین کو مل گئے اور ۹۵ لڑکی کو باقی رہ گئے سو وہ بطور عصبہ باپ کو مل جائیں گے۔

حنبلی مذہب

حمل کے بارہ میں حنبلی مذہب بھی یہی ہے مگر ان کے نزدیک حمل کے لئے ۲ بیٹوں کا حصہ رکھا جائے گا یا دو بیٹیوں کا جونسا زیادہ ہو پس حاصل مذکور میں ان کے ہاں بیوی اور والدین کے حق میں حمل دو لڑکیاں فرض کیں۔ اور لڑکی کے حق میں ۲ لڑکے۔ کیونکہ بیوی اور والدین کے ساتھ حمل کو لڑکیاں فرض کرنے میں زیادہ ملتا ہے۔ اور لڑکی کے ساتھ دو لڑکے فرض کرنے میں زیادہ ملتا ہے۔ پس یہاں بھی ۲ مسئلے بن گئے جیسے مذہب

حنفی میں حمل ۴ لڑکے یا ۴ لڑکیاں فرض کرنے میں دو مسئلے بنتے تھے پہلا مسئلہ ۲۷ سے بنا اور دوسرا ۲۴ سے ۲۷ تو ورثاء پر پورے تقسیم ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اس کی تصحیح کی ضرورت نہیں ۲۴ پورے نہیں آتے کیونکہ بیوی اور والدین کو گیارہ دے کر باقی ۱۳ بچتے ہیں۔ اب حمل کو اگر ۴ لڑکے فرض کریں۔ تو ایک لڑکی اور ۴ لڑکے ۹ رؤس ہو گئے اور اگر دو لڑکے فرض کریں۔ تو ایک لڑکی اور دو لڑکے ۵ رؤس ہوئے۔ اب ۱۳۔ ۹ پر پورا آتا ہے نہ ۵ پر اب اصول تصحیح کے لحاظ سے ۹ کو یا ۵ کو اصل مسئلے ۲۴ میں ہی ضرب دینی چاہیئے۔ مگر چونکہ ۲۷ اور ۲۴ توافق بالثلث ہے اور ۲۷ کا ثلث ۹ ہے اس لئے حمل کو ۴ لڑکے فرض کرنے کی صورت میں تصحیح کے لئے ۹ کو ۲۴ میں الگ ضرب دینے کی ضرورت نہیں بلکہ ایک مسئلہ کے ثلث کو دوسرے مسئلہ کے پورے میں ضرب دینا ہی کافی ہے پس حاصل ۲۱۶ ہوئے جن کی تفصیل حنفی مذہب میں ہو چکی ہے۔

اور حمل کو دو لڑکے فرض کرنے کی صورت میں تصحیح کے لیے ضرورت ہے کہ ۵ کو اصل مسئلہ ۲۴ پر ضرب دی جائے پس حاصل ۱۲۰ ہوئے اور ۲۱۶ اور ۱۲۰ میں توافق بالثلث ہے، ۲۱۶ کا ثلث ۹ اور ۱۲۰ کا ثلث۔ ہم ان دونوں سے ایک کے ثلث کو دوسرے پورے میں ضرب دی تو ۱۰۸۰ ہو گئے لڑکی کے ۱۲۰ سے ۱۳ حصے ان کو ۱۲۰ کے ثلث (۹) میں ضرب دی تو ۱۱۷ ہو گئے اور بیوی کے ۲۷ سے تین حصے ان کو ۴۰ میں ضرب دی تو ۱۲۰ بیوی کے ہو گئے اور والدین کے چار چار (آٹھ) حصے ان کو چالیس میں ضرب دی تو والدین کے ۳۲۰ ہو گئے۔ یہ کل ۵۵۷ ہو گئے ۱۰۸۰ سے ۵۵۷ گئے باقی ۵۲۳ رہے پس یہ حمل کے ہوئے اگر لڑکی پیدا ہوئی تو ان کے ساتھ ۱۱۷ لڑکی کے ملا کر ۶۴۰ لڑکیوں کو دے دئیے جائیں گے۔ اگر لڑکا پیدا ہوا تو بیوی اور والدین کی کمی پوری کر دی جائے گی بیوی کے ۱۰۸۰ سے ۱۳۵ تھے ۱۲۰ اس کو مل چکے ہیں۔ ۱۵ دے دئیے جائیں گے۔ اور والدین کے ۱۰۸۰ سے ۳۶۰ تھے ۳۲۰ ان کو مل چکے۔ ۴۰ اور ان کو دئیے جائیں گے۔ بقایا ۴۶۸ لڑکی لڑکے میں للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر تقسیم ہوں گے ——— اور اگر حمل مرا ہوا پیدا ہو۔ تو اس صورت میں بھی بیوی اور والدین کی کمی پوری کر دی جائے گی۔ اور لڑکی کو نصف دے دیا جائے گا۔ ۱۱۷ اس کو مل چکے ہیں۔ ۴۲۳ اور دے دئیے باقی ۵۴ رہے سو وہ بطور عصبہ والا کو مل جائیں گے۔ اس مثال میں تو حمل کو بیوی اور والدین کے حق میں لڑکیاں فرض کیا

ہے۔ اور لڑکی کے حق میں لڑکے اور اگر ورثاء صرف بیوی اور والدین ہوں تو پھر حمل کو صرف لڑکیاں فرض کریں گے۔ کیونکہ لڑکیوں کا میراث ۲۷ سے ۱۶ ہے اور لڑکوں کا ۲۴ سے ۱۳ ہے اور ظاہر ہے۔ کہ ۲۷ سے ۱۶ زیادہ ہے اور ۴ اور ۲ کا حساب یہاں ایک ہی ہے۔ کیونکہ لڑکیاں خواہ ۲ ہوں یا ۴ ہوں دونوں صورتوں میں لڑکیوں کی دو تہائیاں ہیں۔ پس اس مثال میں حنفیہ حنبلیہ میں حساب کی رو سے کوئی فرق نہیں

مفقود الخبر

اگر کوئی شخص گم ہو جائے اور اس کا کہیں پتہ نہ چلے تو اس کا کوئی وارث ہوگا یا نہیں۔ یا وہ کسی کا وارث ہوگا یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔ سراجی میں اس کے متعلق ۲ قول ذکر کئے ہیں ——— پہلا قول یہ کسی کا وارث نہیں ہوگا۔ اگر اس کے رشتہ داروں سے کوئی (مثلاً اس کا بیٹا یا باپ یا بھائی وغیرہ) مر جائے تو اس کا ترکہ حاضرین ورثاء میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ اور مفقود (گم شدہ) کے لئے کچھ نہیں رکھا جائے گا۔ اسی طرح مفقود کا بھی کوئی وارث نہیں ہوگا۔ اس کا مال محفوظ رہے گا۔ یہاں تک کہ اس کی موت ثابت ہو جائے۔ یا اتنی مدت گذر جائے جس میں مرا ہوا سمجھا جائے اس مدت میں حنفی مذہب کی مختلف روایتیں ہیں ——— ظاہر روایت یہ ہے کہ جب اس کے ہم عمروں سے کوئی باقی نہ رہے تو اس کو بھی مرا ہوا سمجھ لیا جائے حسن بن زیاد نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کیا ہے کہ اس کی پیدائش سے لیکر ایک سو بیس سال پورے ہو جائیں۔ امام محمد کہتے ہیں ایک سو دس سال امام ابو یوسف کہتے ہیں۔ ایک سو پانچ سال اور بعض کہتے ہیں ۹۰ سال اور حنفی مذہب کا فتویٰ اسی پر ہے۔ دوسرا قول۔ بعض کہتے ہیں کہ مفقود کا مال حکومت کی رائے پر ہے۔ جب تک وہ مناسب سمجھے محفوظ رہے گا۔ امام شافعیؒ کا مذہب یہی ہے۔ اور مفقود کا حکم غیر کے حق میں مردہ کا ہے یعنی مفقود کے رشتہ داروں سے کوئی مر جائے۔ تو اس کے حق میں مفقود پر کوئی حکم نہیں لگے گا۔ جب اس پر کوئی حکم نہ لگا تو اس کا حصہ ترکہ سے محفوظ رہے گا۔ جیسے حمل کا حصہ محفوظ رہتا ہے اور اگر سارے ترکہ کا وارث ہے۔ تو

سارا ترکہ محفوظ رہے گا۔ مثلاً مفقود مرنے والا بیٹا ہے تو مرنے والے کا پوتا وارث نہیں ہوگا۔ بلکہ سارا مال مفقود کی خاطر بدستور محفوظ رہے گا۔ یہاں تک کہ وہ مدت گزر جائے جس کا حکومت فیصلہ کرے اس کے بعد مفقود کا مال موجودہ ورثاء میں تقسیم کردیا جائے گا اور جو اس مدت گزرنے سے پہلے مرگئے وہ محروم گئے اور جو حصہ مفقود کی خاطر رکھا گیا ہے وہ اس کو دیا جائیگا جس کے حصہ سے کمی کر کے یہ حصہ رکھا گیا ہے۔ مفقود کے موقع مسائل کی تصحیح کا طریقہ یہ ہے کہ دو مسئلے بنائے جائیں ایک اس کو زندہ سمجھ کر اور ایک مردہ سمجھ کر پھر اس کے بعد وہی عمل کیا جائے جو حمل میں گزر چکا ہے مثلاً ایک عورت حسب ذیل وارث چھوڑ گئی

مثلاً خاوند۔ دو عینی بہنیں ایک عینی بھائی مفقود پہلا مسئلہ مفقود کی وفات کی صورت میں ۶ سے بنتا ہے اور ۷ کی طرف عول ہوگا کیونکہ نصف خاوند کا اور وہ ۶ سے ۳ ہیں۔ اور دو تہائی بہنوں کی اور وہ ۶ سے ۴ ہیں۔ پس ۷ ہوگئے اور مفقود کی حیات کی صورت میں مسئلہ ۲ سے بنتا ہے۔ کیونکہ نصف خاوند کا اور نصف للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر تینوں بہنوں بھائیوں کا اور تصحیح ۸ سے ہوگی اب یہ ۲ مسئلے ہوگئے ۷ اور ۸ اور ان دونوں میں تباین ہے پس کل کو کل سے ضرب دی تو ۵۶ ہوگئے خاوند کے پہلے مسئلے (۷) سے ۳ تھے ان کو دوسرے مسئلے (۸) میں ضرب دی تو ۲۴ ہوگئے۔ اور دوسرے مسئلہ (۸) سے ۴ تھے ان کو پہلے مسئلہ (۷) میں ضرب دی تو ۲۸ ہوگئے ان دونوں حاصل ضربوں سے ۲۴ کم ہے۔ یہ خاوند کو دیدئے۔ اور ۴ بقایا رکھ لئے گئے ——— اور بہنوں کے پہلے مسئلہ (۷) سے ۴ تھے۔ ان کو دوسرے مسئلہ (۸) میں ضرب دی تو ۳۲ ہوگئے اور دوسرے مسئلے سے بہنوں کے ۲ تھے ان کو پہلے مسئلہ (۷) میں ضرب دی تو ۱۴ ہوگئے پس بہنوں کو ۱۴ دئے اور ۱۸ بقایا رہے خاوند کے ۲۴ اور بہنوں کے ۱۴ ملاکر ۳۸ ہوگئے ۵۶ سے ۳۸ گئے تو باقی ۱۸ محفوظ رہیں گے اگر مفقود زندہ آگیا تو ۱۴ اس کو دیدئے جائیں گے کیونکہ بہنوں کو ۱۴ ملے ہیں۔ تو یہ بھی دو بہنوں کے قائم مقام ہو کر ۱۴ ہی کا حقدار ہے اور ۴ خاوند کو دیدئے۔ کیونکہ مفقود کی حیات کی صورت میں خاوند کے ۲۸ تھے ۲۴ پہلے مل چکے ہیں اور ۴ اور دیدئے۔ تو پورے ۲۸ ہوگئے اور اگر مفقود کی وفات ظاہر ہوگئی یا حکومت نے وفات کا فیصلہ کردیا۔ تو باقی ۱۸ بہنوں کو دیدئے جائیں گے کیونکہ مفقود کی وفات کی صورت میں ان کے ۳۲ تھے۔ ۱۴ پہلے مل چکے ہیں یہ ۱۸ ملاکر ۳۲ ہوگئے۔

حنبلی مذہب

حنابلہ کے نزدیک مفقود کی دو قسمیں ہیں۔ ایک جس کے متعلق ہلاکت کا غالب خیال ہو جیسے عین میدان لڑائی میں گم ہوگیا۔ یا کوئی کشتی ڈوب گئی۔ اور کچھ لوگ غرق ہوگئے یا کسی ایسے جنگل میں لاپتہ ہوگیا جس میں لوگ ہلاک ہوجاتے ہیں۔ یا اپنے اہل کے درمیان سے فوری طور پر غائب ہوگیا۔ یا نماز عشاء وغیرہ کو نکلا یا ایسی ہی کسی قریبی ضرورت (جیسے بازار سے سودہ وغیرہ) کیلئے نکلا پھر پتہ نہیں لگا۔ ایسے مفقود الخبر کیلئے ۴ سال انتظار ہے اس کے بعد اس کو فوت شدہ سمجھ لیا جائے گا۔ اس سے پہلے اس کا مال محفوظ رہیگا۔ اور اگر اس کے اہل سے کوئی مر جائے جس کا وہ وارث ہے۔ تو اس کا حصہ رکھ لیا جائیگا۔ بلکہ وہ بھی رکھ لیا جائیگا جس کے مستحق میں شک ہو۔ مثلاً میت کے تین وارث ہیں۔ والدہ ایک ہمشیرہ ہے اور ایک لڑکی ہے۔ جو مفقود الخبر ہے اس صورت میں ترکہ میت کے ۶ حصے ہونگے۔ ایک والدہ کا ایک ہمشیرہ کا اور چار محفوظ رہیں گے۔ جن سے ۳ تو لڑکی کے ہیں۔ اور ایک کا پتہ نہیں۔ والدہ کا ہے یا ہمشیرہ کا اگر لڑکی زندہ ہوئی تو ۳ اسکو دیدئے جائیں گے۔ اور ایک ہمشیرہ لیگی۔ اور اگر مری ہوئی ثابت ہوگئی تو پھر دیکھا جائے گا کہ ماں سے پہلے مری ہے یا بعد اگر بعد مری ہے۔ تو اس کے تین حصے مع اس کے دوسرے مال کے (اگر اور مال ہو) اس لڑکی کے ورثاء میں تقسیم کئے جائیں گے۔ اگر والدہ کے پہلے مری ہے۔ تو پھر اس کا ترکہ میت سے کوئی تعلق نہ رہا ہمشیرہ کو دو اور دیئے جائیں گے۔ کیونکہ اس صورت میں ہمشیرہ نصف کی حقدار ہے اور ایک والدہ کو دیا جائے گا۔ تاکہ اس کی تہائی پوری ہوجائے باقی ایک کوئی عصبہ لیگا ورنہ ہمشیرہ اور والدہ پر رد کر دیا جائیگا۔ اور مسئلہ ردیہ ہوجائے گا۔

دوسری قسم مفقود کی یہ ہے کہ ہلاکت کا خیال غالب نہ ہو جیسے تجارت کیلئے یا طالب علم یا سیاحت کیلئے سفر کرے پھر لاپتہ ہوجائے۔ تو اس کا حکم زندہ کا ہے جبتک موت کا یقین نہ ہو یا اتنی مدت گزر جائے جس میں زندہ رہنا بعید ہے اور اس کا اندازہ حاکم وقت کے اجتہاد کے سپرد ہے وہ مفقود کے حالات پر نظر کرتے ہوئے جتنا اندازہ سمجھے اور مقرر کر دے اس کے بعد وہ مرا ہوا سمجھا جائیگا اور مغنی ابن قدامہ میں ہے کہ امام شافعیؒ اور امام محمد بن حسن (شاگرد امام ابوحنیفہؒ) کا یہی قول ہے۔ اور یہی امام مالکؒ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ سے مشہور ہے اور ایک روایت امام

احمدؒ سے نوے سال کی ہیں۔ اور حنفیہ کا بھی نوے سال کا مذہب مشہور ہے۔ لیکن موطا امام مالکؒ میں حضرت عمرؓ کا فتویٰ چار کا ذکر کیا ہے کہ اس میں ہلاکت غالب ہونے نہ ہونے کا کوئی فرق نہیں پس ترجیح اس کو ہے کہ چار سال تک باوجود پوری تحقیقات کے اس کا پتہ نہ لگے۔ تو اس کو مرا ہوا سمجھ لینا چاہیئے خواہ غالب الہلاکت ہو۔ یا نہ خاص کر اس زمانہ میں جبکہ معلومات حاصل کرنے کے ذرائع بہت وسیع ہو گئے ہیں۔ جن کے استعمال کرنے کے بعد مفقود کی دوسری قسم کے متعلق موت کا یقین ہو سکتا ہے۔ اور اب حنفی علماء کا فتویٰ بھی یہی ہے ملاحظہ ہو شامی وغیرہ

مرتد کا بیان

سراجی وغیرہ میں ہے۔ کہ مرتد کفر کی حالت میں مرجائے یا قتل کیا جائے یا بھاگ کر حربی کافروں سے جا ملے۔ اور حکومت اسلامی اس کے حربی ہونے کا فیصلہ کر دے تو ان صورتوں میں اس کے مال کے متعلق اختلاف ہے ——— امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کی اسلامی حالت کی کمائی اس کے مسلمان ورثاء میں تقسیم کی جائے گی اور کفر کی حالت کی کمائی بیت المال میں داخل کی جائیگی۔ اور صاحبین امام محمدؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دونوں کی کمائیاں اس کے مسلمان ورثاء میں تقسیم ہوں گی۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک دونوں کمائیاں بیت المال میں داخل کی جائیں گی۔ اور حربی کافروں سے ملنے کے بعد جو کچھ کمایا ہے۔ وہ بالاتفاق فے ہے۔ فیؔ کے لفظی معنی لوٹنے کے ہیں۔ اور مراد اس سے وہ مال ہے جو بغیر لڑائی کے کفار سے اہل اسلام کی طرف لوٹے یعنی ملے۔ جیسے جزیہ اور ذمی کا مال جس کا کوئی وارث نہیں اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے پانچ حصے کر کے ایک حصہ پانچ مصارف میں تقسیم ہوتا ہے۔

(۱) علماء وغیرہ کے وظائف (۲) بنی ہاشم بن مطلب (۳) یتیم و فقیر (۴) مسکین (۵) مسافر ——— باقی چار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد یا خلیفہ کے سپرد

تنبیہ۔ قرآن مجید سورۃ حشر کے شروع میں اللہ تعالےٰ نے جس فیٔ کا ذکر کیا ہے اس میں پانچ حصے اس طرح سے نہیں کئے کہ پانچ سے ایک حصہ اس طرح (پانچ جگہ) تقسیم ہو۔ بلکہ سارے مال فیٔ کے متعلق فرمایا۔

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ

ترجمہ۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اہل بستیوں سے اپنے رسول پر لوٹایا۔ وہ اللہ[1]۔ رسول[2]۔ قرابتوں[3]۔ یتیموں[4]۔ مسکینوں[5] اور مسافر[6] کا ہے۔

اس آیت میں بعض کہتے ہیں۔ کہ اللہ کا ذکر تبرکاً ہے۔ اور حصے کل پانچ ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ اللہ کا حصہ بہبت اللہ پر خرچ ہوگا۔ اس صورت میں فیٔ کے چھ حصے ہو جائیں گے۔ اور قرابتوں میں بھی اختلاف ہے بعض کہتے ہیں۔ رسول کے قرابتی ہیں۔ جن سے مراد بنی ہاشم اور بنی مطلب ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں۔ جو برسر حکومت ہوگا۔ اس کے قرابتی مراد ہیں۔ رسول کے زمانہ میں رسول کے قرابتی اور بعد آپ کے خلیفہ کے قرابتی مراد ہوں گے۔ اور بعض کہتے ہیں۔ رسول کے قرابتی اگر حاجتمند ہوں تو ان پر صرف ہوگا۔ ورنہ بیت المال کی طرف لوٹا دیا جائیگا اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ وغیرہ کا عمل اس کے مطابق تھا چنانچہ مال غنیمت کے پانچویں حصے میں یہی صورت ہے تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ عورت مرتدہ کی بابت حنفیہ کا مذہب ہے کہ اس کی دونوں کمائیاں اس کے مسلمان ورثاء میں تقسیم ہوگی۔ اس میں ان کے ائمہ کا اختلاف نہیں۔ یہ تو مرتد اور مرتدہ کے مال کا حکم ہے۔ باقی رہا یہ کہ وہ کسی کے وارث ہوں گے۔ یا نہیں۔ سو اس میں دونوں کا یہ حکم ہے۔ کہ وہ نہ کسی مسلمان کے وارث ہوں گے نہ مرتد کے۔ ہاں اگر کوئی علاقہ مرتد ہو جائے۔ جس میں ان کی اپنی حکومت قائم ہو جائے۔ تو پھر وہ دوسرے کفار کی طرح آپس میں وارث ہوں گے۔

تنبیہ۔ حدیث میں ہے لا یرث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم یعنی نہ مسلمان کافر کا وارث ہے۔ اور نہ کافر مسلمان کا یہ حدیث ہر قسم کے کافر کو خواہ مرتد ہو۔ یا غیر جیسے ہر قسم کے مسلمان کو خواہ اہل سنت ہو یا اہل بدعت اس بنا پر امام شافعیؒ کا مذہب ٹھیک ہے کہ سب کمائی بیت المال میں داخل ہوگی۔

قیدی کا بیان

اگر کوئی کفار کا قیدی ہو جائے۔ تو میراث میں اس کا حکم مسلمان کا حکم ہے جب تک اسلام پر قائم ہے خدانخواستہ اگر مرتد ہو جائے تو اس کا حکم مرتد کا ہے۔ اور اگر مرتد ہونے کا پتہ نہ ہو۔ نہ اس کی حیات و موت کا

پتہ ہو۔ تو اس کا حکم مفقود کا ہے۔

اکٹھے مرنے والوں کا حکم

کشتی ڈوب جائے۔ یا مکان کو آگ لگ جائے۔ یا گر جائے۔ یا کسی اور حادثہ سے لوگ اکٹھے مر جائیں۔ تو وہ آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔ بلکہ ان کا مال ان کے زندہ ورثاء کو ملیگا۔ حنفی مذہب میں مختار یہی ہے اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور زید بن ثابتؓ سے بھی یہی مروی ہے۔ اور حضرت علیؓ سے بھی ایک روایت ان کے موافق ہے اور دوسری روایت عبداللہ بن مسعودؓ کے موافق ہے۔ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ مگر جتنے حصہ میں ایک دوسرے کا وارث ہوا ہے اس میں دوسرا اس وارث نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس سے لازم آتا ہے۔ کہ وہ خود اپنے مال کا وارث ہو۔ مثلاً بیوی خاوند کے ترکہ سے چوتھے حصے کی وارث ہوتی۔ اور خاوند بیوی کے نصف ترکہ کا وارث ہوا۔ تو اس چوتھے حصے سے خاوند کو کچھ نہ ملے گا۔ بلکہ بیوی کے باقی ترکہ سے نصف ملے گا۔ اسی طرح بیوی کو اس نصف سے کچھ نہیں ملے گا بلکہ خاوند کے باقی ترکہ سے چوتھائی ملے گی۔

تمام شد

شیعہ مسلک

۱۔ عول ۔عول مذہب شیعہ میں باطل ہے ۔یعنی جب معین فروض قرآنی اصل ترکہ کے واجب التقسیم عدد سے بڑھ جائیں تو عول کے مطابق عدد واجب التقسیم پر اسی قدر حصص بڑھا دیے جاتے ہیں جتنوں کی کمی ہو۔ لیکن شیعہ مسلک میں اس کا حل یہ ہے کہ جن فرضوں کا دوسرا بدل ہے وہ تو اپنے بدل سے کم حصہ نہیں پائیں گے لیکن جن کا بدل مقرر نہیں ان کا حصہ کم ہو جائے گا ۔مثلاً متوفیہ کا شوہر اور دو بہنیں موجود ہیں تو فرض کے اعتبار سے $\frac{1}{2}$ حصہ شوہر کو اور $\frac{2}{3}$ بہنوں کو ملتا تھا لیکن یہاں مشکل یہ ہے کہ کسی ایک چیز کے حصے $\frac{1}{2}$ اور $\frac{2}{3}$ نہیں ہوسکتے اس مشکل کا حل عول کے مطابق یہ ہے کہ جائداد کا واجب التقسیم عدد چھ کی بجائے سات بنا کر تین حصے شوہر کو اور چار حصے بہنوں کو دے دیئے جائیں ۔لیکن شیعہ مذہب کے نزدیک شوہر کا بدل چونکہ $\frac{1}{2}$ سے $\frac{1}{4}$ ہے اور یہاں شوہر کو $\frac{1}{4}$ دیا نہیں جاسکتا چونکہ وہ فرض اولاد کی موجودگی میں ہے اور $\frac{1}{2}$ اور $\frac{1}{4}$ کے درمیان شوہر کے لئے کوئی حد بھی مقرر نہیں ہے ۔لہذا شوہر کو $\frac{1}{2}$ ہی ملے گا اور کمی بہنوں پہ عائد ہوئی کیونکہ ان کے حصہ کا بدل قرآن میں موجود نہیں۔

۲۔ تعصیب ۔ تعصیب مذہب شیعہ میں باطل ہے یعنی فرض سے بچا ہوا مال اسی صاحب فرض ہی کو ملے گا۔ جو میت کا قریب ترین ہے ۔ مثلاً ایک لڑکی ہو تو اس کا حصہ فرض $\frac{1}{2}$ حصہ ہے لیکن یہ تنہا وارث ہونے کی صورت میں کل جائداد کی وارث ہوگی ۔ $\frac{1}{2}$ حصہ فرض سے ملے گی اور باقی

½ بفہوم آیت الوالارحام بحق قرابت لے گی ۔ کیونکہ اس سے زیادہ باپ کا قریب ترین رشتہ دار کوئی نہیں ہے ۔ اسی طرح اولاد کی عدم موجودگی میں بہن ½ حصہ فرض سے اور ½ قرابت سے لے گی ۔

۳ ۔ بڑے بیٹے کا حصہ ۔ سب سے بڑا بیٹا اپنے باپ کے ترکہ میں سے مندرجہ ذیل اشیاء کا بطور حبوہ (عطیہ) وارث ہوگا ۔ ان اشیاء میں دوسرے بیٹے بیٹیوں کا کوئی حصہ نہیں ہوگا ۔ بشرطیکہ باپ کا ان کے علاوہ اور مال بھی ہو ۔ وہ اشیاء یہ ہیں ۔

(۱) باپ کے مخصوص کپڑے (۲) انگوٹھی (۳) تلوار (۴) قرآن مجید ——— اور اس کے مقابلہ میں باپ کی نماز یا روزہ کی قضا بڑے بیٹے کے ذمہ ہوگی ۔

(شرائع الاسلام کتاب المیراث ص۲۶۲ از شیخ ابو القاسم جعفر ابن سعید حلی المعروف المحقق)

۴ ۔ بیوہ کی وراثت ۔ زوجہ اپنے شوہر کی وراثت میں زمین کی وارث نہیں ہوگی ۔ باقی ہر چیز کی وارث ہوگی ۔

مطبوعہ
ویسٹ پنجاب پرنٹنگ پریس لاہور